مالابدّ منہ اردو

تالیف

حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۱۴۳ھ - ۱۲۲۵ھ)

ترجمہ

مولانا مفتی اشتیاق احمد صاحب قاسمی زید مجدہٗ

استاذ دار العلوم دیوبند

نظر ثانی

حضرت اقدس مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ

شیخ الحدیث وصدر المدرسین دار العلوم دیوبند

مکتبہ دار العلوم دیوبند

مالا بدّ منہ اردو

تالیف

حضرت اقدس مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدّس سرّہٗ

(۱۱۴۳ھ-۱۲۲۵ھ)

ترجمہ

جناب مولانا مفتی اشتیاق احمد صاحب قاسمی زید مجدہٗ

استاذ دارالعلوم دیوبند

نظرِ ثانی

حضرت اقدس مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہٗ

شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند

ناشر

مکتبہ دارالعلوم دیوبند

تفصیلات

نام کتاب : مالا بدمنہ اردو

تالیف : حضرت اقدس مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ : جناب مولانا مفتی اشتیاق احمد صاحب قاسمی زید مجدہٗ
استاذ دارالعلوم دیوبند

نظرِ ثانی : حضرت اقدس مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہٗ العالی
شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند

سائز : $\frac{۲۶×۲۰}{۸}$

صفحات : ۱۵۶

سنہ طباعت : بار اول، شعبان المعظم ۱۴۳۴ ہجری مطابق جون ۲۰۱۳ عیسوی

کمپیوٹر کتابت : روشن کمپیوٹرز، محلہ اندرون کوٹلہ دیوبند فون 222086(01336)

کاتب : مولوی حسن احمد پالن پوری فاضل دارالعلوم دیوبند

پریس : ایچ، ایس پرنٹرس، ۱۴۷ چاندنی محل، دریا گنج دہلی 9997658227

ناشر : مکتبہ دارالعلوم دیوبند (یو، پی) (011-23244240) -

ملنے کا پتہ

مکتبہ دارالعلوم دیوبند

فہرست مضامین

پیش لفظ ۹
حالاتِ منصفؒ ۱۰
اہلِ حق (اہل السنۃ والجماعۃ) کے عقائد ۱۲
نماز کی اہمیت ۲۱
نماز کے شرائط وارکان ۲۲

کتاب الطھارۃ

وضو کا بیان ۲۳
وضو کی سنتیں ۲۴
موزوں پر مسح ۲۴
موزوں پر مسح کا طریقہ ۲۵
وضو کی دعا ۲۵
وضو توڑنے والی چیزیں ۲۵
غسل کے مسائل ۲۷
گوندھے ہوئے بالوں کا حکم ۲۷
غسل واجب کرنے والی چیزیں ۲۷
حیض، نفاس اور استحاضہ کے مسائل ۲۸
حیض اور نفاس کی حالت میں جماع ۲۸
قرآنِ مجید کا پڑھنا، چھونا، مسجد میں داخل ہونا اور طواف کرنا ۲۹
پاکی، ناپاکی کے مسائل ۲۹
نجاستِ خفیفہ ۲۹
نجاستِ غلیظہ ۲۹
جھوٹے کا حکم ۳۰
پیشاب کی چھینٹ ۳۰
پانی کے مسائل ۳۰
نجاستِ مرئیہ اور غیر مرئیہ کی پاکی کا طریقہ ۳۱
جاری پانی اور کثیر پانی کا حکم ۳۱
کم پانی کا حکم ۳۲
کثیر پانی کی مقدار ۳۲
اگر کنویں میں جانور گر کر مر جائے ۳۲
تیمم کے مسائل ۳۲
تیمم کے فرائض ۳۳

کتاب الصلاۃ

نماز کی فرضیت ۳۴
نماز کے اوقات ۳۴
اذان واقامت ۳۶
نماز کی شرطیں ۳۶
ستر کی حد ۳۶
نماز کے ارکان ۳۷
نماز کے ارکان میں ترتیب ۳۸
قعدہ اور تشہد ۳۹
رکوع اور سجدہ کی تکبیر وتسبیح ۳۹
نماز کے واجبات ۳۹
فرض اور واجب کے درمیان فرق ۴۱

سجدۂ سہو ۴۱
جماعت کی شرعی حیثیت ۴۱
امامت کا زیادہ مستحق ۴۲
فاسق یا عورت یا نابالغ کی امامت ۴۲
مقتدی کہاں کھڑا ہو؟ ۴۲
جماعت سے نماز پڑھنے کا ثواب ۴۳
نماز کا مسنون طریقہ ۴۳
مسنون قراءت ۴۴
قراءت کے بعد بقیہ نماز کا مسنون طریقہ ۴۵
سلام کے بعد کے اذکار ۴۷
نماز میں وضو ٹوٹ جانا ۴۷
بارہ اختلافی مسائل ۴۸
اگر امام وضو ٹوٹنے کے بعد مسبوق کو اپنا نائب بنائے ۴۸
مسبوق کی نماز ۴۹
نماز میں بھول ۵۰
قضا نمازوں کا بیان ۵۰
تین باتوں سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے ۵۱
نماز کو فاسد اور مکروہ کرنے والی چیزیں ۵۱
وہ چیزیں جن سے نماز فاسد نہیں ہوتی ۵۳
سترہ ۵۳
ناپاک کپڑے پر نماز ۵۳
مکروہات نماز ۵۴
وہ چیزیں جو نماز میں مکروہ نہیں ۵۵
بیمار کی نماز ۵۶
مسافر کی نماز ۵۶
جمعہ کی نماز ۵۸
ایک شہر میں کئی جگہ جمعہ ۶۰
دوسری واجب نمازیں ۶۰
وتر میں دعائے قنوت ۶۰
عیدین کی نمازیں ۶۰
عیدین کی نماز کا وقت ۶۱
نماز عید کا طریقہ ۶۱
عید الاضحیٰ کے احکام ۶۱
تکبیرِ تشریق ۶۲
سنن ونوافل کا بیان ۶۲
اشراق کی نماز ۶۳
چاشت کی نماز ۶۴
زوال کے بعد چار رکعت نفل ۶۴
تحیۃ الوضو ۶۴
تحیۃ المسجد ۶۴
عصر سے مغرب تک ۶۴
تراویح ۶۴
نماز استخارہ ۶۴
نماز توبہ ۶۵
نماز حاجت ۶۵

نمازِ تسبیح ۶۶
سورج اور چاند گرہن کی نماز ۶۶
نمازِ استسقاء ۶۷
نفل نماز کے مسائل ۶۸
سجدۂ تلاوت کے مسائل ۶۹
سجدۂ تلاوت کا طریقہ ۷۰
کتاب الجنائز ۷۱
موت کے وقت کا عمل ۷۱
غسلِ میت ۷۱
نہلانے کا طریقہ ۷۲
کفن ۷۲
جنازہ پڑھنا فرضِ کفایہ ۷۲
نمازِ جنازہ کی امامت ۷۳
نمازِ جنازہ کا طریقہ ۷۳
بچہ کے جنازہ کی دعا ۷۳
قبر ۷۴
قبر پر بدعات ۷۴
دفن کے بعد نمازِ جنازہ ۷۴
شہید کے احکام ۷۵
زیارتِ قبور ۷۶
ایصالِ ثواب ۷۷
قبر کے پاس ناجائز افعال ۷۷

کتاب الزکاۃ

زکوٰۃ کا وجوب ۷۸
بچہ اور پاگل پر زکوٰۃ ۷۸
مالِ ضمار ۷۹
قرض کی زکوٰۃ ۷۹
نیتِ زکوٰۃ ۸۰
مالِ نامی ۸۰
سونے کا نصاب ۸۰
چاندی کا نصاب ۸۰
میراث میں ملے ہوئے مال پر زکوٰۃ ۸۱
فقراء کے فائدے کا لحاظ ۸۱
کانوں کا حکم ۸۲
ملے ہوئے خزانوں کا حکم ۸۲
مصارفِ زکوٰۃ ۸۲
جن کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ۸۳
زکوٰۃ دینے کی مقدار ۸۴
زکوٰۃ کی رقم منتقل کرنا ۸۴
صدقۂ فطر کے احکام ۸۴
وقتِ وجوب ۸۵
وقتِ ادا ۸۵
صدقۂ فطر کی مقدار ۸۵
صاع کی تحقیق ۸۵
دیگر صدقات ۸۵
خرچ میں اُسوۂ نبوی ۸۶
فضول خرچی ۸۶

کتاب الصوم

روزے کی قسمیں ۸۷
روزہ کی نیت ۸۷
روزہ کی نیت کا وقت ۸۷
پاگل پر روزہ کی قضا ۸۹
رؤیت ہلال ۸۹
شک کے دن کا روزہ ۸۹
قضا اور کفارہ واجب کرنے والی چیزیں ۸۹
کفارہ ۹۰
کفارہ میں تداخل ۹۰
صرف قضا واجب ہونے کی صورتیں ۹۰
جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا ۹۱
جن چیزوں سے روزہ مکروہ ہوتا ہے ۹۲
روزہ کی حالت میں جھوٹ بولنا اور غیبت کرنا ۹۲
مریض اور مسافر کا حکم ۹۳
رمضان کے روزے کی قضا ۹۳
روزہ کے دیگر احکام ۹۴
وہ دن جن میں روزے رکھنا حرام ہے ۹۴
شوال کے چھ روزے ۹۴
شعبان کے روزے ۹۵
ہر مہینے کے تین روزے ۹۵
عرفہ کے دن کا روزہ ۹۵
دسویں محرم کا روزہ ۹۵
جمعہ کا روزہ ۹۵
نفل روزہ رکھنے کا معتدل طریقہ ۹۵
اعتکاف کے احکام ۹۶
اعتکاف کرنے والے کے لیے ممنوع چیزیں ۹۶

کتاب الحج

حج کا بیان ۹۸
حلال وحرام ۹۸
کھانے پینے سے متعلق احکام ۹۸
مردار ۹۸
حلال وحرام جانور ۹۹
کھانے کی شرعی مقدار ۹۹
مجبوری میں حرام یا غیر کا مال کھانا ۹۹
شراب کے احکام ۱۰۰
کھانے پینے کا مسنون طریقہ ۱۰۱
لباس کے احکام ۱۰۱
ریشمی کپڑے ۱۰۲
سونے چاندی کے زیور ۱۰۲
چاندی کے برتن اور کرسی ۱۰۳
صحبت اور اس کی خواہش پیدا کرنے والی چیزوں کے احکام ۱۰۳
ستر دیکھنا ۱۰۳
عزل کی شرعی حیثیت ۱۰۴
استبراء ۱۰۵

خرید وفروخت اور اجارہ کے احکام ۱۰۵
ناجائز خرید وفروخت ۱۰۶
ایسی خرید وفروخت جس میں جھگڑے کا
احتمال ہو ۱۰۶
فاسد شرط کے ساتھ خرید وفروخت کرنا ۱۰۶
جائز شرط کے ساتھ خرید وفروخت کرنا ۱۰۶
ناجائز شرط کے ساتھ خرید وفروخت کرنا ۱۰۷
سود کے مسائل ۱۰۷
ربا القرض ۱۰۷
ربا الفضل ۱۰۷
ربا النسیئۃ ۱۰۷
منڈی ۱۰۹
اِجارۂ فاسدہ ۱۱۰
جھوٹ، دھوکا اور وعدہ خلافی ۱۱۱
درگزر کرنا ۱۱۱
بکی ہوئی چیز واپس لے لینا ۱۱۲
بیع مرابحہ اور بیع تولیہ ۱۱۲
متفرقات ۱۱۴
آداب معاشرت، لوگوں کے حقوق اور گناہ
کی باتیں ۱۱۴
اَشعار ۱۱۵
ریاکاری ۱۱۵
غیبت ۱۱۶
چغل خوری ۱۱۶
گالی دینا ۱۱۶
جھوٹ ۱۱۶
جاسوسی، جھوٹی گواہی اور جھوٹی قسم ۱۱۶
رشوت ۱۱۷
حسب ونسب اور مال وجاہ پر فخر کرنا ۱۱۸
حرام کھیل اور بازیاں ۱۱۸
بالوں میں بال ملانا ۱۱۸
طاعت پر اُجرت ۱۱۸
گناہ کے کاموں کی اُجرت ۱۱۸
سرکاری وظیفہ ۱۱۸
عورت کا محرم کے بغیر سفر کرنا ۱۱۸
ماتحتوں کے ساتھ برتاؤ ۱۱۹
بالوں کے احکام ۱۱۹
اچھی باتوں کا حکم دینا اور بُری باتوں سے روکنا ۱۱۹
مسلمانوں کے حقوق ۱۲۰
گناہِ کبیرہ کے درجے ۱۲۱
گناہِ کبیرہ کی مختصر فہرست ۱۲۱
منافق کی علامتیں ۱۲۲
شرک اور والدین کی نافرمانی کی خطرناکی ۱۲۲
شوہر کا حق ۱۲۳
بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک ۱۲۳
صغیرہ گناہ پر اصرار ۱۲۳

کتاب الاحسان

تصوف کا بیان ۱۲۴
قربانی کے احکام ۱۲۵
جن لوگوں پر قربانی واجب نہیں ۱۲۵
جن جانوروں کی قربانی جائز ہے ۱۲۶
قربانی کے جانور کی عمریں ۱۲۶
وہ جانور جن کی قربانی جائز نہیں ۱۲۶
وہ جانور جن کی قربانی جائز ہے ۱۲۷
خریدنے کے بعد جانور کا عیب دار ہونا ۱۲۸
قربانی کا وقت ۱۲۹
افضل قربانی ۱۳۱
میت کی طرف سے قربانی ۱۳۲
ذبح کرنے والے کے لیے شرطیں ۱۳۳
قربانی کی دعا کب پڑھیں؟ ۱۳۳
ذبح کی جگہ ۱۳۴
نحر کے معنی ۱۳۴
قربانی کے جانور کے بچے کا حکم ۱۳۶
ناخن، دانت اور سینگ سے ذبح کرنا ۱۳۷
چھری کے علاوہ چیزوں سے ذبح کرنا ۱۳۷
احکام ذبح ۱۳۷
ذبح اختیاری واضطراری ۱۳۷
قربانی کے گوشت کا حکم ۱۳۸
قربانی کے چمڑے کا حکم ۱۳۸
قربانی کا گوشت اور چمڑا بیچنا ۱۳۸
عقیقہ کے احکام ۱۳۹
بچے کا عقیقہ کون کرے؟ ۱۳۹
عقیقہ کے دن ۱۴۱
عقیقہ کی دعا ۱۴۱
نام رکھنا ۱۴۳
کفریہ کلمات ۱۴۴

پیش لفظ

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

"مالابدمنہ" مصنفہ حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمہ اللہ کا قدیم اردو ترجمہ دارالعلوم دیوبند کے شعبہ تجوید حفص اردو کے نصابِ تعلیم میں شامل ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ شعبۂ تجوید سے فارغ ہونے والے طلبہ اگر امامت وخطابت کی خدمت انجام دیں تو ضروری مسائل سے واقف ہوں۔

لیکن ممتحنین کی رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ قدیم ترجمہ جو دستیاب ہے، متعدد خامیوں کی وجہ سے طلبہ کے لیے اس سے استفادہ دشوار ہے۔ اس ضرورت کے تحت دارالعلوم کی مجلسِ شوریٰ نے مالابدمنہ فارسی کا آسان ترجمہ کرانے کی ذمہ داری حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری زیدمجدہم صدرالمدرسین دارالعلوم دیوبند کے سپرد فرمائی۔

حضرت صدرالمدرسین صاحب نے اپنی نگرانی میں جناب مولانا اشتیاق احمد صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند سے ترجمہ کرا کر اس پر نظر ثانی فرمائی۔ بندہ نے بھی اس کو دیکھا اور طلبہ کے لیے مفید پایا۔ اب یہ کتاب طباعت کے لیے تیار ہے، اور مکتبہ دارالعلوم دیوبند کی طرف سے شائع کی جارہی ہے۔ امید ہے کہ طلبۂ مدارسِ اسلامیہ کے لیے یہ ترجمہ زیادہ مفید ثابت ہوگا۔

ابوالقاسم نعمانی غفرلہٗ
مہتمم دارالعلوم دیوبند
۲۳/۷/۳۴ھ

حضرت مولانا قاضی محمد ثناء اللہ صاحب پانی پتی قدس سرہٗ

(ولادت: ۱۱۴۳ھ وفات: ۱۲۲۵ھ)

آپ کا نسب شیخ جلال الدین کبیر الاولیاءؒ کے واسطے سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے، اپنے خاندان کے بارے میں خود ارشاد فرماتے ہیں: ''ہمارے خاندان میں ہمیشہ ایسے اہلِ علم پیدا ہوتے رہے ہیں، جو ہر زمانے میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے'' (وصیت نامہ ص: ۱۵۴)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں: ''میں، میرے بھائی اور میرے دادا علیہم الرحمۃ خدمتِ قضا میں مبتلا ہوئے ہیں'' (ایضاً ص: ۱۴۹)

احوال: آپ بچپن سے ذہین وفطین تھے، فکر ونظر کی سلامتی کے آثار آپ میں نمایاں تھے، سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا، اور سولہ سال کی عمر میں متداول علوم کی تقریباً تمام کتابیں پڑھ ڈالیں، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے علم حدیث کی تکمیل فرمائی اور اس درجہ تک پہنچے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ آپ کو ''بیہقیِ وقت'' فرماتے تھے، علوم ظاہری کے بعد علومِ باطنی (احسان وسلوک) میں کمال حاصل کرنے کے لیے حضرت شاہ محمد عابد سنانی رحمہ اللہ سے بیعت ہوئے اور ترقی کی منازل طے کیں، جب حضرت سنانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا تو حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں (حبیب اللہ) شہیدؒ سے تکمیل فرمائی، حضرت مرزا صاحبؒ آپ کو کلمُ الھدیٰ (ہدایت کا جھنڈا) کہتے تھے، اور فرماتے تھے کہ ان کے اندر ملکوتی صفات موجود ہیں، اگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نے پوچھا: ''دنیا سے میری بارگاہ میں کیا لایا؟ تو میں ثناء اللہ کو پیش کروں گا''۔

تصانیف: آپ کی تصانیف کی تعداد تیس کے قریب ہے، ان میں دو کو اللہ تعالیٰ نے بڑی مقبولیت عطا فرمائی ہے، ایک تفسیرِ مظہری اور دوسری مالا بدمنہ ہے۔

تفسیرِ مظہری: اس تفسیر کو حضرت قاضی صاحبؒ نے اپنے پیر ومرشد حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ کی طرف منسوب فرمایا ہے، اس کی عربی سادہ اور واضح ہے، اس کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں

روایات نہایت ہی چھان پھٹک کر ذکر کی گئی ہیں، تفسیر بالماثور میں بڑی کامیاب تفسیر ہے، اسلامی کتب خانہ کے اِس قیمتی متاع کے بارے میں علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ نے فرمایا: "شاید ایسی تفسیر بسیط ارض میں نہ ہوا" مسائل میں حنفی نقطۂ نظر کو نہایت ہی سلیقہ سے بیان کیا گیا ہے، اختصار کے ساتھ آیاتِ قرآنی کی تفسیر معلوم کرنے کے لیے نہایت مفید ہے، اس کی مقبولیت کی علامت یہ ہے کہ عربی زبان کی تفسیروں میں سب سے زیادہ اردو ترجمہ اسی تفسیر کا ہوا ہے، اب تک چار ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔

مالابُدّ منہ: اس کتاب کو اللہ تعالیٰ نے قابلِ رشک مقبولیت عطا فرمائی ہے، روزِ اول ہی سے اہلِ علم نے اسے سینے سے لگایا ہے، دو صدی سے زائد عرصہ سے مدارسِ اسلامیہ میں اولین فقہی کتاب کی حیثیت سے داخلِ نصاب ہے، یہ کتاب "بہ قامت کہتر بہ قیمت بہتر" کی مثال ہے، اس میں دین کے پانچوں ابواب: عقائد، عبادات، معاملات؛ معاشرت اور اخلاق سے متعلق ابتدائی ضروری معلومات پیش کی گئی ہیں، یہ معلومات ہر طالب علم؛ بلکہ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہیں۔ اِسی مناسبت سے اس کا نام "مالابدمنہ" رکھا گیا ہے، نام سے ہی اس کی اہمیت وضرورت واضح ہے۔

کتاب کے خطبہ میں اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد نہایت ہی نادر انداز میں بیان کیے ہیں، پھر کتابُ الصلوٰۃ سے کتابُ الحج تک عبادات کے مسائل ہیں، پھر کتابُ التقویٰ کے عنوان سے معاملات ومعاشرت کے مسائل ہیں، پھر کتاب الاحسان میں اخلاق سے متعلق بنیادی مسائل لکھے گئے ہیں۔

دیگر اہم تصانیف: منازلُ الأحکام، الأخذُ بالأقویٰ، السیفُ المَسْلُوْل، ارشادالطالبین، تذکرۃُ الموتیٰ والقبور، تذکرۃُ المعاد، حقوقُ الإسلام، الشِہابُ الثاقب، رسالہ درحرمتِ مُتعہ، رسالہ درحرمت واباحتِ سرود، وصیت نامہ وغیرہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہلِ حق (اہلُ السُّنہ والجماعہ) کے عقائد

عقیدہ: اللہ تعالیٰ کا وجود اصلی اور ذاتی ہے، اس کے موجود ہونے میں کسی کے پیدا کرنے کا کچھ دخل نہیں۔

عقیدہ: تمام چیزیں اسی کی پیدا کی ہوئی ہیں، ہر چیز پیدا ہونے میں اور باقی رہنے میں، اسی کی محتاج ہے۔

عقیدہ: اللہ تعالیٰ کسی چیز کے محتاج نہیں، وہ اپنی ذات وصفات اور افعال میں یکتا ہیں۔

عقیدہ: کسی مخلوق کا کسی کام میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساجھا نہیں، وہ اکیلے ہی ہر چیز کے خالق ومالک ہیں۔

عقیدہ: اللہ تعالیٰ کا وجود مخلوقات کے وجود کے مانند نہیں؛ نہ ان کی صفات مخلوقات کی صفات کی طرح ہیں۔ یعنی ان کا جاننا، سننا، دیکھنا، چاہنا، طاقت رکھنا اور بات کرنا مخلوقات کے جاننے، سننے، دیکھنے، چاہنے، طاقت رکھنے اور بات کرنے کی طرح نہیں۔

عقیدہ: اللہ تعالیٰ کی صفات کی شان ہی نرالی ہے، ان کی صفتیں مخلوقات کی صفتوں کے ساتھ نام کے علاوہ کچھ اشتراک نہیں رکھتیں، ان کی صفتیں اور افعال (کام) ان کی ذات کی طرح بے مقدار و بے کیف[1] ہیں، مثلاً:

۱- اللہ کی صفت علم (جاننا) قدیم صفت اور بسیط آگاہی ہے [2]، اللہ تعالیٰ نے تمام ازلی وابدی

(۱) یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات، مقدار و کیفیت اور دیگر خواص اجسام سے پاک ہے، اسی طرح ان کی تمام صفات وافعال بھی بے مقدار ہیں یعنی تول وزن سے پاک ہیں، تول وزن جسم کا ہوتا ہے، اور اللہ کی ذات، صفات اور افعال اجسام قبیل سے نہیں، اور وہ بے کیف ہیں یعنی ان کی حالت بھی ہم نہیں جان سکتے۔

(۲) بسیط: غیر مرکب، آگاہی: جاننا۔

باتوں کو، ان کے مناسب ومخالف حالات کے ساتھ، اور جزئی وکلی کیفیات کے ساتھ، اور ہر چیز کے خاص اوقات کے ساتھ ایک ہی آن میں جان لیا ہے، اور اسی کا نام 'علم حضوری' ہے[1]۔ مثال کے طور پر زید فلاں وقت زندہ اور فلاں وقت مردہ ہے، اسی طرح اور مثالیں ہیں۔

عقیدہ: اللہ تعالیٰ کی جملہ صفات میں سے ایک صفت کلام (بات کرنا) ہے، یہ بھی بسیط ہے (حروف اور آواز سے مرکب نہیں) اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ساری کتابیں اسی صفت کی تفصیل ہیں۔

عقیدہ: خلق (پیدا کرنا) اور تکوین (وجود میں لانا) یہ دونوں بھی اللہ تعالیٰ کی خاص صفات ہیں[2]۔

عقیدہ: ممکن (مخلوق) کو دوسرے ممکن کے پیدا کرنے کی طاقت نہیں۔

عقیدہ: تمام ممکنات (مخلوقات) چاہے جوہر ہوں یا عرض[3] یا بندوں کے اختیاری افعال (کام) سب کے سب اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں[4]۔

عقیدہ: اللہ تعالیٰ نے (حکمت کے پیشِ نظر) اسباب وذرائع کو اپنے کام پر پردہ بنا رکھا ہے؛ بلکہ اپنے فعل کے ثبوت پر دلیل بنائی ہے؛ چناں چہ دانش ور حضرات جمادات[5] کے ہلنے سے ہلانے

---

(۱) ازلی: ہمیشہ سے، جس کی کوئی ابتدا نہ ہو..... ابدی: دائمی، جس کی کوئی انتہا نہ ہو..... احوالِ مناسبہ: وہ حالتیں جو ایک دوسرے کے موافق ہوں، جیسے: کھانا پینا..... احوالِ مخالفہ: وہ حالتیں جو ایک دوسرے کے مخالف ہوں، جیسے مرنا جینا..... جزئی: خاص حالات..... کلی: عام حالات..... مطلب: اللہ تعالیٰ کو مخلوقات کے جزئی وکلی، مخالف وموافق: تمام حالتوں کا علم ایک ہی آن میں حاصل ہے اور خاص اوقات سے مراد یہ ہے کہ جس فرد کو جس وقت جو حالت پیش آنے والی ہے، اور جو عوارض اس پر طاری ہونے والے ہیں: اللہ تعالیٰ کو مخلوقات کے وجود سے پہلے ہی معلوم ہیں، یہی علم حضوری ہے یعنی مخلوقات کے وجود کا محتاج نہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی آٹھ صفات ذاتیہ ہیں، وہ یہ ہیں: حیات، قدرت، علم، ارادہ، سمع، بصر، کلام اور تکوین۔ خلق اور تکوین معنی ومفہوم کے لحاظ سے قریب ہیں۔

(۳) جوہر اس چیز کو کہتے ہیں جو برقرار رہنے میں دوسری چیز کی محتاج نہ ہو، جیسے: جسم اور عرض اپنے برقرار رہنے میں دوسرے کا محتاج ہوتا ہے، جیسے: رنگ وغیرہ۔

(۴) معتزلہ بندوں کو اپنے اختیاری افعال کا خالق مانتے ہیں۔ (۵) بے جان جسم۔

والے کا سراغ لگاتے ہیں۔ اور وہ جانتے ہیں کہ یہ حرکت اس بے جان جسم کے بس میں نہیں؛ اس کے پیچھے اس کا کوئی محرک [۱] ضرور ہے۔

اسی طرح وہ عقل مند بزرگان ـــــ جن کی آنکھیں شریعت کے سرمہ سے آراستہ ہیں، وہ ـــــ جانتے ہیں کہ ایک ممکن (مخلوق) دوسرے ممکن کو پیدا نہیں کرسکتا؛ چاہے وہ کاموں میں سے کوئی کام ہو، یا اعراض میں سے کوئی عرض ہو۔ ہاں! بندوں کے اختیاری کاموں اور بے جان چیزوں کی حرکت کے درمیان اتنا فرق ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو قدرت اور ارادہ کی محض صورت بخشی ہے [۲] اس پر ایمان لانا واجب ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی عادت اس طرح جاری ہے کہ جب بھی بندہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کام کو پیدا کردیتے ہیں اور اس کو وجود میں لے آتے ہیں [۳]۔

ارادہ اور قدرت کی اسی (ظاہری) صورت کی وجہ سے بندہ کو کاسب (کرنے والا) کہتے ہیں اور مدح وذم اور ثواب وعذاب اس پر مرتب ہوتے ہیں۔

بے جان چیزوں کی حرکت اور جان دار چیزوں کی حرکت کے درمیان فرق کا انکار کفر ہے [۴] اور شریعت اور ظاہرِ عقل کے خلاف ہے۔

عقیدہ: اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو کسی بھی چیز کا خالق (پیدا کرنے والا) جاننا کفر ہے؛ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے قدریہ کو اس امت کا مجوس قرار دیا ہے۔ [۵]

عقیدہ: اللہ تعالیٰ کسی چیز میں نہ تو داخل ہوتے ہیں اور نہ کوئی چیز اس میں داخل ہوتی ہے۔

عقیدہ: اللہ تعالیٰ اپنے ذاتی احاطہ (گھراؤ) کے ذریعہ ساری کائنات کو گھیرے ہوئے ہے، وہ

---

(۱) ہلانے والا۔ (۲) عین قدرت وارادہ نہیں بخشا۔ (۳) بندوں کا اختیار ضعیف ہے۔

(۴) جمادات کی حرکت غیر اختیاری اور حیوانات کی حرکت اختیاری ہے، فرق نہ کرنا، حیوان میں اللہ کی دی ہوئی قدرت کا انکار ہے۔

(۵) اَلْقَدَرِيَّةُ مَجُوْسُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ (الحدیث) (مشکوۃ ص: ۲۲) قدریہ، معتزلہ کے ایک فرقے کا نام ہے، ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ قدرت مستقلہ کا مالک ہے؛ مگر افعالِ خیر اور شر دونوں کے خالق بندے ہیں، یہ شرک ہے۔ "مجوس" دو خدا مانتے ہیں، خیر کے خالق کو "یزداں" اور شر کے خالق کو "اہرمن" کہتے ہیں۔

ساری کائنات کے ساتھ اپنا قرب اور اپنی معیت رکھتا ہے، وہ احاطہ، قرب اور معیت ایسے ہیں جو ہماری ناقص سمجھ میں نہیں آسکتے ہیں؛ کیوں کہ احاطہ اور قرب کے جو معنی ہماری سمجھ میں آتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس کے مناسب نہیں۔

عقیدہ: اللہ تعالیٰ کے تعلق سے جن باتوں کو عارفین کاملین کشف ومشاہدہ سے معلوم کرتے ہیں، ان سے بھی اللہ تعالیٰ پاک ہیں (۱)۔ غیب (بن دیکھی چیزوں) پر ایمان لانا ضروری ہے، اور جو احوال کشف اور مشاہدہ سے معلوم ہوتے ہیں، وہ پیکر اور مثال ہوتے ہیں، ان کو بھی ''لائے نفی'' کے تحت لانا ضروری ہے، اہلِ معرفت اسی طرح فرماتے ہیں۔

پس ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں جو ساری کائنات کو گھیرے ہوئے ہے، اور (سب سے) قریب ہے، اور احاطہ، قرب اور معیت کی حقیقت ہم نہیں جانتے۔

عقیدہ: اللہ تعالیٰ کا عرش پر مستوی (قائم) ہونا؛ مؤمن کے دل میں اس کی گنجائش ہونا، اور اللہ تعالیٰ کا اخیر رات میں پہلے آسمان پر اترنا؛ یہ باتیں قرآن مجید اور احادیث میں آئی ہیں۔ اسی طرح اللہ کے ہاتھ اور چہرے کا ذکر قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ آیا ہے، ان سب پر ایمان لانا واجب ہے، ان کو ظاہری معنی پر محمول نہ کرنا چاہیے (۲)، اور اس کی تاویل بھی نہیں کرنی چاہیے، ان کی حقیقت کو علمِ الٰہی کے حوالے کرنا چاہیے۔

عقیدہ: اللہ تعالیٰ کی صفات اور ان کے افعال کے سلسلے میں انسانوں؛ بلکہ فرشتوں کے حصہ میں بھی سوائے جہالت اور حیرانی کے کچھ نہیں آیا، اور اس سلسلہ کی آیات کا انکار کفر ہے، اور تاویل کرنا جہلِ مرکب ہے (۳)۔ شعر:

دور بینانِ بارگاہِ الٰہ ❁ غیر ازیں پے نبردہ اند کہ ہست

(بارگاہِ خداوندی کے دور بین (عارفین) کو اس کے سوا کچھ معلوم نہ ہوسکا کہ: ''اللہ تعالیٰ موجود ہیں'')

---

(۱) وہ سب اللہ تعالیٰ کی صفات کی تجلیات ہیں، عین ذاتِ الٰہی نہیں ہیں۔ ''لا إله'' کی نفی میں یہ بھی شامل ہیں۔

(۲) یعنی انسانوں کی صفات کی طرح ان کو نہیں سمجھنا چاہیے۔

(۳) ایک ہے نہ جاننا اس کو جہلِ بسیط کہتے ہیں، اور ایک ہے واقعے کے خلاف جاننے کا دعوی کرنا اس کو جہلِ مرکب کہتے ہیں۔

عقیدہ: اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس کی معیت کی ایک دوسری خاص قسم ہے ـــــ جو پہلی قسم کے ساتھ محض نام میں شریک ہے ـــــ جو اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں یعنی فرشتوں، نبیوں اور ولیوں کو حاصل ہے اور عام مؤمنین بھی اس قسم کے قرب سے محروم نہیں، اور اس قرب کے درجات کی کوئی انتہا نہیں۔

عقیدہ: اچھی بُری جو چیز بھی وجود میں آتی ہے، اور ایمان وکفر اور فرمانبرداری ونافرمانی جو چیز بھی انسان کرتا ہے، وہ سب اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہوتے ہیں؛ البتہ اللہ تعالیٰ کفر اور گناہ سے راضی نہیں؛ اس لیے ان پر عذاب متعین کر رکھا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرمانبرداری اور ایمان سے راضی ہے؛ اس لیے اس پر ثواب کا وعدہ کر رکھا ہے (یاد رکھنا چاہیے کہ:) ارادہ الگ چیز ہے اور رضامندی دوسری چیز ہے۔

دُرود وسلام: ہزاروں ہزار دُرود ہو انبیائے کرام علیہم السلام پر؛ کیوں کہ اگر وہ ہستیاں مبعوث نہ ہوتیں تو کسی کو راہِ ہدایت نصیب نہ ہوتی۔ اور نہ کسی کو برحق علوم تک رسائی حاصل ہوتی۔

عقیدہ: سارے انبیائے کرام علیہم السلام برحق ہیں، ان میں اولین نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور افضل ترین نبی محمد ﷺ ہیں۔

عقیدہ: حضرت محمد ﷺ سارے انبیاء کے اخیر میں آئے ہیں۔

عقیدہ: اسراء اور معراج برحق ہیں؛ مکہ مکرمہ سے مسجد اقصیٰ کے سفر کو اسراء اور وہاں سے ساتویں آسمان اور سدرۃ المنتہیٰ (۱) کے سفر کو معراج کہتے ہیں (یہ دونوں سفر ظاہری جسم کے ساتھ بیداری کی حالت میں ہوئے ہیں) (۲)

عقیدہ: تورات، انجیل، زبور اور قرآن مجید، یہ ساری آسمانی کتابیں برحق ہیں، انبیائے کرام علیہم السلام پر نازل ہوئی ہیں، تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر، انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر، زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر اور قرآن مجید ہمارے آقا ومولیٰ حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا ہے۔

عقیدہ: حضرت ابراہیم اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام پر نازل شدہ صحیفے بھی برحق ہیں۔

عقیدہ: سارے انبیائے کرام علیہم السلام اور ساری (آسمانی) کتابوں پر ایمان لانا فرض ہے؛ البتہ ایمان لانے میں انبیائے کرام علیہم السلام اور ان پر نازل ہونے والی کتابوں اور صحیفوں کی (قطعی)

(۱) ساتویں آسمان پر ایک درخت ہے۔

(۲) اسراء کا منکر کافر اور معراج کا منکر فاسق ہے۔

تعداد کا لحاظ نہیں رکھنا چاہیے؛ اس لیے کہ ان کی تعداد دلیلِ قطعی سے ثابت نہیں۔

عقیدہ: سارے انبیائے کرام علیہم السلام صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے پاک ہیں۔

عقیدہ: رسول اللہ ﷺ سے جو باتیں دلیلِ قطعی سے ثابت ہیں، ان سب پر ایمان لانا لازم ہے۔

عقیدہ: اس بات پر بھی ایمان لانا ضروری ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے برحق اور معصوم بندے ہیں، اور گناہوں سے پاک ہیں، وہ نہ مرد ہیں، نہ عورت؛ ان کو کھانے پینے کی ضرورت نہیں۔

عقیدہ: (بعض) فرشتے وحی کو پہنچانے والے ہیں اور (بعض) عرشِ الٰہی کو تھامے ہوئے ہیں، جس فرشتے کو جو کام سپرد ہے، وہ اس میں لگے ہوئے ہیں۔

عقیدہ: انبیائے کرام علیہم السلام اور فرشتے اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سب سے بہتر اور اللہ تعالیٰ سے قریب ہیں؛ اس کے باوجود دوسری ساری مخلوقات کی طرح اتنا ہی علم اور قدرت رکھتے ہیں جتنا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمادیا ہے، اس سے زیادہ علم وقدرت نہیں رکھتے۔

تمام مسلمانوں کی طرح وہ بھی اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر ایمان رکھتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے حقائق معلوم کرنے سے اپنی بے بسی اور عاجزی کا اعتراف کرتے ہیں۔ اور بندگی کے حقوق کی ادائیگی میں توفیقِ الٰہی کے شکر گزار ہیں۔

عقیدہ: اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کو اللہ تعالیٰ کی خاص صفات میں شریک ٹھہرانا یا ان کو عبادت میں شریک بنانا کفر ہے۔

عقیدہ: جس طرح دوسرے کفار انبیائے کرام علیہم السلام کا انکار کرنے کی وجہ سے کافر ہیں، اسی طرح عیسائی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہنے کی وجہ سے کافر ہیں۔ اور مشرکینِ عرب فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ماننے کی وجہ سے اور ان کے لیے علمِ غیب کا عقیدہ رکھنے کی وجہ سے کافر ہیں۔

عقیدہ: انبیائے کرام علیہم السلام اور فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی صفات میں شریک کرنا جائز نہیں۔

عقیدہ: غیر نبی (ولی وغیرہ) کو انبیاء کی صفات میں شریک کرنا[1] جائز نہیں۔

عقیدہ: انبیائے کرام علیہم السلام اور فرشتوں کے علاوہ دوسروں کے لیے، مثلاً: صحابۂ کرامؓ، اہلِ بیتؓ اور اولیائے کرامؒ کے لیے (صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے) معصوم ہونے کو ثابت کرنا جائز نہیں[2]۔

(۱) مثلاً: معصوم ہونا، اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونا اور ان پر وحی نازل ہونا وغیرہ۔

(۲) جس طرح شیعہ، اہلِ بیت اور بارہ اماموں کو معصوم مانتے ہیں؛ ان کا یہ عقیدہ باطل ہے۔

عقیدہ: اتباع محض انبیائے کرام علیہم السلام پر منحصر ہے۔ (۱)

عقیدہ: رسول اللہ ﷺ نے جن باتوں کی خبر دی ہے ان پر ایمان لانا ضروری ہے، جن باتوں کا حکم فرمایا ہے ان پر عمل کرنا ضروری ہے، اور جن سے منع فرمایا ہے اُن سے بچنا ضروری ہے۔

عقیدہ: جس آدمی کا قول وفعل رسول اللہ ﷺ کے قول وفعل سے بال برابر بھی مخالف ہو اس کو رد کرنا ضروری ہے۔

عقیدہ: رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ قبر میں منکر ونکیر (۲) کا سوال کرنا برحق ہے۔

عقیدہ: کافروں اور بعض گنہ گار مسلمانوں کو عذاب قبر (۳) ہونا برحق ہے۔

عقیدہ: مرنے کے بعد قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونا برحق ہے۔

عقیدہ: سب کو مارنے اور پھر سب کو زندہ کرنے کے لیے صور پھونکا جانا برحق ہے؛ پہلی دفعہ کی پھونک سے آسمانوں کا پھٹ جانا، ستاروں کا جھڑ جانا؛ پہاڑوں کا اُڑ جانا اور زمین کا برباد ہو جانا برحق ہے۔

اور دوسری دفعہ کی پھونک (۴) سے مُردوں کا قبروں سے نکل پڑنا، اور دنیا کا فنا ہونے کے بعد دوبارہ پیدا ہونا برحق ہے۔

عقیدہ: قیامت کے دن کا حساب اور اعمال کا ترازو میں تولا جانا اور جسم کے اعضاء کا گواہی دینا برحق ہے۔

عقیدہ: دوزخ کے اوپر پُل (صراط) پر سے گزرنا برحق ہے، یہ تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے

---

(۱) ائمہ اربعہ کی تقلید درحقیقت نبی ﷺ ہی کی تقلید ہے؛ اس لیے کہ ائمہ نے قرآن وحدیث سے ہٹ کر کوئی بات نہیں کہی ہے۔

(۲) مُنْکَرٌ (غیر معروف) اسم مفعول ہے اور نکیر کے بھی یہی معنی ہیں، یہ فعیل کے وزن پر مفعول کے معنی میں ہے، یہ فرشتے کفار وفساق کے پاس نامعلوم اور غضب ناک صورت میں آئیں گے۔ اور نیک بندوں کے پاس جو فرشتے آئیں گے ان کے نام مُبَشِّرٌ (خوش خبری دینے والا) اور بَشِیْرٌ (خوش خبری دینے والا) ہیں۔

(۳) قبر سے مراد برزخ ہے، اگر مردے کو دفن نہ کیا جائے تب بھی عذاب ہوگا۔

(۴) دونوں پھونک کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہوگا، ان کے درمیان دنیا کی کوئی چیز باقی نہ رہے گی۔

زیادہ باریک ہوگا؛ اس پر سے بعض بجلی کی طرح؛ بعض ہوا کی طرح؛ بعض تیز رفتار گھوڑے کی طرح اور بعض آہستہ گزر جائیں گے اور بعض لوگ (کٹ کر) دوزخ میں گر پڑیں گے۔

عقیدہ: انبیائے کرام، اولیائے عظام، اور صالحین امت کی سفارش برحق ہے۔

عقیدہ: حوضِ کوثر برحق ہے؛ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا، اس پر ستاروں کی طرح (چمک دار) پیالے ہوں گے، جو خوش نصیب اس کو (ایک بار) پی لے گا، دوبارہ پیاس نہ لگے گی۔

عقیدہ: اللہ تعالیٰ اگر چاہیں گے تو گناہ کبیرہ کو بغیر توبہ کے معاف فرمادیں گے اور اگر چاہیں گے تو گناہ صغیرہ پر عذاب دیں گے؛ جو آدمی اخلاص کے ساتھ توبہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا گناہ حسب وعدہ معاف فرمادیتے ہیں۔

عقیدہ: کفار ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں رہیں گے۔

عقیدہ: گنہ گار مسلمان اگر دوزخ میں داخل بھی ہوں گے تو جلد یا دیر سے بالآخر دوزخ سے نکل آئیں گے، اور جنت میں داخل ہوجائیں گے، پھر ہمیشہ ہمیش جنت ہی میں رہیں گے۔

عقیدہ: مسلمان گناہ کبیرہ کرنے کی وجہ سے کافر نہیں ہوتے ہیں اور نہ ایمان سے خارج ہوتے ہیں (بلکہ فاسق ہوجاتے ہیں)

عقیدہ: دوزخ کے عذاب کی قسمیں جو نبی کریم ﷺ نے بتائی ہیں اور جن کی صراحت قرآن کریم میں ہے، سب برحق ہیں؛ مثلاً: سانپ، بچھو، زنجبیر، طوق، آگ، گرم پانی، زقوم[1] اور دوزخیوں کے بدن کا خون، پیپ وغیرہ۔

عقیدہ: جنت کی سب سے بڑی اور عمدہ نعمت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے، مسلمان اللہ تعالیٰ کو کھلم کھلا دیکھیں گے؛ لیکن خدا کی ذات سمت، کیفیت اور مثال سے پاک اور منزہ ہوگی[2]۔

عقیدہ: رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی پوری شریعت کو دل وجان سے ماننے، قبول کرنے اور

---

(۱) ایک قسم کا کانٹے دار درخت، تھوہر۔

(۲) عام مسلمانوں کو ہفتہ میں ایک دن اور خاص مسلمانوں کو روزانہ صبح وشام دیدار ہوگا۔ اور مردوں کی طرح عورتوں کو بھی یہ شرف حاصل ہوگا۔

زبان سے اقرار کرنے کا نام "ایمان" ہے؛ لیکن ضرورت کے وقت (۱) زبانی تصدیق ساقط ہو جاتی ہے۔

عقیدہ: سارے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عادل ہیں؛ جب بھی ان میں سے کسی سے کوئی گناہ ہوا، انھوں نے توبہ کی اور وہ معاف کر دیے گئے۔

عقیدہ: قرآن مجید کی آیات اور متواتر احادیث (۲) صحابہ کرامؓ کی مدح سے لبریز ہیں، قرآن مجید میں ہے کہ صحابہ کرامؓ آپس میں اُلفت ومحبت کے ساتھ رہتے تھے اور کفار پر دلیر اور سخت گیر تھے، جو شخص صحابہ کرامؓ کو آپس میں بغض ودشمنی رکھنے والا سمجھے وہ قرآن مجید کا منکر ہے۔ اور جو شخص ان کے ساتھ بغض ودشمنی رکھتا ہے قرآن مجید میں اس کو کافر کہا گیا ہے۔

عقیدہ: صحابہ کرامؓ وحی کی حفاظت کرنے والے اور قرآن مجید کو (بعد والوں کی طرف) منتقل کرنے والے ہیں؛ جو شخص صحابہ کرامؓ کا منکر ہوگا، اس کے لیے قرآن مجید پر اور اس کے علاوہ ایمان سے متعلق متواتر باتوں پر ایمان لانا ممکن نہیں ہے۔

عقیدہ: نصوص اور اجماع صحابہؓ سے یہ بات ثابت ہے کہ سارے صحابہ کرامؓ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو (رسول اللہ ﷺ کے بعد) سب سے افضل سمجھ کر ان کے ہاتھ پر بیعت کی (۳)۔

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد ان کے اشارہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی بنا پر اُن کی خلافت پر اجماع کیا۔

اور حضرت عمرؓ کے بعد تین دن تک صحابہ کرامؓ نے آپس میں مشورہ کیا پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو افضل جان کر ان کی خلافت پر اجماع کیا اور سب نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔

اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بعد مدینہ منورہ میں موجود سارے مہاجرین وانصار صحابہ کرامؓ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے بیعت ہوئے۔

---

(۱) مثلاً: جان سے مارے جانے یا اعضاء کے کاٹے جانے کی یقینی دھمکی کے وقت۔

(۲) متواتر ایسی روایت کو کہتے ہیں جس کے راوی کی تعداد شروع سے آخر تک اتنی ہو کہ اُن کا جھوٹ پر متفق ہونا عقلاً ممکن نہ ہو۔

(۳) ترتیب وار چاروں خلفاء افضل ہیں، پھر عشرۂ مبشرہ، پھر اہل بدر، پھر اہل اُحد، پھر بیعتِ رضوان والے، پھر سابقین اولین، پھر دونوں قبلہ کی طرف نماز پڑھنے والے، پھر بقیہ صحابہ کرامؓ۔

عقیدہ: جس شخصیت نے حضرت علیؓ سے جنگ کی وہ (اجتہادی) غلطی پر تھے[1]۔

عقیدہ: صحابہ کرامؓ کے ساتھ بدگمانی نہیں کرنی چاہیے، ان کے آپسی اختلافات کو اچھے مفہوم پر رکھنا چاہیے، اور ہر ایک کے ساتھ محبت وعقیدت رکھنی چاہیے۔

نوٹ: مذکورہ بالا عقائد اہل السنہ والجماعہ کے ہیں۔

نماز کی اہمیت

عقائد کی درستگی کے بعد بہترین عبادت نماز ہے

حدیث (۱): حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ[2] ترجمہ: بندہ اور کفر کے درمیان (جوڑ پیدا کرنے والی چیز) نماز چھوڑنا ہے، یعنی نماز چھوڑنا بندے کو کفر تک پہنچا دیتا ہے۔

حدیث (۲): حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الْعَهْدُ الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلَاةُ، فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ[3] ترجمہ: ہمارے اور اُن (کافروں) کے درمیان عہد و پیمان نماز ہے، پس جس شخص نے نماز چھوڑی اس نے کفر کیا۔

حدیث (۳): حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَوْصَانِي خَلِيلِي: أَنْ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ وَإِنْ قُطِّعْتَ وَحُرِّقْتَ، وَلَا تَتْرُكْ صَلَاةً مَكْتُوبَةً مُتَعَمِّدًا، فَمَنْ تَرَكَهَا مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَلَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ فَإِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ ترجمہ: میرے سچے دوست ﷺ نے مجھے وصیت (نصیحت) فرمائی کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ بنا، چاہے تجھے کاٹ دیا جائے اور جلا دیا جائے، اور جان بوجھ کر فرض نماز مت چھوڑ؛ اس لیے کہ جس شخص نے جان بوجھ کر نماز

---

(۱) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اجتہادی غلطی ہوگئی، ایسی غلطی معاف ہے۔

(۲) صحیح مسلم (مکتوبہ ص: ۵۸)

(۳) مسند احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ (مکتوبہ ص: ۵۸) محض سستی کی وجہ سے چھوڑے تو فاسق ہوگا اور فرض ہونے کا عقیدہ نہ رکھے تو کافر ہو جائے گا۔

الذِّمَّةُ.(۱) چھوڑ دی، اس سے (اللہ تعالیٰ کی) ضمانت ختم ہوگئی۔

حدیث (۴): حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن نماز کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهُ نُوْرًا وَبُرْهَانًا وَنَجَاةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ لَمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ تَكُنْ لَهُ نُوْرًا وَبُرْهَانًا وَلَا نَجَاةً وَكَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ قَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَأُبَيِّ ابْنِ خَلَفٍ.(۲)

ترجمہ: جو شخص (فرض) نماز کی حفاظت کرتا ہے، اس کے لیے قیامت کے دن نماز نور، (ایمان کی) دلیل اور نجات (کا سبب) ہوگی۔ اور جو شخص نماز کی حفاظت نہیں کرتا، اس کے لیے (قیامت کے دن) نماز نہ تو نور ہوگی، نہ دلیل اور نہ ہی نجات (کا سبب) اور وہ شخص قیامت کے دن قارون، فرعون، ہامان اور اُبی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔

حدیث (۵): حضرت عبد اللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نماز کے سوا کسی چیز کے بارے میں یہ رائے نہیں رکھتے تھے کہ اُس کا چھوڑنا کفر ہے(۳)۔

مذکورہ بالا احادیث کے پیشِ نظر امام احمد بن حنبلؒ جان بوجھ کر ایک نماز چھوڑنے والے کو کافر کہتے ہیں، اور امام شافعیؒ ایسے شخص پر کفر کا حکم تو نہیں لگاتے؛ البتہ قتل کیے جانے کی رائے رکھتے ہیں اور امام اعظمؒ کے نزدیک ایسے شخص کو مسلسل قید میں رکھنا واجب ہے؛ تا آں کہ (نماز چھوڑنے سے) توبہ کرلے۔ واللہ اعلم

نماز کے شرائط وارکان:

نماز کے لیے چند شرطیں اور اس کے چند ارکان ہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ (آئندہ) انھیں ذکر کیا جائے گا، نماز کی شرطوں میں سے بدن کا نجاستِ حقیقی وحکمی سے پاک ہونا ہے، کپڑے اور جگہ کا پاک ہونا بھی شرط ہے، لہٰذا پہلے طہارت کے مسائل سیکھنے چاہئیں!

---

(۱) حدیث میں آگے ہے: ولاتَشْرَبِ الخَمْرَ، فَإِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شرٍ۔ اور شراب مت پی؛ اس لیے کہ یہ ہر بُرائی کی کنجی ہے (ابن ماجہ: ۴۰۸۳، ج:۲، ص:۲۸۸ باب الصبر على البلاء، أبواب الفتن)

(۲) مسند احمد، دارمی، بیہقی (مشکوٰۃ، ص:۵۹) (۳) ترمذی (مشکوٰۃ، ص:۵۹)

كِتَابُ الطَّهَارَةِ

(پاکی کا بیان)

وضو کا بیان

وضو کے فرائض: وضو میں چار چیزیں فرض ہیں:

۱- چہرہ دھونا (لمبائی میں) سر کے بالوں سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور (چوڑائی میں) دونوں کانوں تک۔

۲- دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھونا۔

۳- چوتھائی سر کا مسح کرنا۔

۴- دونوں پیر ٹخنے سمیت دھونا۔

ڈاڑھی اگر گھنی ہو تو ڈاڑھی کے بالوں کے نیچے پانی پہنچانا ضروری نہیں۔ (۱)

ان چاروں اعضاء میں سے اگر ناخن کی مقدار (۲) بھی خشک رہ جائے تو وضو نہ ہوگا۔

فائدہ: امام شافعی، امام احمد اور امام مالک رحمہم اللہ کے نزدیک وضو میں نیت اور ترتیب بھی فرض ہے، اور امام مالکؒ کے نزدیک پے بہ پے (۳) دھونا بھی فرض ہے، اور امام احمدؒ کے نزدیک "بسم اللہ" پڑھنا، کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھی فرض ہے، اور امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک پورے سر کا مسح کرنا فرض ہے؛ پس احتیاط اسی میں ہے کہ یہ سب کام کیے جائیں۔

---

(۱) ڈاڑھی کا جو حصہ چہرے کے دائرے میں ہے، اس کا اوپر سے دھونا فرض ہے اور خلال کرنا سنت ہے۔

(۲) "مقدار ناخن" سے ناخن کی حقیقی مقدار مراد نہیں ہے؛ بلکہ اس کے ذریعہ کم سے کم کی تعبیر کی گئی ہے، مطلب یہ ہے کہ اگر سوئی کے ناکے کے برابر بھی سوکھا رہ گیا تو وضو نہ ہوگا۔

(۳) لگاتار وضو، یعنی ایک عضو دھونے کے بعد، اس کے سوکھنے سے پہلے دوسرا عضو دھونا۔

وضو کی سنتیں:

وضو میں درج ذیل چیزیں سنت ہیں:

۱- پہلے دونوں ہاتھ گٹوں تک تین بار دھونا۔

۲-(شروع میں) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہنا[1]۔

۳-تین بار کلی کرنا۔

۴-مسواک کرنا۔

۵-تین بار ناک میں پانی ڈالنا اور ناک صاف کرنا۔

۶-تین بار پورا چہرہ دھونا۔

۷-تین تین بار دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھونا۔

۸-ایک بار پورے سر کا مسح کرنا۔

۹-سر کے ساتھ دونوں کانوں کا بھی مسح کرنا؛ لیکن کانوں کے مسح میں نیا پانی لینا شرط نہیں۔

۱۰-ٹخنوں سمیت دونوں پیروں کو تین تین بار دھونا۔

موزوں پر مسح:

اگر پیر میں (چمڑے کا) موزہ پہنے ہوئے ہو اور موزہ مکمل پاکی حاصل کرنے (وضو) کے بعد پہنا ہو تو جائز ہے کہ پہلا وضو ٹوٹنے کے وقت سے مقیم پورے ایک دن ایک رات تک اور مسافر پورے تین دن، تین رات تک موزہ پیر سے نہ نکالے اور مسح کرتا رہے۔

مسئلہ: اگر موزہ اتنا پھٹا ہو کہ چلتے وقت پیر کی تین (چھوٹی) انگلیوں[2] کی مقدار کھل جاتی ہو تو اس پر مسح جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص باوضو ہو اور ایک موزہ کو پیر سے اتنا کھینچے کہ پیر کا اکثر حصہ موزہ سے باہر

---

(۱) اگر کوئی شخص شروع میں "بسم اللہ" بھول جائے اور درمیان میں یاد آنے پر پڑھ لے تو سنت ادا نہ ہوگی؛ اس لیے کہ پورے وضو کو ایک ہی عمل مانا گیا ہے؛ لیکن کھانے میں ہر لقمہ مستقل عمل ہے (حاشیہ نور الایضاح ص:۳۴)

(۲) اگر انگلیوں کے پاس پٹن ہو تو تین انگلیاں خواہ موٹی ہوں یا چھوٹی، ان کا کھلنا شرط ہے، اور اگر پٹن انگلیوں سے ہٹ کر ہو تو تین چھوٹی انگلیوں کی مقدار کھلنا عدم جواز کے لیے شرط ہے (حاشیہ نور الایضاح ص:۴۷)

آجائے، یا موزہ کے مسح کی مدت پوری ہوجائے تو دونوں صورتوں میں دونوں موزوں کو نکال کر دونوں پیروں کو دھوئے، پورے وضو کا لوٹانا ضروری نہیں، ہاں! امام مالکؒ کے نزدیک ضروری ہے۔

موزہ پر مسح کا طریقہ

پیر کے اوپری حصہ پر تین انگلیوں کی مقدار مسح کرنا فرض ہے، اور سنت یہ ہے کہ ہاتھ کی پانچوں انگلیوں کو پیر کی انگلیوں کے سرے سے پنڈلی تک کھینچے، اور یہ امام احمدؒ کے نزدیک فرض ہے؛ اس لیے احتیاط اسی میں ہے۔

وضو کی دعا:

وضو پورا کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے:

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ، سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوْبُ إِلَيْكَ.

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اے اللہ! مجھے خوب توبہ کرنے والوں میں سے بنا! اور مجھے خوب پاکی کا اہتمام کرنے والوں میں سے بنا! اے اللہ! آپ کی حمد کے ساتھ آپ کی پاکی بیان کرتا ہوں، میں آپ ہی سے معافی مانگتا ہوں، اور آپ ہی کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

وضو توڑنے والی چیزیں

درج ذیل چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے:

۱- جو بھی چیز پیشاب یا پاخانہ کے راستے سے نکلے۔

۲- بہنے والی نجاست (مثلاً: خون، پیپ وغیرہ) جو پورے بدن کے کسی بھی حصہ سے نکلے، اور اس جگہ تک بہ جائے جس کا دھونا (وضو یا غسل میں) فرض ہے۔

۳- منہ بھر قے کرنا[1]، خواہ کھانے کی ہو، یا پانی کی، یا پت کی، یا جمے ہوئے خون کی؛ مگر بلغم کی قے

(۱) منہ بھر ہونے کا مطلب اصح قول کے مطابق یہ ہے کہ: منہ میں قے کی مقدار اتنی ہو کہ منہ بند کرنا مشکل ←

سے وضو نہیں ٹوٹتا؛ البتہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اگر بلغم پیٹ سے منہ بھر نکلے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

۴- اگر خون تھوک میں نکلے اور تھوک کے رنگ کو سرخ کردے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

۵- اگر قے تھوڑی تھوڑی کئی بار ہو تو امام محمدؒ کے نزدیک اگر ایک ہی متلی سے ہوئی ہو تو ساری قے کا مجموعی طور پر اندازہ لگایا جائے گا[1]۔

اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر مجلس ایک ہو تو ساری قے کا مجموعی طور پر اندازہ لگایا جائے گا۔

۶- چت سونا، یا کروٹ کے بل سونا، یا ایسی چیز پر ٹیک لگا کر سونا[2] کہ اگر اُسے ہٹا دیا جائے تو آدمی گر پڑے (یہ سب) وضو توڑ دیتے ہیں۔

البتہ کھڑے کھڑے سونا، یا بلا ٹیک لگائے بیٹھے بیٹھے سونا (جب کہ سرین زمین سے لگا رہے) یا مردوں کے لیے مسنون طریقہ پر سجدہ کی حالت میں سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ خواہ مرد سوے یا عورت اور عورتوں کے لیے مسنون طریقے پر سجدہ میں سونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، خواہ مرد سوئے یا عورت[3]۔

۷- پاگل ہو جانے، بے ہوشی اور نشہ سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

۸- رکوع اور سجدہ والی نماز میں بالغ (مرد یا عورت) کا قہقہہ لگا کر ہنسنا وضو کو توڑ دیتا ہے۔

۹- مباشرتِ فاحشہ (مرد اور عورت کا برہنہ ہو کر مخصوص اعضاء کا لگانا، داخل کیے بغیر) وضو کو توڑ دیتا ہے۔

۱۰- بے پردہ اپنی شرم گاہ کو چھونے؛ اسی طرح عورت کو بلا ضرورت ہاتھ لگانے سے امام اعظم

← ہو (نور الایضاح ص: ۳۷)

(۱) پس اگر منہ بھر کر ہونے کی مقدار ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا؛ ورنہ نہیں؛ یہی قول راجح ہے۔

(۲) جب کہ سرین زمین سے اچھی طرح نہ لگی ہو۔

(۳) عورت کا سجدہ زمین سے لگ کر ہوتا ہے، اس حالت میں جسم ڈھیلا پڑ جاتا ہے اور ریح کے خارج ہونے کا امکان بڑھ جاتا ہے، مرد کے سجدۂ مسنونہ میں دونوں بازو، پیٹ اسی طرح ران زمین سے الگ رہتے ہیں؛ اس لیے ریح نکلنے کا احتمال نہیں ہوتا۔

رحمہ اللہ کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے؛ البتہ دوسرے ائمہ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے (اس لیے احتیاط بہتر ہے)

۱۱- اونٹ کا گوشت کھانے سے امام احمدؒ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے، پس احتیاط بہتر ہے۔

غسل کے مسائل

غسل میں پورے بدن کا دھونا، کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا فرض ہے۔ اور درج ذیل چیزیں سنت ہیں:

۱- غسل شروع کرنے سے پہلے ہاتھ دھونا۔

۲- نجاست حقیقیہ کو بدن سے صاف کرنا۔

۳- پھر وضو کرنا۔

۴- اور اگر ایسی جگہ غسل کر رہا ہو، جہاں غسل کا پانی جمع ہو رہا ہو تو پیروں کو غسل کے بعد دھونا۔

۵- تین بار پورے بدن پر پانی بہانا۔

گوندھے ہوئے بالوں کا حکم:

عورتوں پر گوندھے ہوئے بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچانا فرض ہے؛ گوندھے ہوئے بالوں کو کھولنا ضروری نہیں؛ البتہ مرد کے بال اگر گوندھے ہوئے ہوں تو ان کو کھولنا اور سارے بالوں کو دھونا فرض ہے۔

غسل واجب کرنے والی چیزیں:

۱- ولی سے غسل واجب ہو جاتا ہے؛ خواہ عورت یا مرد کے آگے کے راستے میں ہو یا پیچھے کے راستے میں، غسل واجب ہونے کے لیے ولی میں منی نکلنا شرط نہیں۔

۲- نیند یا بیداری کی حالت میں شہوت کے ساتھ کود کر منی نکلنے سے (غسل واجب ہو جاتا ہے) بلا منی نکلے محض خواب دیکھنے سے غسل واجب نہیں ہوتا۔

۳- حیض یا نفاس کا خون نکلنا جب بند ہو جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔

حیض، نفاس اور استحاضہ[1] کے مسائل

"حیض" کی کم سے کم مدت تین دن رات اور زیادہ سے زیادہ دس دن رات ہے، اور "نفاس" کی مدت زیادہ سے زیادہ چالیس دن رات ہے اور کم سے کم کی کوئی حد نہیں۔ اس مدت کے درمیان "خالص سفیدی" کے علاوہ خون کا کوئی بھی رنگ ہو؛ حیض اور نفاس کا خون ہی شمار ہوگا۔ اور (دو حیض کے درمیان) پاکی کی کم سے کم مدت پندرہ دن ہے۔

مسئلہ: وہ خون جو حیض (کی صورت) میں تین دن سے کم اور دس دن سے زیادہ نظر آئے؛ اور وہ خون جو نفاس (کی صورت) میں چالیس دن سے زیادہ نظر آئے "استحاضہ" (بیماری) کا خون کہلاتا ہے، جو نماز اور روزہ وغیرہ کے لیے مانع نہیں۔

مسئلہ: اگر کسی عورت کو اس کی عادت سے زیادہ حیض آنے لگے تو دس دن تک (حیض مانا جائے گا) بیماری (کا خون) نہیں کہلائے گا، اور اگر دس دن سے زیادہ آئے تو عادت (کے دنوں) سے جو بھی زیادہ ہوگا، سب "استحاضہ" کہلائے گا۔

مسئلہ: جس عورت کو شروع ہی میں دس دن سے زیادہ خون آئے، تو ابتدائی دس دن حیض کے مانے جائیں گے اور باقی دنوں کا خون استحاضہ کہلائے گا۔

مسئلہ: حیض اور نفاس کی عادت کے درمیان پاکی (خون نہ آنا) حیض اور نفاس (کے حکم میں مانا جاتا) ہے۔

مسئلہ: حیض اور نفاس کی وجہ سے نماز معاف ہو جاتی ہے، اس کی قضا واجب نہیں، اور حیض اور نفاس کی حالت میں روزہ رکھنا منع ہے؛ البتہ روزہ کی قضا واجب ہے۔

حیض اور نفاس کی حالت میں جماع:

حیض اور نفاس کی حالت میں وطی (جماع) کرنا حرام ہے؛ البتہ استحاضہ میں حرام نہیں ہے۔

---

(۱) حیض (ماہواری): ایسے خون کو کہتے ہیں جو بالغ عورت کی بچہ دانی سے نکلتا ہے، جب کہ اسے خون نکلنے کا مرض نہ ہو، حمل بھی نہ ہو اور وہ بچپن، ساٹھ سال کی عمر کو نہ پہنچی ہو۔ نفاس: ولادت کے بعد نکلنے والے خون کو نفاس کہتے ہیں۔ استحاضہ: ایسے خون کو کہتے ہیں، جو نہ تو حیض ہو اور نہ نفاس؛ بلکہ بیماری کی وجہ سے نکلتا ہو۔

حیض (کا خون) اگر دس دن سے پہلے بند ہو جائے تو عورت کے غسل کے بغیر وطی جائز نہیں ہے؛ مگر جب کہ ایک نماز کا وقت گزر جائے۔

اور دس دن کے بعد خون بند ہونے کی صورت میں امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک بلا غسل بھی وطی کرنا جائز ہے، اور اکثر ائمہ کے نزدیک بلا غسل وطی جائز نہیں ہے۔

قرآن مجید کا پڑھنا، چھونا، مسجد میں داخل ہونا اور طواف کرنا

بے وضو (ہونے کی حالت میں) قرآن مجید کا بے پردہ چھونا جائز نہیں ہے؛ البتہ زبانی تلاوت کرنا جائز ہے۔ اور جنابت، حیض اور نفاس کی حالت میں قرآن مجید کا زبانی تلاوت کرنا بھی جائز نہیں ہے؛ اسی طرح مسجد میں داخل ہونا اور خانۂ کعبہ کا طواف کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

پاکی، ناپاکی کے مسائل

نجاست خفیفہ: ایسے جانور کا پیشاب جن کا گوشت حلال ہے؛ گھوڑے کا پیشاب اور حرام پرندوں کی بیٹ نجاست خفیفہ ہے۔

حکم: کپڑے (کے جس حصے میں نجاست لگی ہو اس) کے چوتھائی حصہ سے کم معاف ہے؛ یعنی اگر (کرتے کا) تختہ[1] یا دامن، یا کلی، یا آستین چوتھائی سے کم نجاست سے آلودہ ہو جائے تو وہ نماز کے لیے مانع نہ ہوگی، اس کے ساتھ نماز درست ہو جائے گی؛ البتہ (اتنی نجاست) پانی کو ناپاک کر دے گی۔

مسئلہ: پالتو مرغ اور بلغ کے علاوہ تمام حلال پرندوں کی بیٹ پاک ہے۔

نجاست غلیظہ: انسان کا پیشاب نجاست غلیظہ ہے؛ چاہے بچے کا ہو۔ گدھے اور حرام جانوروں کا پیشاب، آدمی کا پاخانہ اور (حرام) چوپایوں کا گوبر نجاست غلیظہ ہے، اسی طرح ہر جانور کا بہنے والا خون، انگور کی شراب اور منی نجاست غلیظہ ہیں۔

حکم: رقیق (پتلی) نجاست غلیظہ میں درہم کی مقدار یعنی ہتھیلی کی چوڑائی[2] کے برابر معاف ہے،

---

(۱) تختہ: کرتا کے دامن سے اوپر والے حصہ کو کہتے ہیں؛ خواہ آگے کا ہو یا پیچھے کا۔

(۲) اس سے ہتھیلی کی گہرائی والا حصہ مراد ہے؛ جو انگلیوں کی جڑوں سے شروع ہوتا ہے، گولائی میں اس کی مقدار روپے کے سکے کے برابر ہوتی ہے، یہ قول صحیح اور قابل اعتماد ہے۔

اور گاڑھی نجاست غلیظہ میں ساڑھے چار ماشہ (ایک درہم [1]) کی مقدار معاف ہے؛ البتہ ان سے پانی ناپاک ہوجاتا ہے۔

جھوٹے کا حکم: آدمی کا جھوٹا پاک ہے؛ چاہے وہ غیر مسلم کا ہو، اسی طرح گھوڑے اور حلال جانوروں کا جھوٹا اور ان سب کا پسینہ پاک ہے، گدھے اور خچر کا پسینہ بھی پاک ہے، بلی، چوہا اور دوسرے گھریلو جانور، مثلاً: چھپکلی وغیرہ کا جھوٹا اور حرام پرندوں کا جھوٹا مکروہ ہے۔

سؤر، کتا اور ہاتھی کا جھوٹا ناپاک ہے، اسی طرح بلی کے علاوہ سارے حرام چوپایوں کا جھوٹا ناپاک ہے۔

پیشاب کی چھینٹ: پیشاب کی چھینٹ اگر سوئی کے ناکے کے برابر پڑ جائے تو معاف ہے (اگرچہ چھینٹیں زیادہ ہوں)

پانی کے مسائل

صرف پاک پانی کے ذریعہ نجاست حکمیہ سے پاکی حاصل کی جاسکتی ہے؛ پاک پانی خواہ آسمان سے برسے یا زمین سے نکلے، جیسے دریا، کنواں اور چشمہ کا پانی؛ پس درخت یا پھل کے پانی سے پاکی حاصل نہ ہوگی، جیسے تربوز، انگور اور کیلے کا پانی۔

مسئلہ: پانی میں اگر مٹی یا صابن یا زعفران جیسی چیز مل جائے تو اس سے وضو کرنا جائز ہے؛ البتہ اگر (مذکورہ چیزوں کے ملنے کی وجہ سے) پانی کی رقت (پتلا پن) ختم ہوجائے (تو وضو اور غسل درست نہ ہوں گے) اور اگر پانی میں (کوئی چیز) پانی کے برابر یا پانی سے زیادہ مل جائے؛ جیسے آدھے لیٹر پانی میں آدھا لیٹر (عرق) گلاب مل جائے، یا (ملنے کی وجہ سے) پانی کا نام ختم ہوجائے، اس کو شوربا، گلاب، یا سرکہ وغیرہ کہا جائے تو ان صورتوں میں اس پانی سے وضو اور غسل کرنا بالاجماع جائز نہ ہوگا؛ البتہ اس سے ناپاک کپڑے وغیرہ کو دھونا امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے، اور امام محمد اور امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک جائز نہیں۔

مسئلہ: گاڑھی خشک مٹی اگر کپڑے سے کھرچ دی جائے تو کپڑا پاک ہوجائے گا، اور تلوار

(۱) ایک درہم کی مقدار تین گرام، اکسٹھ ملی گرام، آٹھ میکرو گرام ہے۔

وغیرہ دھات کے برتن پر ناپاکی لگ جائے تو مٹی سے پونچھنے سے پاک ہوجاتی ہے، اور ناپاک زمین اگر خشک ہوجائے اور نجاست کا اثر باقی نہ رہے تو نماز پڑھنے کے لیے پاک ہوجاتی ہے؛ البتہ تیمم کے لیے پاک نہیں ہوتی؛ اسی طرح دیوار، بچھائی ہوئی اینٹ، درخت اور لگی ہوئی گھاس (پاک ہوجاتے ہیں) مگر کٹی ہوئی گھاس دھوئے بغیر پاک نہیں ہوتی۔

نجاست مرئیہ اور غیر مرئیہ کی پاکی کا طریقہ:

مرئیہ (نظر آنے والی) نجاست کو اگر اتنا دھویا جائے کہ اس کے اجزاء زائل ہوجائیں تو امام اعظمؒ کے نزدیک وہ پاک ہوجائے گی، اور بعض فقہائے کرامؒ کے نزدیک اجزائے نجاست کے زائل ہونے کے بعد بھی تین بار دھونا چاہیے اور ہر بار اگر ممکن ہو تو نچوڑنا (بھی) چاہیے، ورنہ اتنا خشک کرنا چاہیے کہ قطرے ٹپکنا بند ہوجائیں۔ اور غیر مرئیہ (نظر نہ آنے والی) نجاست کو تین بار یا سات بار دھونا چاہیے اور ہر بار نچوڑنا چاہیے۔

مسئلہ: گوبر اگر جل کر راکھ ہوجائے تو امام محمدؒ کے نزدیک پاک ہوجاتا ہے، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پاک نہیں ہوتا۔

مسئلہ: گدھا اگر نمک کی کان میں گر کر نمک ہوجائے تو امام محمدؒ کے نزدیک پاک ہوجاتا ہے؛ البتہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پاک نہیں ہوتا۔

مسئلہ: مُردار کی کھال دباغت کے بعد پاک ہوجاتی ہے۔

جاری پانی اور کثیر پانی کا حکم:

جاری پانی اور کثیر پانی[1] میں نجاست گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا، اسی طرح نجاست پر سے پانی کے گزر جانے سے بھی پانی ناپاک نہیں ہوتا؛ البتہ اگر نجاست کا رنگ یا مزہ یا بو پانی میں ظاہر ہوجائے تو وہ پانی ناپاک ہوجائے گا۔

مسئلہ: اگر کتا جاری پانی کی نالی میں بیٹھا ہو یا اس نالی میں مردار پڑا ہو یا پرنالا کے قریب نجاست پڑی ہو اور بارش میں چھت کا پانی اس پرنالے سے بہ رہا ہو تو اگر پانی کی زیادہ مقدار کتے اور

(۱) کثیر پانی کی مقدار آگے آرہی ہے۔

نجاست سے مل کر بہہ رہی ہو تو پانی ناپاک ہو جائے گا، ورنہ پاک رہے گا۔

کم پانی کا حکم: تھوڑا پانی تھوڑی نجاست سے (بھی) ناپاک ہو جاتا ہے۔

کثیر پانی کی مقدار: اکثر ائمہ کے نزدیک دو قلّے (مٹکے) پانی کثیر ہے، دو قلّے پانچ مَشک کے برابر ہوتے ہیں، اور ہر مَشک سو رطل کی ہوتی ہے، اور رطل کا وزن علاقے کے لحاظ سے مختلف ہے؛ پس دو قلّوں کا وزن پانچ من پچیس سیر ہوا۔

اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اگر پانی کا پھیلاؤ اتنا ہے کہ اس کے ایک کنارے کو حرکت دینے سے دوسرا کنارہ حرکت نہیں کرتا تو وہ کثیر پانی ہے، اور بعد میں فقہاء نے اس کی مقدار دہ در دہ تجویز کی ہے یعنی حوض کا ہر کنارہ دس ہاتھ ہو اور مربع سو ہاتھ ہو اور ہاتھ ڈیڑھ فٹ کا ہوتا ہے[1]۔

اگر کنویں میں جانور گر کر مر جائے:

اگر کوئی جانور کنویں میں گر کر مر جائے[2] اور پھول یا پھٹ جائے تو اس کنویں کا سارا پانی نکالا جائے گا اور اگر پھولے پھٹے نہیں تو اگر وہ جانور بڑا ہے، جیسے: بلی یا اس سے بڑا جانور تو بھی کنویں کا سارا پانی نکالا جائے گا، اور اس طرح اگر کبوتر جیسے تین جانور گر جائیں تو بھی کنویں کا سارا پانی نکالا جائے گا۔

اور اگر جانور چھوٹا ہو، جیسے: چوہا اور گوریا (چڑیا) تو اس کے مرنے سے بیس سے تیس ڈول اور کبوتر جیسے جانور میں چالیس سے ساٹھ ڈول پانی نکالا جائے گا۔

نوٹ: اور تین گوریا (چڑیا) ایک کبوتر کا حکم رکھتی ہیں۔ واللہ اعلم

تیمّم کے مسائل

اگر نمازی (پانی سے) ایک میل شرعی (دو ہزار گز انگریزی[3]) دور ہونے کی وجہ سے پانی (کے استعمال) پر قادر نہ ہو؛ یا بیمار ہو، یا شفا میں دیر ہونے؛ یا بیماری کے بڑھنے کے ڈر سے؛ یا دشمن یا درندہ کے ڈر سے؛ یا پیاس کے خوف سے؛ یا ڈول یا رسی میسر نہ ہونے کی وجہ سے (پانی کے استعمال پر قادر نہ ہو)

(۱) اس طرح دہ در دہ کی پیائش دو سو پچیس مربع فٹ ہوگی، اور میٹر کے حساب سے بیس میٹر لمبا بیس میٹر چوڑا ہوگا۔

(۲) اور اگر کوئی حلال جانور گر کر زندہ نکل آئے اور اس کے بدن پر کوئی نجاست لگی نہ ہو تو کنواں ناپاک نہ ہوگا۔

(۳) دو ہزار گز انگریزی: ایک کلومیٹر، آٹھ سو اٹھائیس میٹر اور اسّی سینٹی میٹر کا ہوتا ہے (الاوزان المحمودہ ص: ۹۴)

تو اس کے لیے وضو اور غسل کی جگہ جنس زمین سے تیمم کر لینا درست ہے؛ خواہ مٹی ہو، یا ریت، یا چونا، یا گچ، یا لال پتھر، یا سفید پتھر (مرمر) بشرطے کہ وہ پاک ہو۔

تیمم کے فرائض:

(الف)۔نیت کرنا۔

(ب)۔دونوں ہاتھ زمین پر مار کر ایک بار پورے چہرے پر ملنا۔

(ج)۔ پھر (دونوں ہاتھ) زمین پر مار کر کہنی سمیت دونوں ہاتھ پر ملنا۔ یہ تینوں چیزیں تیمم میں فرض ہیں[1]۔

فائدہ: ہاتھ اور پیر میں اگر ناخن کی مقدار بھی باقی رہ جائے، ہاتھ وہاں تک نہ پہنچے تو تیمم نہ ہوگا، لہٰذا انگوٹھی کو ہلانا چاہیے اور انگلیوں میں خلال کرنا چاہیے۔

مسئلہ: نماز کے وقت سے پہلے تیمم کرنا جائز ہے، اور ایک تیمم سے کئی فرض اور نفل نمازیں پڑھنا جائز ہے۔

مسئلہ: اگر پانی (کے استعمال) پر قدرت حاصل ہو جائے تو تیمم ٹوٹ جائے گا۔ اور اگر عین نماز کی حالت میں پانی پر قدرت حاصل ہو جائے تو جس نماز کو تیمم سے شروع کیا تھا، وہ فاسد ہو جائے گی۔

مسئلہ: اگر نمازی کا بدن یا اس کا کپڑا ناپاک ہو اور پانی کے استعمال پر قادر نہ ہو تو اس کے لیے نجاست کے ساتھ ہی نماز جائز ہے؛ جب کہ ستر عورت کے بہ قدر پاک کپڑا میسر نہ ہو۔

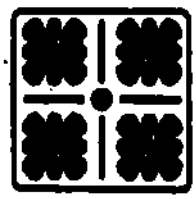

(۱) نیت شرط تیمم ہے اور اس کے بعد کی دونوں چیزیں رکن ہیں، دونوں کے مجموعے کو فرض کہا گیا ہے۔

كِتَابُ الصَّلاةِ

(نماز کا بیان)

نماز کی فرضیت: مسلمان، عاقل بالغ پر اور حیض ونفاس سے پاک عورت پر، وقت آنے کے بعد نماز فرض ہوجاتی ہے۔

مسئلہ: اگر کافر ایسے وقت مسلمان ہوا کہ (نماز کا) وقت (صرف) تکبیرِ تحریمہ کے بہ قدر باقی ہے تو اُس پر (اس وقت کی) نماز فرض ہوجائے گی، (اسی طرح) اگر بچہ بالغ ہو یا پاگل ہوش میں آئے تو بھی اس پر نماز فرض ہوجائے گی، حیض اور نفاس کے بند ہونے کے بعد اگر غسل اور تکبیرِ تحریمہ کے بہ قدر نماز کا وقت باقی ہے تو بھی نماز فرض ہوجائے گی۔

نماز کے اوقات: "فجر" کی نماز کا وقت صبحِ صادق کے طلوع ہونے سے سورج کے کنارہ کے طلوع ہونے تک ہے۔

اور "ظہر" کی نماز کا وقت زوال کے بعد سے اس وقت تک ہے؛ جب تک کہ ہر چیز کا سایہ — سایۂ اصلی کے علاوہ — اس کے مثل (مانند، برابر) ہوجائے۔

اور سایۂ اصلی: "ساون" کے مہینہ میں ڈیڑھ قدم ہوتا ہے اور اس کے آگے اور پیچھے چار مہینے تک ایک ایک قدم بڑھتا ہے، پھر اس کے بعد ہر مہینہ دو دو قدم بڑھتا ہے؛ یہاں تک کہ "ماگھ" کے مہینہ میں ساڑھے دس قدم ہوجاتا ہے۔ اور قدم ہر چیز کے ساتویں حصہ کو کہتے ہیں۔

یہ (ایک مثل والا) قول امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ اور جمہور علماء کا ہے۔ امام اعظمؒ سے بھی اسی طرح کی ایک روایت ہے۔

اور امام اعظمؒ سے مفتی بہ روایت یہ ہے کہ ظہر کا وقت، اس وقت تک باقی رہتا ہے؛ جب تک کہ ہر چیز کا سایہ — سایۂ اصلی کے علاوہ — اس کے دو مثل ہوجائے۔

اور — دونوں اقوال کے مطابق — ظہر کا وقت ختم ہوتے ہی "عصر" کا وقت شروع ہوجاتا

ہے؛ یہاں تک کہ سورج پیلا اور بے کرن نہ ہوجائے، اس کے بعد سورج ڈوبنے تک عصر کا مکروہ وقت ہے، اس میں اس دن کے عصر کی نماز کراہت تحریمی کے ساتھ جائز ہے، اور دوسری فرض ونفل نمازیں جائز نہیں۔

اور سورج ڈوبنے کے بعد سے سرخ شفق (آسمان کی لالی) کے ڈوبنے تک اکثر علماء کے نزدیک مغرب کا وقت ہے، اور امام اعظمؒ کے ایک (مفتی بہ) قول کے مطابق سفید شفق (آسمان کی سفیدی) کے ڈوبنے تک "مغرب" کا وقت ہے؛ البتہ مغرب کی نماز میں بغیر عذر کے اتنی دیر کرنا کہ ستارے آسمان پر کثرت سے چمک جائیں، مکروہ ہے۔

اور ـــــ دونوں اقوال کے مطابق ـــــ مغرب کا وقت گزرتے ہی "عشاء" کا وقت (شروع ہوجاتا ہے اور) جمہور فقہاء کے نزدیک آدھی رات تک رہتا ہے، اور امام اعظمؒ کے نزدیک صبح (صادق) تک کراہت تحریمی کے ساتھ عشاء کا وقت باقی رہتا ہے۔[1]

اور وتر کا وقت عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد سے صبح (صادق) کے طلوع ہونے تک ہے۔

گرمی میں ظہر کی نماز کو تاخیر سے پڑھنا، اور عشاء کی نماز کو (اوّل) تہائی رات تک مؤخر کرنا مستحب ہے، اور فجر کی نماز کو خوب روشنی میں پڑھنا مستحب ہے کہ (مسنون قراءت کے) ساتھ نماز پڑھی جائے اور اگر (نماز) فاسد ہوجائے تو دوبارہ مسنون قراءت کے ساتھ پڑھی جاسکے۔

اور فقیر (مؤلفؒ) کے نزدیک دوسری نمازوں (عصر ومغرب) میں جلدی کرنا بہتر ہے؛ البتہ جماعت کے انتظار میں (تاخیر کرنے میں مضائقہ نہیں)

سورج نکلتے وقت؛ ٹھیک دوپہر کے وقت اور سورج ڈوبتے وقت کوئی نماز جائز نہیں؛ البتہ سورج ڈوبتے وقت اس دن کے عصر کی نماز جائز ہے۔

(ان تینوں اوقات میں) نہ تو سجدۂ تلاوت جائز ہے اور نہ نماز جنازہ[2]، اور فجر کے وقت میں سنتو

---

(۱) مگر "بہشتی زیور" میں نماز کے وقتوں کے بیان میں ہے: پھر جب وہ سرخی جاتی رہی تو عشاء کا وقت شروع ہوگیا اور صبح ہونے تک باقی رہتا ہے؛ لیکن آدھی رات کے بعد عشاء کا وقت مکروہ ہوجاتا ہے، اور ثواب کم ملتا ہے؛ اس لیے اتنی دیر کرکے نماز نہ پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ تہائی رات جانے سے پہلے ہی پڑھ لیوے۔

(۲) البتہ اگر انھیں اوقات میں تلاوت کررہا ہو یا جنازہ حاضر ہوا ہو تو سجدۂ تلاوت اور نماز جنازہ کی گنجائش ہے۔

فجر کے علاوہ اور عصر کے بعد سورج کے پیلا ہونے سے پہلے اور مغرب سے پہلے نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے؛ البتہ قضا نماز جائز ہے[۱]۔

اذان واقامت:

ادا اور قضا دونوں نمازوں کے لیے اذان دینا اور تکبیر کہنا سنت ہے، اور اذان واقامت کا طریقہ معروف ہے، مسافر کے لیے (بھی) اذان چھوڑنا مکروہ ہے؛ البتہ جو لوگ گھر میں نماز پڑھتے ہیں، ان کے لیے شہر کی اذان کافی ہے۔

نماز کی شرطیں:

(۱) نمازی کے بدن کا نجاست سے پاک ہونا۔ نجاست خواہ حقیقیہ ہو یا حکمیہ؛ تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

(۲) کپڑے کا پاک ہونا۔

(۳) جگہ کا پاک ہونا۔

(۴) قبلہ کی طرف منہ کرنا۔

(۵) ستر کا چھپانا۔

ستر کی حد: مرد کے لیے ناف سے گھٹنے تک؛ اسی طرح باندی کے لیے پیٹ اور پیٹھ کی زیادتی کے ساتھ؛ اور آزاد عورت کا پورا بدن ستر ہے؛ البتہ چہرہ، دونوں ہتھیلیاں اور دونوں قدم ستر نہیں۔[۲]

مسئلہ: مرد اور عورت کے ستر میں سے اگر کسی عضو کا چوتھائی حصہ کھل جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

---

(۱) غروب کے بعد مغرب کے فرضوں سے پہلے نوافل مکروہ ہیں؛ اس لیے کہ مغرب میں تاخیر نہ ہو، ورنہ عصر کے بعد جو نوافل کی کراہت شروع ہوتی ہے وہ غروب پر ختم ہو جاتی ہے، غروب کے بعد نوافل جائز ہیں، بشرطے کہ فرض میں تاخیر نہ ہو۔

(۲) یہ تینوں اعضاء نماز میں ستر نہیں ہیں، خارج نماز فتنہ کے احتمال کی وجہ سے حجاب میں داخل ہیں (جواہر الفقہ ۱۴۴/۴)

مسئلہ: عورت کے لٹکے ہوئے بال علاحدہ عضو ہیں؛ اس لیے اگر اس کا چوتھائی حصہ کھل جائے گا تو بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔

مسئلہ: "نوازل" میں لکھا ہے کہ عورت کی آواز بھی ستر ہے، علامہ ابن ہمامؒ کہتے ہیں: اس لحاظ سے اگر عورت قرآن پاک بلند آواز سے پڑھے گی تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

مسئلہ: جس شخص کے پاس ستر چھپانے کے لیے کپڑا نہ ہو، اس کے لیے ننگے نماز پڑھنا جائز ہے۔

مسئلہ: اگر سمتِ قبلہ معلوم نہ ہو تو تحرِی کر کے اس کے مطابق نماز پڑھے، ایسے شخص کی نماز بلاتحری درست نہ ہوگی۔

مسئلہ: جو آدمی دشمن کے خوف سے، یا بیماری کی وجہ سے قبلہ کی طرف رخ نہ کر سکتا ہو تو جس طرف بھی ممکن ہو نماز پڑھ لے، نماز ہو جائے گی۔

مسئلہ: نفل نماز، جنگل (غیر آباد جگہ) میں سواری پر جس رخ کو بھی سواری جا رہی ہو، جائز ہے۔

نماز کے لیے نیت: نماز کے لیے نیت شرط ہے، نفل، سنت اور تراویح کے لیے مطلق نیت جائز ہے۔ اور فرض اور وتر کی نماز کے لیے تکبیرِ تحریمہ سے نیت کا اتصال شرط ہے، اور یہ (خیال ہونا) بھی شرط ہے کہ: ظہر کی نماز پڑھ رہا ہوں یا عصر کی، اور مقتدی پر اقتداء کی نیت ضروری ہے، تعداد رکعات کی نیت شرط نہیں۔

نماز کے ارکان[1]

۱۔ تکبیرِ تحریمہ: نماز کے داخلی فرائض میں سے ایک "تکبیرِ تحریمہ" ہے؛ اس لیے کہ تکبیرِ تحریمہ کے لیے بھی وہی شرطیں ہیں، جو سارے ارکان کے لیے ہیں۔ یعنی: پاک ہونا، ستر چھپانا، قبلہ رُخ ہونا، نماز کا وقت ہونا اور نیت کرنا۔

۲۔ قعدۂ اخیرہ: فجر کی نماز میں دو رکعت پر "قعدۂ اخیرہ" کرنا، ظہر، عصر اور عشاء کی نماز میں چار

(۱) رکن: وہ فرض کہلاتا ہے جو نماز کی حقیقت (ماہیت) میں داخل ہوتا ہے اور جو چیزیں خارج ہوتی ہیں وہ شرط کہلاتی ہیں، جیسے طہارت وغیرہ۔

رکعت پر قعدۂ اخیرہ کرنا، مغرب کی نماز اور وتر میں تین رکعت پر قعدۂ اخیرہ کرنا اور نفل نماز میں دو رکعت پر قعدۂ اخیرہ کرنا فرض ہے۔

نوٹ: امام اعظمؒ کے نزدیک نمازی کا نماز سے "اپنے عمل کے ذریعہ نکلنا" بھی فرض ہے۔

۳-۵- قیام، رکوع اور سجدے: ہر رکعت میں قیام، رکوع اور (دونوں) سجدے فرض ہیں، اس پر علماء کا اتفاق ہے۔

۶- قراءت: فرض اور نفل کی ہر رکعت میں امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک قراءت فرض ہے، اور امام اعظمؒ کے نزدیک پانچوں فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں اور وتر کی تینوں رکعتوں میں اور نفل کی ہر رکعت میں "قراءت" فرض ہے۔

مسئلہ: رکوع سے اٹھ کر سیدھا کھڑا ہونا، دونوں سجدوں کے درمیان سیدھا بیٹھنا اور نماز کے سارے ارکان اطمینان سے ادا کرنا امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فرض ہے اور اکثر علماء کے نزدیک فرض نہیں۔

مسئلہ: امام اعظمؒ کے نزدیک قراءت میں ایک آیت فرض ہے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک سورۂ کوثر کے برابر تین چھوٹی آیتیں یا تین چھوٹی آیتوں کے بہ قدر ایک لمبی آیت پڑھنا فرض ہے اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض ہے، اور بسم اللہ بھی اِن کے نزدیک سورۂ فاتحہ کی ایک آیت ہے۔

مسئلہ: سجدہ میں ناک اور پیشانی کا رکھنا فرض ہے، اور ضرورت کے وقت ان میں سے ایک پر اکتفا کرنا جائز ہے، اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک سجدہ میں ناک، پیشانی، دونوں ہتھیلی، دونوں گھٹنے اور دونوں پیروں کی انگلیاں رکھنا فرض ہے۔

نماز کے ارکان میں ترتیب:

نماز کے ارکان میں ترتیب فرض ہے؛ البتہ دوسرے سجدہ میں ترتیب فرض نہیں؛ لہٰذا اگر کسی نے ایک رکعت میں ایک سجدہ کیا اور دوسرا سجدہ بھول گیا، تو نماز فاسد نہ ہوگی اور دوسری رکعت میں سجدہ کی قضا کرے گا یعنی تین سجدے کرے گا اور (اس پر) سجدۂ سہو لازم ہوگا۔

مسائل: علامہ ابن ہمامؒ نے امام حاکمؒ کی (کتاب) "کافی" سے نقل کیا ہے کہ:

(الف) اگر کسی شخص نے نماز شروع کی اور قراءت ورکوع کیا اور سجدہ نہ کیا اور پھر قیام وقراءت کیا اور سجدہ کیا اور رکوع نہ کیا تو یہ سب ایک رکعت ہوئی۔

(ب) اور اسی طرح اگر پہلے رکوع کیا، پھر قیام، قراءت، رکوع اور سجدہ کیا تو بھی ایک رکعت ہوئی۔

(ج) اور اسی طرح اگر پہلے دو سجدے کیے، پھر قیام، قراءت اور رکوع کیا اور سجدہ نہ کیا، پھر قیام، قراءت اور سجدہ کیا، رکوع نہ کیا، تو یہ سب مل کر ایک رکعت ہوئی۔

(د) اور اسی طرح اگر پہلی رکعت میں رکوع کیا اور سجدہ نہ کیا اور دوسری رکعت میں رکوع کیا اور سجدہ نہ کیا، اور تیسری میں سجدہ کیا اور رکوع نہ کیا تو یہ سب مل کر ایک رکعت ہوئی۔

قعدہ اور تشہد: قعدۂ اولیٰ کرنا، تشہد پڑھنا اور قعدۂ اخیرہ کرنا امام احمدؒ کے نزدیک فرض ہے، ان کے علاوہ (دوسرے ائمہ) کے نزدیک فرض نہیں؛ البتہ امام اعظمؒ کے نزدیک یہ (تینوں چیزیں) واجب ہیں۔

امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک قعدۂ اخیرہ میں تشہد کے بعد دُرود شریف پڑھنا فرض ہے۔ اور "سلام" کے ذریعہ نماز سے نکلنا بھی فرض ہے اور ائمۂ ثلاثہ (امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ) کے نزدیک رکن ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک واجب ہے۔

رکوع اور سجدہ کی تکبیر و تسبیح:

(رکوع اور سجدہ میں) جھکتے اور اٹھتے ہوئے تکبیر کہنا؛ رکوع میں ایک بار: "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ" کہنا؛ سجدہ میں ایک بار: "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْأَعْلٰی" کہنا؛ قومہ میں (رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہوکر): "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ" کہنا اور دونوں سجدوں کے درمیان: "رَبِّ اغْفِرْلِیْ" کہنا امام احمدؒ کے نزدیک فرض ہے؛ لیکن اگر بھولے سے چھوٹ جائے تو امام احمدؒ کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی؛ ان کے علاوہ دوسرے ائمہ کے نزدیک یہ سب اعمال فرض نہیں۔ امام شافعیؒ کے نزدیک مقتدی پر قراءت فرض ہے اور دوسرے ائمہ کے نزدیک فرض نہیں؛ بلکہ امام اعظمؒ کے نزدیک مقتدی کے لیے قراءت کرنا حرام ہے۔

نماز کے واجبات

امام اعظمؒ کے نزدیک نماز میں پندرہ واجبات ہیں:

(۱) سورۂ فاتحہ پڑھنا۔

(۲) نفل اور وتر کی ہر رکعت میں اور فرض کی دو رکعتوں میں (سورۂ فاتحہ کے ساتھ) کوئی سورت ملانا، یا ایک لمبی آیت یا تین چھوٹی آیتوں کا ملانا۔

(۳) فرض نماز کی پہلی دونوں رکعتوں کو قراءت کے لیے متعین کرنا۔

(۴) سجدوں میں ترتیب کی رعایت رکھنا[1]۔

(۵) تعدیل یعنی نماز کے ارکان کو اطمینان سے ادا کرنا۔

(۶) قومہ کرنا یعنی: رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا۔

(۷) جلسہ کرنا یعنی: دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا۔

قاضی خان اپنے فتاوی میں فرماتے ہیں کہ: اگر نمازی رکوع سے سجدہ میں چلا گیا اور "قومہ" نہیں کیا تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس کی نماز ہو جائے گی؛ البتہ اس پر سجدۂ سہو واجب ہوگا۔

(۸) قعدۂ اولی کرنا۔

(۹) قعدۂ اولی میں "التحیات" پڑھنا۔

(۱۰) نماز کے ارکان کو تسلسل کے ساتھ ادا کرنا؛ لہٰذا اگر کسی نے رکوع کو دوبارہ ادا کرلیا، یا سجدے تین بار کرلیے، یا قعدۂ اولی میں "التحیات" کے بعد دُرود شریف پڑھ لیا اور تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہونے میں دیر ہوگئی تو (ان تمام صورتوں میں) سجدۂ سہو لازم ہوگا۔

(۱۱) قعدۂ اخیرہ میں "التحیات" پڑھنا۔

(۱۲) فجر، مغرب، عشاء، جمعہ اور عیدین کی دو رکعتوں میں امام کا بلند آواز سے قراءت کرنا، اور ظہر، عصر اور دن کی نفل نمازوں میں قراءت آہستہ کرنا۔

(۱۳) لفظ "سلام" کے ذریعہ نماز سے نکلنا۔

(۱۴) وتر میں دعائے قنوت پڑھنا۔

(۱۵) امام اعظمؒ کے نزدیک عیدین کی زائد تکبیریں واجب ہیں۔

---

(۱) سجدوں میں ترتیب واجب ہے فرض نہیں؛ اس لیے اگر کوئی آدمی پہلی رکعت میں ایک ہی سجدہ کرے اور دوسرا سجدہ بھول جائے اور بعد کی رکعتوں میں اُسے ادا کرلے تو سجدۂ سہو کے ساتھ نماز ہو جائے گی۔

فرض اور واجب کے درمیان فرق:

فرض، واجب سے (اس معنی کر) الگ ہے کہ ترکِ فرض سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، اور بھول کر ترکِ واجب سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے؛ لہٰذا اگر سجدۂ سہو کرے گا تو نماز درست ہوگی اور اگر سجدۂ سہو نہ کیا، یا واجب کو جان بوجھ کر چھوڑ دیا تو نماز کا اعادہ کرنا واجب ہوگا، دوسرے ائمہ فرض اور واجب کے درمیان فرق نہیں کرتے ہیں؛ البتہ وہ حضرات بعض واجبات اور بعض سنتوں کے چھوڑنے پر سجدۂ سہو کرنے کے قائل ہیں۔

سجدۂ سہو:

سجدۂ سہو یہ ہے کہ: (قعدۂ اخیرہ میں "التحیات" پڑھ کر ایک طرف) سلام پھیرنے کے بعد دو بار سجدہ کرے، پھر "التحیات"، دُرود شریف اور دعاء پڑھ کر سلام پھیرے۔ اور اگر سلام پھیرنے سے پہلے سجدۂ سہو کرلے تو بھی جائز ہے۔

مسئلہ: اگر ایک نماز میں چند واجبات بھولے سے چھوٹ جائیں تو ایک ہی بار سجدۂ سہو کرے۔

مسئلہ: مسبوق امام کی اتباع میں سجدۂ سہو کرے گا، اور اگر (امام کے بعد) مسبوق کی علاحدہ نماز میں سہو ہو جائے تو پھر اپنی نماز کے آخر میں سجدۂ سہو کرے۔

جماعت کی شرعی حیثیت:

پانچوں وقتوں کی فرض نمازوں کو جماعت سے پڑھنا امام احمدؒ کے نزدیک فرض ہے؛ لیکن تنہا نماز بھی صحیح ہو جاتی ہے، اور امام شافعیؒ کے نزدیک جماعت فرضِ کفایہ ہے، اور امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک جماعت واجب کے قریب سنتِ مؤکدہ ہے۔

مسئلہ: اگر فجر کی جماعت چھوٹنے کا خطرہ ہو تو فجر کی سنت چھوڑ دے، سننِ مؤکدہ میں سب سے زیادہ تاکید فجر کی سنتوں کی وارد ہوئی ہے۔

مسئلہ: اگر کسی شہر کے لوگ ترکِ جماعت کی عادت بنالیں تو ان سے (حکومتِ اسلامیہ جماعت قائم کرنے کے لیے) جنگ کرے گی یعنی ان کو جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے پر مجبور کرے گی۔

مسئلہ: امام اعظمؒ کے نزدیک عورتوں کی جماعت مکروہ ہے، اور دوسرے ائمہ کے نزدیک جائز ہے۔

امامت کا زیادہ مستحق: امامت کے لیے سب سے بہتر ایسا عمدہ قاری ہے جو نماز کے مسائل سے واقف ہو، اس کے بعد ایسا بڑا عالم ہے جو نماز صحیح ہونے کی مقدار قرآن مجید پڑھ سکتا ہو؛ مگر اکثر فقہاء کے نزدیک (ترتیب) اس کے برعکس ہے۔ یعنی پہلے عالم کا پھر قاری کا درجہ ہے۔

فاسق، عورت یا نابالغ کی امامت: فاسق (حرام کے مرتکب) کی امامت کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ اور بالغ قاری[1] شخص کے لیے بچہ، عورت اور ناخواندہ کی اقتداء کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ: فرض پڑھنے والے (مقتدی) کے لیے نفل پڑھنے والے امام کی اقتداء کرنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی ناخواندہ آدمی، قاری اور ناخواندہ دونوں کی امامت کرے تو تینوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

مسئلہ: بے وضو آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: امام کی نماز کے فاسد ہونے سے مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے۔

مسئلہ: کھڑے ہو کر پڑھنے والے کی نماز بیٹھ کر پڑھنے والے کے پیچھے جائز ہے۔

مسئلہ: وضو کرنے والے کی نماز تیمم کرنے والے کے پیچھے جائز ہے۔

مسئلہ: رکوع سجدہ کرنے والے کی نماز اشارہ کرنے والے کے پیچھے جائز نہیں۔

مقتدی کہاں کھڑا ہو؟ اگر ایک مقتدی ہو تو امام کے برابر داہنی طرف (ایک بالشت پیچھے) کھڑا ہو، اور دو یا زیادہ ہوں تو امام کے پیچھے کھڑے ہوں۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص صف کے پیچھے تنہا کھڑے ہو کر (جماعت سے) نماز پڑھے تو اس کی نماز مکروہ ہوگی، اور امام احمدؒ کے نزدیک اس کی نماز جائز نہ ہوگی۔

مسئلہ: اگر کوئی مقتدی امام سے آگے بڑھ جائے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

---

(۱) "قاری" سے مراد ایسا آدمی ہے جس کو نماز درست ہونے کی حد تک قرآن یاد ہو اور "ناخواندہ" (امی) وہ ہے جس کو قرآن بالکل یاد نہ ہو۔

جماعت سے نماز پڑھنے کا ثواب: ابن ماجہؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی کی نماز اپنے گھر میں ایک نماز کا ثواب رکھتی ہے، اور اس کی نماز قبیلہ (محلہ) کی مسجد میں پچیس نمازوں کا ثواب رکھتی ہے، اور اس کی نماز جامع مسجد میں پانچ سو نمازوں کا ثواب رکھتی ہے، اور اس کی نماز مسجدِ اقصیٰ میں ایک ہزار نماز کا ثواب رکھتی ہے [1] اور اس کی نماز میری مسجد یعنی مسجدِ مدینہ (نبوی) میں پچاس ہزار نماز کا ثواب رکھتی ہے، اور اس کی نماز مسجدِ حرام میں ایک لاکھ نمازوں کا ثواب رکھتی ہے۔

نماز کا مسنون طریقہ

سنت کے مطابق نماز پڑھنے کا طریقہ یہ ہے:

پہلے اذان واقامت کہی جائے اور "حَیَّ عَلَی الصَّلَاۃ" کے قریب امام کھڑا ہو جائے [2] اور "قَدْقَامَتِ الصَّلٰوۃ" کے قریب تکبیرِ تحریمہ کہے اور (ساتھ ہی) نیت کرے [3] اور دونوں ہاتھوں کو کان کی لو تک اٹھائے اور مقتدی امام کی تکبیر کے بعد تکبیر کہے، اور امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کے مطابق دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے اور عورت دونوں ہاتھوں کو کندھے تک اٹھائے اور سینہ کے اوپر دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے۔

اس کے بعد امام، مقتدی اور تنہا نماز پڑھنے والا آہستہ آواز میں ثنا پڑھیں: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ

---

(۱) ابن ماجہ کے موجودہ نسخہ میں (حدیث ۱۴۱۳ تحقیق محمد فوائد عبدالباقی) اور مشکوٰۃ شریف (ص: ۷۲ باب المساجد) میں پچاس ہزار کا ذکر ہے، اور یہ حدیث ضعیف ہے اس کا ایک راوی مجہول ہے اور ایک راوی میں کلام ہے۔

(۲) اگر امام مسجد میں موجود ہو تو لوگ اقامت کے ساتھ ہی کھڑے ہو سکتے ہیں؛ کیوں کہ اقامت کے معنی ہیں: کھڑا کرنا، پس جب کھڑا کرنا پایا گیا تو کھڑے ہونے کی گنجائش ہے؛ البتہ اگر کوئی بیٹھا رہے تو "حی علی الصلاۃ" پر ضرور کھڑا ہو جائے، ورنہ اللہ کے داعی کی مخالفت لازم آئے گی، علامہ احمد طحطاوی رحمہ اللہ نے فقہ کی عبارت "یقومُ الناسُ عندَ حی علی الصلاۃ" کا یہی مطلب لکھا ہے۔ (حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار ۱/۲۱۵ بحوالہ تحفۃ الملعی ۱/۵۱۱)

(۳) نماز کی نیت کے الفاظ منقول نہیں، نیت صرف دل کے پختہ ارادے کا نام ہے؛ البتہ زبان سے بھی نیت کے الفاظ کہہ لیے جائیں تو اچھا ہے۔

وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ (ترجمہ: اے اللہ! میں خوبی کے ساتھ آپ کی پاکی بیان کرتا ہوں، آپ کا نام بابرکت ہے، آپ کی عظمت بلند و بالا ہے اور آپ کے علاوہ کوئی معبود نہیں)

تعوذ، تسمیہ فاتحہ اور آمین: پھر امام اور منفرد (تنہا نماز پڑھنے والا) أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھیں۔ مسبوق چھوٹی ہوئی قضا رکعات میں أَعُوْذُ بِاللّٰهِ اور بِسْمِ اللّٰهِ پڑھے گا؛ البتہ مقتدی نہیں پڑھے گا۔

پھر امام اور منفرد سورۂ فاتحہ پڑھیں، پھر امام، مقتدی، اور منفرد، آہستہ آمین کہیں۔ پھر امام اور منفرد سورت ملائیں۔

مسنون قراءت:

سنت یہ ہے کہ مقیم اطمینان کی حالت میں فجر اور ظہر کی نماز میں طوالِ مفصل (سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک) میں سے پڑھے، اور عصر اور عشاء کی نماز میں اوساطِ مفصل (سورۂ طارق سے سورۂ لم یکن تک) میں سے پڑھے اور مغرب کی نماز میں قصارِ مفصل (سورۂ زلزال سے آخرِ قرآن تک) میں سے پڑھے؛ لیکن اس طریقہ کو لازم کر لینا سنت نہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے کبھی فجر میں معوذتین اور کبھی مغرب میں سورۂ طور، سورۂ نجم اور سورۂ مرسلات پڑھی ہے، اگر سارے مقتدی مطمئن ہوں اور لمبے قیام کو پسند کرتے ہوں تو لمبی قراءت کرنا جائز ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فجر کی ایک رکعت میں سورۂ بقرہ پڑھی ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے مغرب کی دو رکعتوں میں سورۂ اعراف پڑھی ہے، اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فجر کی نماز میں سورۂ یوسف کی تلاوت کرتے تھے؛ مگر مقتدیوں کی حالت کی رعایت ضروری ہے۔

ایک بار حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عشاء کی نماز میں سورۂ بقرہ پڑھی تو ایک مقتدی نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی، اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے معاذ! تم (لوگوں کو) آزمائش میں مبتلا کرو گے؟! سَبِّحِ اسْمَ اور وَالشَّمْسِ اور اس طرح کی سورتیں پڑھا کرو!

غرض: مقتدیوں کے احوال کی رعایت بڑی اہم چیز ہے۔ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں رسول اللہ ﷺ نے "سورۂ الم سجدہ" اور "سورۂ دہر" تلاوت فرمائی ہے۔

مسئلہ: مقتدیوں کو خاموش رہ کر امام کی قراءت کی طرف متوجہ رہنا چاہیے!

مسئلہ: نفل نمازوں میں ترغیب وترہیب کی آیات پر دعا واستغفار، جہنم سے پناہ اور جنت کی درخواست کرنا سنت ہے۔

قراءت کے بعد بقیہ نماز کا مسنون طریقہ:

جب قراءت سے فارغ ہو جائے تکبیر کہتا ہوا رکوع میں جائے، اور رکوع میں جاتے وقت اور اس سے اٹھتے وقت دونوں ہاتھوں کو اٹھانا امام اعظمؒ کے نزدیک سنت نہیں؛ لیکن اکثر فقہاء اور محدثین اس کو سنت کہتے ہیں۔ اور رکوع میں دونوں گھٹنوں کو دونوں ہاتھوں سے مضبوطی سے پکڑے اور انگلیاں کھلی رکھے، اور سر اور پیٹھ کو کمر کے برابر رکھے اور قیام کے لحاظ سے رکوع میں ٹھہرے، اور اس میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ پڑھے، اور پڑھنے میں طاق عدد کی رعایت رکھے، اور کم سے کم تین بار کہنا مسنون ہے۔ اور مقتدی رکوع اور سجدہ میں امام کے بعد جائے؛ اس لیے کہ نماز کے ارکان کی ادائیگی میں مقتدی کا امام سے پہل کرنا حرام ہے۔

پھر امام سر اُٹھائے اور مقتدی اس کے بعد سر اُٹھائے، اور امام سر اٹھاتے وقت امام اعظمؒ کے نزدیک سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہے، اور مقتدی رَبَّنَا لَكَ الْحَمْد کہے اور منفرد (اکیلا نماز پڑھنے والا) دونوں کہے۔ اور حضرات صاحبینؒ کے نزدیک امام بھی دونوں کو جمع کرے (یعنی سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اور رَبَّنَا لَكَ الْحَمْد دونوں کہے)

پھر تکبیر کہتا ہوا سجدہ میں جائے اور پہلے دونوں گھٹنے رکھے، پھر دونوں ہاتھ، پھر دونوں ہاتھوں کے درمیان ناک اور پیشانی رکھے، اور ہاتھوں کی انگلیوں کو ملا کر قبلہ رُخ رکھے، اور بازو کو پہلو سے اور پیٹ کو ران سے علاحدہ رکھے، اور پنڈلی اور کلائی (گٹے اور کہنی کے درمیان کے حصہ) کو زمین سے دور رکھے، اور عورت زمین سے لگ کر سجدہ کرے، اور سب اعضاء کو باہم ملا کر رکھے اور قیام اور رکوع کے لحاظ سے سجدہ کرے، اور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْأَعْلٰی طاق عدد کی رعایت سے پڑھے اور (مسنون یہ ہے کہ) کم سے کم تین بار آہستہ آہستہ اطمینان سے پڑھے۔

پھر تکبیر کہتا ہوا سر اٹھائے اور اطمینان سے بیٹھ جائے اور پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ، وَارْحَمْنِیْ، ترجمہ: اے اللہ مجھے معاف فرما، اور میرے اوپر رحم فرما، اور وَاهْدِنِیْ، وَارْزُقْنِیْ، وَارْفَعْنِیْ، مجھے ہدایت نصیب فرما، اور مجھے رزق عطا فرما، اور مجھے بلندی وَاجْبُرْنِیْ. عطا فرما اور میری کمی کو پورا فرما)

پھر تکبیر کہتا ہوا پہلے کی طرح سجدہ کرے اور اسی طرح تسبیحات پڑھے، پھر تکبیر کہتا ہوا اٹھے؛ پہلے چہرہ، پھر دونوں ہاتھ، پھر دونوں گھٹنے اٹھاتے ہوئے سیدھا کھڑا ہو جائے، اور دوسری رکعت، پہلی رکعت کی طرح پڑھے؛ البتہ (اس میں) ثنا اور تعوذ نہ پڑھے۔

اور جب پہلی رکعت پوری کرلے تو بائیں پیر کو بچھالے اور اس پر بیٹھ جائے، اور داہنے پیر کو سیدھا کھڑا رکھے اور دونوں پیروں کی انگلیوں کو (ممکن حد تک) قبلہ رُخ رکھے، اور دونوں ہاتھوں کو دونوں رانوں پر رکھے، اور داہنے ہاتھ کی چھوٹی انگلی (خنصر) اور اس کے پاس والی انگلی (بنصر) کو بند کرلے اور انگوٹھا اور بیچ کی انگلی کا حلقہ بنالے اور شہادت کی انگلی کھلی رکھے اور التحیات پڑھے اور شہادت کے وقت اشارہ کرے،[1] یہ اشارہ ائمۂ اربعہ سے مروی ہے؛ لیکن امام اعظمؒ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ اشارہ نہ کرے[2] اور دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو قبلہ رُخ رکھے، اور قعدۂ اولیٰ میں التحیات سے زیادہ نہ پڑھے۔

اس کے بعد تکبیر کہتا ہوا تیسری رکعت کے لیے اٹھے اور اکثر علماء کے نزدیک اس وقت دونوں ہاتھوں کا اٹھانا مسنون ہے؛ البتہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک مسنون نہیں۔

تیسری اور چوتھی رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ، بسم اللہ کے ساتھ آہستہ پڑھے، اور جب ساری رکعتوں سے فارغ ہو جائے تو قعدۂ اولیٰ کی طرح قعدۂ اخیرہ کرے، اور اس میں التحیات کے بعد دُرود شریف: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ الخ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ الخ پڑھے، پھر ایسی دعا پڑھے جو قرآن (وحدیث) کے الفاظ کے مشابہ ہو اور جو دعائیں (احادیث میں) منقول ہیں وہ زیادہ بہتر ہیں[3] خاص کر درج ذیل دعا:

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ.[4]

ترجمہ: اے اللہ! میں دوزخ کے عذاب سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں، اور قبر کے عذاب سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں، اور مسیح دجّال کے فتنے (آزمائش) سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں، اور زندگی اور موت کے فتنے سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں! اے اللہ! میں گناہ اور قرض سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔

---

(۱) لاالٰہ پر انگلی اٹھائے اور إلّا اللہ پر گرائے۔ (۲) فتوی اشارہ کرنے پر ہے۔ (۳) رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جو دعاء بتائی ہے وہ: اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ الخ ہے، یہ دعاء ہمارے یہاں اکثر لوگوں کے معمول میں ہے (مشکوٰۃ ص: ۷۸ باب الدعاء فی الشہید) (۴) مشکوٰۃ ص: ۷۸ عن عائشہؓ۔

مسئلہ: عورت دونوں جلسوں (قعدۂ اولیٰ اور قعدۂ اخیرہ) میں بائیں سرین پر بیٹھے، اور دونوں پیروں کو داہنی طرف نکال دے۔

مسئلہ: (نمازی) دونوں طرف سلام پھیرے، اور منفرد (اکیلے نماز پڑھنے والا) فرشتوں کی نیت کرے اور امام دونوں طرف کے مقتدیوں کی اور فرشتوں کی نیت کرے اور مقتدی، امام اور تمام نمازیوں اور فرشتوں کی نیت کرے۔

مسئلہ: نماز کو حضورِ قلبی اور سکون واطمینان سے ادا کرے اور (قیام کی حالت میں) نگاہ سجدہ کی جگہ میں رکھے[1]۔

سلام کے بعد کے اذکار:

اور سلام پھیرنے کے بعد "آیۃ الکرسی" ایک بار پڑھے، اور "سُبْحَانَ اللّٰہِ" تینتیس (۳۳) بار، "الحمد للّٰہ" تینتیس (۳۳) بار اور "اللّٰہ اکبر" چونتیس (۳۴) بار پڑھے اور کلمۂ توحید[2] ایک بار پڑھے۔

نماز کے دیگر مسائل

نماز میں وضو ٹوٹ جانا:

اگر نماز میں حدث لاحق ہوجائے یعنی وضو ٹوٹ جائے تو وضو کرے اور اسی نماز پر بنا کرے، یعنی جس رکن کی ادائیگی کے وقت حدث لاحق ہوا ہے اسی رکن سے نماز پڑھنا شروع کرے اور اگر منفرد (تنہا نماز پڑھ رہا) ہو تو از سرِ نو نماز پڑھنا بہتر ہے، اور اگر امام ہو تو اپنا خلیفہ (نائب) بنائے اور وضو کرکے مقتدیوں میں شامل ہوجائے، اور مقتدی (ہو تو) وضو کرکے دوبارہ اسی جگہ آجائے جہاں سے گیا تھا اور درمیانی وقفہ میں امام نے جو پڑھ لیا ہے پہلے اُسے بلا قراءت ادا کرے اور امام کے ساتھ مل جائے اور اگر امام نماز سے فارغ ہوگیا ہو تو مقتدی کو اختیار ہے، اگر چاہے تو پہلی جگہ پر واپس آئے اور اگر چاہے تو

(۱) قیام کی حالت میں سجدہ گاہ پر نظر رکھنا، رکوع کی حالت میں قدم کے اوپر نگاہ رکھنا، سجدہ کی حالت میں ناک پر نگاہ رکھنا، قعدہ کی حالت میں گود پر نگاہ رکھنا اور سلام پھیرتے وقت کندھے پر نگاہ رکھنا نماز کے آداب میں سے ہے (نورالایضاح ص:۷۴)

(۲) لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ.

جس جگہ وضو کیا ہے اسی جگہ نماز پوری کرلے — اور اگر جان بوجھ کر وضو توڑا ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

مسئلہ: اگر نماز میں پاگل ہو جائے، یا احتلام ہو جائے، یا زور سے ہنس دے، یا نماز کو روکنے والی نجاست اس پر گر پڑے؛ یا اس کو کوئی زخم لگ جائے، یا وضو ٹوٹنے کے خیال سے مسجد سے باہر نکل آئے، یا خارج مسجد نماز پڑھ رہا ہو تو صفوں کی حد سے باہر نکل جائے؛ پھر معلوم ہو کہ وضو نہیں ٹوٹا تھا تو (ان تمام صورتوں میں) نماز فاسد ہو جائے گی، بنا کرنا جائز نہ ہوگا۔ اور اگر مسجد سے یا خارج مسجد نماز پڑھنے کی صورت میں صفوں سے باہر نہ نکلا ہو تو بنا کر سکتا ہے۔

مسئلہ: اگر "التحیات" کے بعد وضو ٹوٹ جائے تو وضو کرے اور (قعدۂ اخیرہ میں بیٹھ کر) سلام پھیرے، اور اگر "التحیات" کے بعد جان بوجھ کر وضو توڑا ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک نماز پوری ہو گئی۔

بارہ اختلافی مسائل: اور اگر اسی حالت میں (یعنی قعدۂ اخیرہ میں "التحیات" پڑھنے کے بعد (۱) تیمم کرنے والا پانی پر قادر ہو جائے۔ (۲) یا اَن پڑھ آدمی کوئی سورت سیکھ لے۔ (۳) یا ننگا آدمی کپڑا پالے۔ (۴) یا اشارہ کر کے نماز پڑھنے والا رکوع وسجدہ پر قادر ہو جائے۔ (۵) یا موزہ پر مسح کی مدت ختم ہو جائے۔ (۶) یا موزہ عمل قلیل کے ذریعہ پیر سے نکال دے۔ (۷) یا صاحب ترتیب کو چھوٹی ہوئی نماز یاد آجائے۔ (۸) یا قراءت پر قدرت والا، اَن پڑھ کو خلیفہ بنادے۔ (۹) یا فجر کی نماز میں آفتاب طلوع ہو جائے۔ (۱۰) یا جمعہ کی نماز میں اسی حالت میں (التحیات کے بعد) ظہر کا وقت ختم ہو جائے۔ (۱۱) یا عذر والے آدمی — مثلاً: پیشاب ٹپکنے کی بیماری والے — کا عذر ختم ہو جائے۔ (۱۲) یا زخم کی پٹی زخم کے ٹھیک ہونے کے بعد گر جائے، تو ان تمام صورتوں میں نمازی کے اپنے عمل سے نکلنے کی فرضیت کی وجہ سے امام اعظمؒ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی (کیوں کہ نمازی کے اختیار سے کوئی عمل نہیں پایا گیا) اور صاحبینؒ کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوگی (بلکہ پوری ہو جائے گی[1])

اگر امام وضو ٹوٹنے کے بعد مسبوق کو اپنا نائب بنائے:

اگر امام کا وضو ٹوٹ گیا اور اس نے مسبوق (جس کی ایک یا چند رکعتیں چھوٹ گئی ہیں) کو اپنا نائب بنادے، تو وہ اپنے امام کی (باقی) ماندہ نماز پوری کرے گا، پھر مدرک (جو شروع سے امام کے

(۱) فتوی صاحبینؒ کے قول پر ہے: والأظهر قولهما بالصحة في الإثنى عشرية (الدر المختار على هامش رد المحتار ۱/۴۳۹، ۴۴۱) الهندية (۱/۷۱، رشيديه پاكستان)

ساتھ شریک ہو) کو خلیفہ بنائے گا؛ تاکہ وہ لوگوں کے ساتھ سلام پھیرے، پھر وہ مسبوق کھڑا ہو کر اپنی (چھوٹی ہوئی) نماز پوری کرے گا۔

مسئلہ: اگر رکوع یا سجدہ میں وضو ٹوٹ جائے تو جب بنا کرے اس رکوع اور سجدہ کو بھی لوٹائے۔

مسئلہ: اگر رکوع یا سجدہ میں یاد آئے کہ پہلی رکعت کا ایک سجدہ چھوٹ گیا ہے؛ یا سجدۂ تلاوت چھوٹ گیا ہے، تو (فوراً) چھوٹے ہوئے سجدہ کی قضا کرے اور اِس سجدہ (جس میں یاد آیا ہے) کا لوٹانا مستحب ہے، واجب نہیں۔

مسئلہ: اگر امام کو حدث لاحق ہو اور مقتدی ایک ہی مرد ہو تو وہ بلا متعین کیے (خود بہ خود) خلیفہ بن جائے گا۔

اور اگر مقتدی ایک عورت یا ایک بچہ (نابالغ) ہو تو دونوں (امام ومقتدی) کی نماز فاسد ہو جائے گی، اور ایک روایت کے مطابق امام کی نماز فاسد نہ ہوگی، اگر اس نے عورت اور بچے کو نائب نہ بنایا ہو۔

مسئلہ: اگر امام کو قراءت میں بند (روک) لگ جائے تو اگر اس نے اتنی تلاوت نہیں کی جس سے نماز ہو جاتی ہے تو اس کے لیے خلیفہ بنانا جائز ہے۔

مسبوق کی نماز: اگر کوئی شخص امام کو نماز میں پائے تو جس رکن میں امام کو پائے اسی رکن میں شامل ہو جائے؛ پس اگر اس نے رکوع پالیا تو رکعت پالی، ورنہ رکعت پانے والا نہیں ہوگا، پھر جیسے ہی امام اپنی نماز پوری کرے، مسبوق اپنی چھوٹی ہوئی نماز پڑھنی شروع کر دے، اور مسبوق کی نماز قراءت کے سلسلے میں ابتدائے نماز کا حکم رکھتی ہے اور قعدہ کے سلسلہ میں انتہائے نماز کا[1]۔

---

(۱) مثال کے طور پر اگر مغرب کی آخری ایک رکعت امام کے ساتھ ملی تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد ایک رکعت قراءت کے ساتھ پڑھ کر قعدہ کرے گا (یہ قعدۂ اولیٰ ہے) پھر قراءت کے ساتھ دوسری رکعت پڑھ کر قعدۂ اخیرہ کرے گا، گویا دونوں رکعتیں شروع نماز کی طرح قراءت کے ساتھ ہوئیں اور قعدہ تین بار کرنا پڑا۔ واضح رہے کہ اگر قراءت چھوڑ دے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ دوسری مثال یہ ہے کہ اگر چار رکعت والی نماز میں ایک رکعت جماعت کے ساتھ ملی تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد ایک رکعت قراءت کے ساتھ پڑھ کر قعدہ کرے گا، پھر دوسری رکعت قراءت کے ساتھ پڑھ کر کھڑا ہو جائے گا اور تیسری رکعت کے بعد قعدۂ اخیرہ کرے گا (ہندیا/۹۱ رشیدیہ پاکستان)

نماز میں بھول:

اگر نمازی دو رکعت کے بعد بھولے سے تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا اور قعدۂ اولیٰ نہ کیا تو جب تک بیٹھنے کے قریب ہو بیٹھ جائے؛ اس صورت میں سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا۔ اور اگر کھڑا ہونے کے قریب ہو تو کھڑا ہو جائے؛ اس لیے کہ اس کے دوبارہ بیٹھنے سے نماز فاسد ہو جائے گی، اور بعض فقہاء کے نزدیک فاسد نہ ہوگی؛ البتہ سجدۂ سہو کرے گا[1] اور اگر چوتھی رکعت کے بعد پانچویں رکعت (کے لیے بھولے سے کھڑا ہو گیا تو جب تک پانچویں رکعت) کا سجدہ نہ کیا ہو، لوٹ جائے اور قعدۂ اخیرہ مکمل کر کے (داہنی طرف) سلام پھیر کر سجدۂ سہو کرے، اور اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو اس کا فرض باطل ہو گیا؛ لہٰذا اگر چاہے تو چھٹی رکعت ملا کر سلام پھیرے اور سجدۂ سہو کرے[2] اور اگر چاہے تو چھٹی رکعت نہ ملائے، اسی وقت قعدۂ اخیرہ کر کے سلام پھیر دے (اور سجدۂ سہو نہ کرے) اس صورت میں چار رکعتیں نفل ہوں گی اور ایک رکعت بیکار ہو جائے گی[3]۔

قضا نمازوں کا بیان

اگر نماز کا وقت فوت ہو جائے تو ادا کی طرح اذان و اقامت کے ساتھ قضا کرے[4]، اور اگر جماعت کے ساتھ پڑھے تو جہری نماز میں بلند آواز سے قراءت کرنا واجب ہے، اور اگر تنہا پڑھ رہا ہو تو قراءت آہستہ کرے۔[5]

مسئلہ: چھوٹی ہوئی نمازوں اور وقتیہ نمازوں میں ترتیب فرض ہے، اسی طرح امام اعظمؒ کے

(۱) یہی راجح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے (حاشیہ نور الایضاح ص:۱۱)

(۲) سجدۂ سہو کرنا زیادہ صحیح قول کے مطابق واجب نہیں (ردالمحتار ۱/۵۵۲ رشیدیہ پاکستان)

(۳) اور اگر چوتھی رکعت پر (تشہد کی مقدار) قعدۂ اخیرہ کر لیا پھر کھڑا ہو گیا تو پانچویں رکعت کے سجدہ سے پہلے ہی لوٹ آئے اور سجدۂ سہو کر کے سلام پھیر دے، اور اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا پھر یاد آیا تو چھٹی رکعت ملا لے اور سجدۂ سہو کر کے سلام پھیرے، اس صورت میں چار رکعتیں فرض اور دو رکعتیں نفل ہوں گی؛ اس لیے کہ قعدۂ اخیرہ کر چکا ہے (ردالمحتار ۱/۵۵۱ تا ۵۵۳ رشیدیہ پاکستان)

(۴) یعنی قضاء نماز میں اذان و اقامت مستحب ہے صرف اقامت کہنا جائز ہے؛ البتہ اقامت کو ترک کرنا خلاف اولیٰ ہے (نور الایضاح ص:۶۰، آداب اذان و اقامت ص:۸۴) (۵) جہر افضل ہے (عالم گیری ۱/۱۲۱)

نزدیک فرض اور وتر (جو کہ واجب ہے) کے درمیان بھی ترتیب فرض ہے؛ لہٰذا اگر کوئی شخص چھوٹی ہوئی نماز کے یاد ہونے کے باوجود وقتیہ نماز پڑھ لے تو اس کی وقتیہ نماز فاسد ہو جائیگی۔ پھر اگر فائتہ (چھوٹی ہوئی) کو دوسری وقتیہ سے پہلے قضا کرلے تو پہلی وقتیہ نماز باطل ہو جائے گی، اور اگر اس فائتہ کو ادا کرنے سے پہلے پانچ وقتیہ نمازیں ادا کرلے تو یہ ساری وقتیہ نمازیں ـــــ فسادِ موقوف کی وجہ سے ـــــ فاسد ہو جائیں گی۔ اور اگر فائتہ ادا کرنے سے پہلے چھٹی وقتیہ نماز ادا کرلے تو امام اعظمؒ کے نزدیک ساری وقتیہ نمازیں صحیح ہو جائیں گی؛ البتہ صاحبین کے نزدیک صحیح نہ ہوں گی۔ (۱)

مسئلہ: اگر بھول کر عشاء کی نماز بلا وضو پڑھ لی اور سنت اور وتر باوضو پڑھی تو امام اعظمؒ کے نزدیک عشاء کے بعد سنت دوبارہ پڑھے اور وتر کا لوٹانا ضروری نہیں، اور صاحبینؒ کے نزدیک وتر کو بھی دوبارہ پڑھے گا (۲)۔

تین باتوں سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے:

ترتیب تین چیزوں سے ساقط ہو جاتی ہے:

۱- وقتیہ نماز کا وقت تنگ ہو جانے کی وجہ سے یعنی وقتیہ نماز کے علاوہ نماز پڑھنے کی گنجائش نہ ہو۔

۲- (فوت شدہ نماز) بھول جانے کی وجہ سے۔

۳- جب نمازی کے ذمہ چھ (یا زیادہ) قضا نمازیں جمع ہو جائیں؛ خواہ نئی ہوں یا پرانی۔

مسئلہ: جب وہ فائتہ نمازیں ادا کرلے تو دوبارہ ترتیب (کی فرضیت) لوٹ آئے گی۔

مسئلہ: اگر چھ یا اس سے زیادہ نمازیں چھوٹ جائیں (اور) ان میں سے چند نمازیں قضا کرلے؛ یہاں تک کہ چھ سے کم اس کے ذمہ باقی رہ جائیں تو بعض فقہائے کرامؒ کے نزدیک ترتیب (کی فرضیت) لوٹ آئے گی؛ البتہ فتوی اس پر ہے کہ ترتیب (کی فرضیت) اس وقت تک نہ لوٹے گی جب تک کہ ساری نمازیں ادا نہ ہو جائیں۔

نماز کو فاسد اور مکروہ کرنے والی چیزیں

درج ذیل چیزیں نماز کو فاسد کر دیتی ہیں:

---

(۱) امام اعظمؒ کا مذہب راجح ہے۔ (۲) فتوی امام اعظمؒ کے مسلک پر ہے (فتاوی رحیمیہ ۷/۲۹۹)

۱-بات کرنا ـــــ اگر چہ بھول کر ہو، یا نیند میں ہو ـــــ نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔

۲-نماز میں ایسی چیز کی دعا کرنا جو لوگوں سے بھی طلب کی جا سکتی ہے۔

۳-(آواز سے) رونا۔

۴- (درد کی وجہ سے) "اُوہ" کہنا۔

۵-(پریشانی کی وجہ سے) "اُف" کہنا۔

۶-کسی درد یا مصیبت کی وجہ سے آواز سے رونا، نہ کہ جنت یا جہنم کے ذکر سے (کیوں کہ اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی)

۷-بلا عذر کھنکھارنا۔

۸-چھینکنے والے کو یَرْحَمُكَ اللّٰهُ کی دعا دینا۔

۹-اچھی خبر کے جواب میں الحمد للہ کہنا۔

۱۰-بری خبر کے جواب میں إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کہنا۔

۱۱-تعجب کی خبر کا جواب سبحان اللہ سے یا "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ" سے دینا۔

۱۲-اپنے امام کے علاوہ کو لقمہ دینے سے نماز فاسد ہو جائے گی، اور اپنے امام کو لقمہ دینے سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔

۱۳- جان بوجھ کر سلام کرنے اور سلام کا جواب دینے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے؛ البتہ بھول کر سلام کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

۱۴-دیکھ کر قرآن مجید پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

۱۵-کھانے، پینے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

۱۶-عملِ کثیر سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، اور "عملِ کثیر": وہ عمل ہے جس میں دونوں ہاتھوں کی ضرورت پیش آئے۔ اور بعض (فقہاء کے نزدیک) ایسا عمل ہے جس کے کرنے والے کو دیکھنے والا سمجھے کہ وہ نماز میں نہیں ہے، اور بعض فقہاء کہتے ہیں کہ جس عمل کو نمازی خود کثیر سمجھے وہ کثیر ہے۔

۱۷-اگر نجاست پر سجدہ کرے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

۱۸-اگر نماز میں تھا اور دوسری نماز تکبیر کے ساتھ شروع کر دی تو پہلی نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر

اسی نماز کو دوبارہ تکبیرِ تحریمہ کے ذریعہ شروع کیا تو پہلی (پڑھی ہوئی) نماز فاسد نہ ہوگی۔

۱۹- جو کھانا دانت میں لگا تھا، اس کو زبان سے نکال کر کھالیا، تو اگر چنا سے کم تھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر چنا کے برابر تھا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

وہ چیزیں جن سے نماز فاسد نہیں ہوتی:

۱- اگر لکھی ہوئی چیز دیکھی اور اس کے معنی سمجھ لیے تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔

۲- اگر زمین یا دکان (چبوترہ) پر نماز پڑھ رہا ہو اور سامنے سے کوئی آدمی گزر جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی، چاہے گزرنے والی (چیز) عورت ہو یا کتا ہو یا گدھا ہو؛ لیکن اگر گزرنے والا عقل مند ہو تو اس کو گناہ ضرور ہوگا؛ مگر اس صورت میں (گزرنے والا گنہ گار نہ ہوگا) جب کہ دکان (چبوترہ) اتنی بلند ہو کہ گزرنے والے کا سر نمازی کے پیر کے مقابل (برابر) نہ پڑے۔

سُترہ: میدان اور گزرگاہ پر نمازی کے لیے اپنے سامنے "سترہ" کھڑا کر لینا مسنون ہے، سترہ کے طور پر ایسی چیز رکھی جائے جو ایک ہاتھ (اٹھارہ انچ) لمبی اور ایک انگلی کے برابر موٹی ہو، اور نمازی اس کو اپنے قریب داہنے یا بائیں بھوں کے برابر کھڑا کر دے۔

اور سترہ کو (آگے) رکھ لینا اور زمین پر (لمبائی میں یا ہلال کی طرح چوڑائی میں) خط کھینچ لینا کچھ مفید نہیں[1]۔

امام کا سترہ مقتدیوں کے لیے بھی کافی ہے، اگر سترہ نہ ہو تو نمازی گزرنے والے کو اشارہ یا تسبیح کے ذریعہ گزرنے سے روکے، ہاں! (روکنے کے لیے) اشارہ اور تسبیح دونوں کو ایک ساتھ اختیار نہ کرے۔

ناپاک کپڑے پر نماز:

اگر دوتہ والے کپڑے پر نماز پڑھے جس کی نیچے والی تہ ناپاک ہو تو اگر دونوں تہیں سلی ہوئی نہ ہوں تو نماز صحیح ہو جائے گی اور اگر سلی ہوئی ہوں تو نماز صحیح نہ ہوگی۔

(۱) متقدمین فقہاء نے خط کھینچنے کو منع فرمایا ہے اور متاخرین نے اس کی اجازت دی ہے؛ دوسری رائے اس وجہ سے راجح ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: إِنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ عَصًا فَلْيَخُطَّ خَطًّا (مسند احمد ۷۳۹۲) یعنی اگر نمازی کے پاس لاٹھی نہ ہو تو خط کھینچ لے (حاشیہ نور الایضاح ص: ۹۱)

اگر بچھے ہوئے کپڑے پر نماز ادا کرے، جس کا ایک کنارہ ناپاک ہو تو نماز صحیح ہو جائے گی؛ خواہ ایک طرف کو ہلانے سے دوسری طرف ہلے یا نہ ہلے۔

اور اگر کپڑا لٹکا ہوا ایک کنارے کو پہن کر نماز پڑھ رہا ہو اور دوسرا نجس کنارہ زمین پر ہو تو اگر نمازی کی حرکت سے ناپاک کنارہ مل جاتا ہے تو نماز جائز نہ ہوگی اور اگر نہ ہلتا ہو تو نماز جائز ہو جائے گی۔

مکروہاتِ نماز

مندرجہ ذیل چیزوں سے نماز مکروہ ہوتی ہے:

۱۔نماز میں کپڑے یا بدن سے کھیلنا اگر "عملِ قلیل" کی حد میں ہے تو مکروہ ہے، اور اگر "عملِ کثیر" کی حد تک پہنچ جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

۲۔سجدہ کی جگہ سے کنکر ہٹانا (مکروہ ہے)؛ مگر جب اس پر سجدہ کرنا ممکن نہ ہو تو ایک یا دو بار کنکر ہٹانا مکروہ نہیں۔

۳۔ انگلیوں کو عمل کر یا کھینچ کر چٹخانا۔

۴۔ہاتھ کو کولھوں پر رکھنا۔

۵۔دائیں یا بائیں چہرہ پھیرنا بھی مکروہ ہے؛ جب کہ سینہ قبلہ کی طرف سے نہ پھرے، اور اگر سینہ قبلہ کی طرف سے پھر جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

۶۔کتے کی طرح بیٹھنا مکروہ ہے، یعنی: دونوں ہاتھ، سیرین اور پیر کو زمین پر رکھ کر دونوں زانو کھڑا کر کے بیٹھنا۔

۷۔دونوں بازو کو سجدہ میں زمین پر بچھانا۔

۸۔سلام کا جواب ہاتھ (کے اشارے) سے دینا۔

۹۔فرض نماز میں بلا عذر چہار زانو (آلتی پالتی مار کر) بیٹھنا۔

۱۰۔کپڑے کو مٹی لگنے کے خیال سے سمیٹنا۔

۱۱۔سدل ثوب بھی مکروہ ہے یعنی کپڑے کو سر اور کندھے پر ڈال کر اُن کے کناروں کو جمع کیے بغیر چھوڑ دینا۔

۱۲۔جمائی لینا (بھی مکروہ ہے)، جمائی کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے!

۱۳-(کھانسنا مکروہ ہے)، کھانسی کو (بھی) قدرت بھر دور کرنا چاہیے۔
۱۴-انگڑائی لینا (بھی مکروہ ہے) یعنی: بدن کو تھکن دور کرنے کے لیے کھینچنا۔
۱۵-آنکھیں بند رکھنا (بھی مکروہ ہے)؛ بلکہ نگاہ کو سجدہ کی جگہ پر رکھے۔
۱۶-یہ بھی مکروہ ہے کہ سر کے بالوں کو سر کے اوپر لپیٹ کر گرہ دے کر نماز پڑھے[1]، اور سر پر اگر بال رکھے ہوئے ہو تو سنت یہ ہے کہ بالوں کو چھوڑ دے؛ تاکہ بال بھی سجدہ کریں۔
۱۷- کھلے سر نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے؛ البتہ اگر ذلت وانکساری ظاہر کرنے کے ارادہ سے ہو تو مکروہ نہیں۔
۱۸-آیات وتسبیحات کو انگلیوں سے گننا مکروہ ہے؛ مگر صاحبین کے نزدیک مکروہ نہیں۔
۱۹-یہ بھی مکروہ ہے کہ امام تنہا مسجد کی محراب میں ہو اور سارے مقتدی محراب سے باہر ہوں۔
۲۰-یا امام تنہا اونچی جگہ پر ہو اور سارے مقتدی نیچے ہوں۔
۲۱-اگر صف میں جگہ ہو تو صف کے پیچھے تنہا کھڑا ہونا مکروہ ہے، اور اگر جگہ نہ ہو تو صف میں سے ایک آدمی کو پیچھے کھینچ لے اور اپنے ساتھ کر لے۔
۲۲-ایسا کپڑا پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے جس میں آدمی یا جانور کی تصویر ہو۔
۲۳-تصویر سر کے اوپر ہو یا چہرہ کے سامنے ہو، یا داہنے یا بائیں ہاتھ کی طرف ہو؛ البتہ اگر پیر کے نیچے یا پیٹھ کے پیچھے ہو تو کوئی مضائقہ نہیں، اور درخت وغیرہ کی تصویر میں کوئی حرج نہیں، اسی طرح سر کٹی تصویر (میں بھی کوئی قباحت نہیں)

وہ چیزیں جو نماز میں مکروہ نہیں:

۱- (نماز کی حالت میں) سانپ اور بچھو مارنا مکروہ نہیں۔
۲- یہ بھی مکروہ نہیں کہ امام مسجد میں (کھڑا) ہو اور سجدہ مسجد کی محراب میں کرے۔
۳- ایسے لوگ جو گفتگو میں مصروف ہوں، اُن کی پیٹھ کی طرف نماز پڑھنا بھی مکروہ نہیں۔
۴- قرآن مجید یا لٹکی ہوئی تلوار یا موم بتی یا چراغ کی طرف نماز پڑھنا بھی مکروہ نہیں۔

(۱) یہ کراہیت کا حکم مردوں کے لیے ہے، عورتوں کے لیے اولیٰ اور مستحب یہ ہے کہ وہ بال باندھ کر نماز پڑھیں۔ (المحیط ۵/۳۷، تفصیل کے لیے دیکھیے: ڈاڑھی اور انبیاء کی سنتیں ص: ۷۷، ۷۸)

بیمار کی نماز

بیمار آدمی کو اگر کھڑے ہونے پر قدرت نہ ہو، یا (کھڑے ہونے کی وجہ سے) مرض کے بڑھنے کا اندیشہ ہو تو نماز بیٹھ کر پڑھے اور (بیٹھ کر ہی) رکوع اور سجدہ کرے۔

اگر رکوع اور سجدہ پر تو قدرت نہ ہو؛ لیکن کھڑے ہونے پر قدرت ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک مفتی بہ قول کے مطابق اس کے لیے بیٹھ کر نماز پڑھنا کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے بہتر ہے؛ لہٰذا بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع اور سجدے کا اشارہ کرے، اور سجدہ کا اشارہ رکوع کے اشارہ سے پست کرے، اور اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھے اور (سر سے رکوع اور سجدہ کا) اشارہ کرے تو بھی جائز ہے۔

نوٹ: اور فقیر (مصنفؒ) کے نزدیک قیام پر قدرت ہو تو قیام کو نہ چھوڑے۔ اور قیام، رکوع اور سجدہ پر قدرت نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھے اور (رکوع اور سجدہ کے لیے) اشارہ کرے۔

اور اگر بیٹھنے کی طاقت بھی نہ ہو تو چت لیٹ کر نماز پڑھے اور دونوں پیر (موڑ کر) قبلہ رُخ کر لے؛ یا کروٹ پر لیٹ کر نماز پڑھے اور چہرہ قبلہ کی طرف کر لے اور سر کے اشارہ سے نماز پڑھے۔

اور اگر رکوع اور سجدہ کے لیے سر سے اشارہ کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو اشارہ پر قدرت حاصل ہونے تک نماز کو مؤخر کرے، پھر اگر اسی درمیان وفات ہو جائے تو گنہ گار نہ ہوگا۔

اور اگر نماز ادا کرنے کے درمیان بیمار ہو جائے تو اپنی سکت کے مطابق نماز پوری کرے۔

مسئلہ: اگر مریض بیٹھ کر رکوع اور سجدے کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہو اور نماز کے درمیان کھڑا ہونے پر قادر ہو جائے تو کھڑا ہو کر اس نماز کو پورا کرے؛ البتہ امام محمدؒ کے نزدیک اس نماز کو از سرِ نو پڑھے گا۔

اور اگر مریض اشارے سے نماز پڑھ رہا ہو اور نماز کے درمیان اس کو رکوع اور سجدہ پر قدرت حاصل ہو جائے تو از سرِ نو نماز پڑھے گا، اس مسئلہ پر (فقہاء کا) اتفاق ہے۔

مسئلہ: اگر آدمی ایک رات دن بے ہوش رہے، یا پاگل رہے تو (اس درمیان کی نمازیں) قضا کرے۔ اور اگر ایک رات دن سے تھوڑی دیر بھی زیادہ بے ہوش یا پاگل رہے تو ان نمازوں کی قضا واجب نہیں۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک جب تک چھٹی نماز کا وقت داخل نہ ہو جائے ان نمازوں کی قضا واجب ہے۔

مسافر کی نماز

جو آدمی سفر کی نیت سے اپنے گھر سے تین مرحلہ چلنے کی نیت سے نکلے اور شہر کی عمارت سے باہر ہو

جائے تو وہ آدمی چار رکعت والی فرض نماز دو رکعت پڑھے گا ـــــ ایک مرحلہ سولہ گز وہ کا ہوتا ہے، اور ایک کروہ چار ہزار قدم کا (اور آج کے حساب سے سوا ستر کلومیٹر مسافتِ سفر ہے)

مسئلہ: اگر مسافر چار رکعت پڑھ لے تو اگر دو رکعت پر قعدہ کیا ہے تو نماز صحیح ہو جائے گی یعنی دو رکعت فرض اور دو رکعت نفل ہوگی؛ لیکن فرض اور نفل کو ملانے کی وجہ سے گنہ گار ہوگا۔ اور اگر بھول کر اس طرح کر لیا ہے تو سلام میں تاخیر کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہوگا، اور اگر دو رکعت پر نہیں بیٹھا تو اس کا فرض باطل ہو گیا، وہ چار رکعت نفل ہو جائے گی اور سجدۂ سہو کرے گا۔ (۱)

مسئلہ: سفر کا حکم اس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک مسافر اپنے وطنِ اصلی میں داخل نہ ہو جائے، یا پندرہ دن یا اس سے زیادہ کسی شہر یا دیہات میں ٹھہرنے کی نیت نہ کر لے۔

مسئلہ: میدان میں ٹھہرنے کی نیت معتبر نہیں، اور جو لوگ میدان ہی میں رہتے ہیں (خانہ بہ دوش) اور کسی جگہ چند دنوں سے زیادہ نہیں ٹھہرتے وہ لوگ ہمیشہ پوری نماز پڑھیں گے؛ لیکن جب یک بارگی اڑتالیس گز وہ (میل) چلنے کا ارادہ کریں (تو قصر کریں گے)

مسئلہ: اگر مسافر وقت کے اندر نمازوں میں مقیم کی اقتداء کرے تو اس پر چار رکعت نماز لازم ہو جائے گی، اور وقت گزر جانے کے بعد قضا نمازوں میں مسافر کے لیے مقیم کی اقتداء جائز نہیں؛ البتہ مقیم کے لیے مسافر کی اقتداء وقت کے اندر بھی اور وقت کے بعد قضا میں بھی جائز ہے، مسافر امام دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے گا، اور مقیم مقتدی اٹھ کر چار رکعتیں پوری کرے گا۔

مسئلہ: وطنِ اصلی، صرف وطنِ اصلی سے باطل ہوتا ہے، سفر سے اور وطنِ اقامت سے باطل نہیں ہوتا اور وطنِ اقامت وطنِ اقامت سے بھی باطل ہو جاتا ہے، اور وطنِ اصلی اور سفر سے بھی۔

مسئلہ: حضر کی چھوٹی ہوئی نماز سفر میں چار رکعت ادا کی جائے گی اور سفر کی چھوٹی ہوئی نماز حضر میں دو رکعت ادا کی جائے گی۔

مسئلہ: گناہ کے سفر میں ائمہ ثلاثہ (امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ) کے نزدیک قصر جائز نہیں، اور امام اعظمؒ کے نزدیک قصر واجب ہے، اور رمضان کا روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔

---

(۱) جب فرض باطل ہو گیا اور چاروں رکعتیں نفل ہو گئیں تو سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا؛ جس طرح چار رکعتوں والی فرض نماز میں چوتھی رکعت میں قعدۂ اخیرہ چھوڑنے اور دو رکعت مزید ملانے والے کی فرضیت باطل ہو جاتی ہے اور اس پر راجح قول کے مطابق سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا (ردالمحتار ۱/۵۵۲ رشیدیہ پاکستان)

مسئلہ: مقیم اور مسافر ہونے میں متبوع (امیر، آقا اور شوہر وغیرہ) کی نیت معتبر ہے، تابع (فوجی، غلام اور بیوی وغیرہ) کی نیت معتبر نہیں۔

جمعہ کی نماز

جمعہ کی نماز کے صحیح ہونے اور ظہر کی نماز ذمہ سے ساقط ہونے کے لیے چھ چیزیں ضروری ہیں:

۱- مصر ہونا ـــــ یعنی: ایسا شہر ہونا جس میں حاکم اور قاضی ہو؛ یا شہر کے قریب کا علاقہ ہو جو اہلِ شہر کی ضرورتوں کے لیے تیار کیا گیا ہو؛ لہٰذا دیہات میں امام اعظمؒ کے نزدیک جمعہ کی نماز جائز نہیں، اور امام شافعیؒ اور اکثر ائمہ کے نزدیک دیہات میں جمعہ کی نماز جائز ہے؛ اور نواح (فناء) شہر میں (ان کے نزدیک) جمعہ جائز نہیں۔

۲- بادشاہ یا اس کے نائب کا موجود ہونا؛ اور اکثر ائمہ کے نزدیک یہ شرط نہیں۔

۳- ظہر کا وقت ہونا۔

۴- خطبہ ہونا۔

امام اعظمؒ کے نزدیک ایک تسبیح کے برابر خطبہ کافی ہے، اور صاحبین کے نزدیک ذکرِ طویل (بہ قدر تشہد) ضروری ہے۔

مسئلہ: دو خطبے پڑھنا جن میں حمد وثنا، دُرود وسلام، تلاوتِ قرآن، اور مسلمانوں کے لیے نصیحت ہو، اپنے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے استغفار ہو؛ اکثر ائمہ کے نزدیک یہ فرض ہے؛ لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سنت ہے، اور مذکورہ امور کا چھوڑنا مکروہ ہے۔

۵- جماعت ہونا ـــــ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک چالیس آدمیوں کی جماعت ضروری ہے، اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک امام کے علاوہ تین آدمی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک امام کے علاوہ دو آدمی ضروری ہیں۔

مسئلہ: اگر نماز کے درمیان لوگ جماعت سے بھاگ جائیں اور مطلوبہ تعداد باقی نہ رہے تو امام کی اور باقی ماندہ لوگوں کی نماز فاسد ہو جائے گی، وہ لوگ از سرِ نو ظہر پڑھیں گے۔

۶- (جمعہ کی نماز میں شریک ہونے کے لیے) عام اجازت ہونا۔ (۱)

(۱) مفتی بہ قول کے مطابق جیل میں جمعہ پڑھنا جائز ہے۔

مسئلہ: بچہ، غلام، عورت، مسافر اور مریض پر جمعہ کی نماز واجب نہیں، اسی طرح امام اعظمؒ کے نزدیک نابینا پر جمعہ کی نماز واجب نہیں، اگرچہ اس کو لے جانے والا (رہبر) موجود ہو۔ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اگر لے جانے والا موجود ہو تو نابینا پر بھی جمعہ کی نماز واجب ہے، ورنہ واجب نہیں، اور غلام پر امام احمدؒ کے نزدیک جمعہ کی نماز واجب ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی غلام، یا بیمار یا مسافر شہر میں جمعہ کی نماز پڑھ لے تو اس کی جمعہ کی نماز ادا ہو جائے گی، اور ظہر کی نماز (ذمہ سے) ساقط ہو جائے گی۔

مسئلہ: جو آدمی شہر کی حدود سے باہر رہتا ہے، اگر وہ جمعہ کی اذان سنتا ہے تو اس پر جمعہ کی نماز میں حاضر ہونا واجب ہے۔

مسئلہ: غلام، بیمار اور مسافر کو اگر جمعہ کی نماز میں امام بنالیا تو (جمعہ کی نماز) صحیح ہوگی۔

مسئلہ: اگر صرف مسافر شہر میں جمعہ کی نماز پڑھیں اور ان میں کوئی مقیم نہ ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک جمعہ کی نماز درست ہے، اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک جب تک چالیس آزاد، مقیم اور تندرست آدمی نہ ہوں، جمعہ کی نماز صحیح نہیں۔

مسئلہ: ایسا آدمی جس کو کوئی عذر نہ ہو وہ جمعہ سے پہلے ظہر کی نماز پڑھ لے تو اس کی ظہر کی نماز کراہت تحریمی کے ساتھ درست ہو جائے گی، پھر اگر جمعہ کے لیے (گھر سے) نکل پڑے —— جب کہ امام، جمعہ کی نماز سے فارغ نہ ہوا ہو —— تو ظہر کی نماز باطل ہو جائے گی؛ پس اگر جمعہ کی نماز پالے تو ٹھیک ہے، ورنہ پھر سے ظہر کی نماز پڑھے (یہی راجح ہے) اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر جمعہ کی نماز نہ پاسکے تو ظہر کی نماز باطل نہ ہوگی۔

مسئلہ: معذور اور قیدی کے لیے جمعہ کے دن ظہر کی نماز جماعت سے ادا کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: جو آدمی امام کو جمعہ کی نماز میں تشہد میں یا سجدۂ سہو میں پائے اور نماز میں داخل ہو جائے تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد دو رکعت جمعہ کی نماز پوری کرے، اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر دوسری رکعت کا رکوع نہ پایا ہو تو اسی تحریمہ سے ظہر کی چار رکعت پڑھے۔

مسئلہ: جب جمعہ کے لیے پہلی اذان کہی جائے تو (نماز کے لیے) چلنا واجب ہو جاتا ہے اور خرید و فروخت حرام ہو جاتی ہے، اور جب امام خطبہ کے لیے نکل آئے تو خطبہ پورا ہونے تک بات

کرنا اور نماز پڑھنا منع ہے، اور جب امام منبر پر بیٹھ جائے تو دوسری اذان اس کے سامنے دی جائے اور سارے لوگ امام کی طرف متوجہ ہیں، اور جب خطبہ پورا ہو جائے تو تکبیر کہی جائے۔

مسئلہ: جمعہ کی نماز میں "سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقون" پڑھنا سنت ہے، اور ایک روایت میں "سَبِّحِ اسْمَ" اور "هَلْ أَتَاكَ" (پڑھنا مسنون) ہے۔

ایک شہر میں کئی جگہ جمعہ: ایک شہر میں کئی جگہ جمعہ کی نماز پڑھنا جائز ہے، اور امام اعظمؒ کی ایک روایت کے مطابق ایک جگہ کے علاوہ جائز نہیں، لہٰذا اگر چند جگہ جمعہ کی نماز پڑھی گئی تو پہلی نماز صحیح ہوگی، اور بعد کی صحیح نہ ہوگی (اس لیے جہاں تک ممکن ہو ایک ہی جگہ پڑھنی چاہیے) اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ اگر شہر کے درمیان نہر بہتی ہو تو دونوں طرف دو جمعہ پڑھنا جائز ہوگا۔

دوسری واجب نمازیں

پانچ وقتوں کی نمازوں کے علاوہ دوسری نمازیں اکثر ائمہ کے نزدیک واجب نہیں؛ البتہ امام اعظمؒ کے نزدیک وتر واجب ہے اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نمازیں بھی واجب ہیں، اور دوسرے ائمہ کے نزدیک یہ تینوں نمازیں سنت (مؤکدہ) ہیں۔

وتر میں دعائے قنوت: امام اعظمؒ کے نزدیک وتر کی نماز میں تین رکعتیں ایک ہی سلام سے ہیں اور تینوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت (یا آیت) پڑھنا (واجب ہے) اور تیسری رکعت میں قراءت کے بعد رکوع سے پہلے پورے سال دعائے قنوت پڑھنا بھی واجب ہے، اور امام شافعیؒ کے نزدیک دعائے قنوت رمضان کے آخری پندرہ دنوں میں سنت ہے۔ اور اکثر ائمہ کے نزدیک دعائے قنوت رکوع کے بعد قومہ میں پڑھنا سنت ہے۔

مسئلہ: فجر کی نماز میں دعائے قنوت بدعت ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک سنت ہے۔

مسئلہ: وتر کی پہلی رکعت میں "سَبِّحِ اسْمَ" دوسری میں "قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ" اور تیسری میں "قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ" پڑھنا مستحب ہے۔

عیدین کی نمازیں

عیدین کی نماز کے واجب ہونے اور اس کے ادا کرنے کی شرطیں نماز جمعہ کی طرح ہیں؛ البتہ اس

میں خطبہ شرط نہیں؛ بلکہ نماز کے بعد جمعہ کی طرح دو خطبے دینا سنت ہے، اور خطبہ میں اس دن کے لحاظ سے صدقۂ فطر کے احکام یا قربانی اور تکبیرِ تشریق کے مسائل بیان کرنے چاہئیں۔

مسئلہ: عیدالفطر کے دن سنت یہ ہے کہ پہلے کوئی چیز کھائے، اور صدقۂ فطر ادا کرے، اور مسواک کرے، اور غسل کرے اور بہترین کپڑے پہنے اور خوشبو لگائے اور تکبیر کہتے ہوئے عیدگاہ جائے؛ البتہ بلند آواز سے تکبیر نہ کہے۔

عیدین کی نماز کا وقت: جب آفتاب اونچا ہو جائے اور آنکھیں حیران ہونے لگیں تو اس وقت سے زوال سے پہلے تک عیدین کی نماز کا وقت ہے۔

نماز عید کا طریقہ: جب عید کی نماز پڑھے تو پہلی رکعت میں تکبیرِ تحریمہ کے بعد تین زائد تکبیریں کہے اور ہر تکبیر کے ساتھ دونوں ہاتھ (کانوں تک) اٹھائے، پھر تکبیرات کے بعد ثنا پڑھے[1] اور دوسری رکعت میں قراءت کے بعد رکوع سے پہلے تین بار زائد تکبیریں کہے اور تکبیر کے ساتھ دونوں ہاتھ (کانوں تک) اٹھائے پھر رکوع کی تکبیر کہے، رکوع کی یہ تکبیر نمازِ عید میں واجب ہے، اگر (بھول) سے چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا[2]۔

مسئلہ: اگر کوئی آدمی عید کی نماز امام کے ساتھ نہ پائے تو اس کی قضا نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر کسی عذر کی وجہ سے عیدالفطر کی نماز امام اور سارے لوگوں کی چھوٹ جائے تو دوسرے دن اس کو ادا کریں، نہ کہ تیسرے دن۔ اور عیدالاضحیٰ کو دو دن تک مؤخر کرنا جائز ہے۔

عیدالاضحیٰ کے احکام

عیدالاضحیٰ، عیدالفطر کی طرح ہے؛ البتہ عیدالاضحیٰ میں نماز کے بعد اپنی قربانی کا گوشت کھانا مستحب ہے، اور نماز سے پہلے کھانا مکروہ نہیں۔ اور نمازِ عید سے پہلے قربانی کرنا جائز نہیں[3] اور عیدالاضحیٰ میں

(۱) پہلی رکعت میں تکبیرِ تحریمہ کے بعد ثنا پڑھی جائے گی، پھر تین زائد تکبیریں کہی جائیں گی (شرح وقایہ ۱/۲۰۳) ہندیہ (۱/۱۵۰) رشیدیہ پاکستان؛ مصنفؒ سے شاید تسامح ہو گیا ہے۔ اشتیاق

(۲) متاخرین فقہاء کے نزدیک؛ چوں کہ عیدین میں بڑی جماعت ہوتی ہے؛ اس لیے سجدۂ سہو نہیں کرنا چاہیے (نورالایضاح ص:۱۱۱) (۳) دیہات میں جہاں عید کی نماز نہیں ہوتی، دسویں ذی الحجہ کو صبح صادق کے بعد قربانی کرنا جائز ہے، اور شہر میں نمازِ عید سے پہلے قربانی جائز نہیں۔

تکبیر (تشریق) راستے میں بلند آواز سے کہنی چاہیے۔

تکبیرِ تشریق: امام اعظمؒ کے نزدیک عرفہ کے دن (نویں ذی الحجہ کو) فجر کی نماز سے عید کے دن کی عصر کی نماز تک ہر فرض نماز باجماعت کے بعد شہر میں مقیم پر تکبیرِ تشریق واجب ہے، اور تیرہویں ذی الحجہ کی عصر تک صاحبینؒ کے نزدیک (واجب ہے)[1] اسی پر فتوی ہے۔

مسئلہ: اگر عورت یا مسافر، مقیم کی اقتداء کرے تو ان پر بھی تکبیر واجب ہوگی، ایک بار بلند آواز سے کہے: اَللّٰهُ اَكْبَر، اَللّٰهُ اَكْبَر، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَر، اَللّٰهُ اَكْبَر، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ: (ترجمہ: اللہ تعالیٰ سب سے بڑے ہیں، اللہ تعالیٰ سب سے بڑے ہیں، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑے ہیں، اللہ تعالیٰ سب سے بڑے ہیں اور ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں)

مسئلہ: اگر امام تکبیرِ تشریق چھوڑ دے تو بھی مقتدی نہ چھوڑیں۔

سنن ونوافل کا بیان

نماز فجر سے پہلے دو رکعتیں سنت (مؤکدہ) ہیں، ان میں سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص پڑھے، ظہر اور جمعہ کی نماز سے پہلے چار رکعتیں ایک سلام سے پڑھنا سنت (مؤکدہ) ہے اور ظہر کے بعد دو رکعتیں (سنت مؤکدہ) ہیں اور جمعہ (کی فرض نماز) کے بعد چار رکعتیں (سنت مؤکدہ) ہیں، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک چھ رکعتیں سنت ہیں، اور ظہر کی نماز کے بعد چار رکعتیں دو سلام سے پڑھنا مستحب ہے۔

عصر کی نماز سے پہلے دو رکعتیں یا چار رکعتیں پڑھنا مستحب ہے، اور مغرب کی نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھنا سنت (مؤکدہ) ہے، اور اس کے بعد دوسری چھ رکعتیں مستحب ہیں، ان کو "اوّابین کی نماز" کہتے ہیں ـــــ اور ایک روایت میں مغرب کی نماز کے بعد بیس رکعتیں منقول ہیں[2]۔

عشاء کی نماز سے پہلے چار رکعتیں مستحب (سنت غیر مؤکدہ) ہیں، اور عشاء کی نماز کے بعد دو رکعتیں

(۱) صاحبینؒ کے نزدیک ہر فرض نماز کے بعد تکبیرِ تشریق واجب ہے، نماز چاہے جماعت سے ہو یا تنہا؛ نماز پڑھنے والا مرد ہو یا عورت؛ مسافر ہو یا مقیم؛ خواہ دیہات میں رہتا ہو یا شہر میں، ہر صورت میں تیرہویں ذی الحجہ کی عصر تک تکبیرِ تشریق واجب ہے۔

(۲) سنن ترمذی ج:۱ ص:۹۸ بابُ فضلِ التطوع ستُّ رَكَعَاتٍ بعدَ المغربِ۔

سنتِ (مؤکدہ) ہیں، اور دوسری چار رکعتیں مستحب (نفل) ہیں، اور وتر کے بعد دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھنا مستحب ہے؛ پہلی رکعت میں "إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ" اور دوسری رکعت میں "قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ" پڑھے۔

نمازِ تہجد: تہجد کی نماز سنتِ مؤکدہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو کبھی نہیں چھوڑا، اور اگر کبھی چھوٹ جاتی تو آپ ﷺ بارہ رکعتیں دن میں قضا فرما لیتے، تہجد کی نماز چار رکعت سے کم مروی نہیں، اور بارہ رکعتوں سے زائد بھی ثابت نہیں۔

رسول اللہ ﷺ تہجد کے بعد وتر کی نماز پڑھتے تھے، (اور) یہی سنت ہے، جس آدمی کو بیدار ہونے کا اطمینان ہو وہ وتر کی نماز تہجد کے بعد اخیر رات میں پڑھے؛ اس لیے کہ یہی بہتر ہے، اور اگر اطمینان نہ ہو تو سونے سے پہلے ہی پڑھ لے کہ احتیاط اسی میں ہے۔

رسول اللہ ﷺ تہجد کی نماز وتر کے ساتھ کبھی سات رکعتیں پڑھتے تھے، کبھی گیارہ، کبھی تیرہ اور کبھی پندرہ؛ اور کبھی دو دو رکعتیں، کبھی چار چار رکعتیں، کبھی ساری رکعتوں کو ایک ہی سلام سے پڑھتے تھے اور کبھی ہر دو رکعت کو مسواک کے ساتھ نئے وضو سے پڑھتے تھے اور ہر دو رکعت کے بعد سو جاتے تھے، پھر بیدار ہوتے، اور تہجد میں قیام اتنا زیادہ لمبا فرماتے تھے کہ پیرِ مبارک سوج جاتے، اور پھٹ جاتے۔

کبھی چار رکعتیں پڑھتے (اور) پہلی رکعت میں سورۂ بقرہ، دوسری میں سورۂ آلِ عمران، تیسری میں سورۂ نساء اور چوتھی میں سورۂ مائدہ پڑھتے، اور جس قدر قیام فرماتے اسی قدر رکوع، اسی طرح قومہ، اسی طرح سجدہ، (اور) اسی طرح جلسہ کرتے اور کبھی ایک ہی رکعت میں ان چاروں سورتوں کو جمع فرماتے۔

اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وتر کی ایک رکعت میں پورا قرآن ختم فرمایا ہے؛ لیکن مستحب یہ ہے کہ: ہر دن اتنا پڑھے کہ اس پر پابندی ہو سکے، ایک ماہ میں ایک یا دو یا تین ختم کرے۔ اکثر صحابۂ کرامؓ سات رات میں قرآن مجید ختم فرماتے تھے؛ پہلی رات میں سورۂ بقرہ، آلِ عمران اور نساء تین سورتیں؛ دوسری رات میں پانچ سورتیں، پھر سات (سورتیں)، پھر نو (سورتیں)، پھر گیارہ (سورتیں)، پھر تیرہ (سورتیں) پھر آخر قرآن تک (پڑھتے تھے) اور اس طرح ختم کرنے کو "قَمِيْ بِشَوْقٍ" کہتے ہیں — اور قرآن مجید کو "ترتیل" سے پڑھے۔

نمازِ اشراق: مستحب یہ ہے کہ فجر کی نماز جماعت سے پڑھے، اور آفتاب بلند ہونے تک ذکر میں

(۱) 'ف' سے سورۂ فاتحہ، 'میم' سے مائدہ، 'ی' سے یونس، 'ب' سے بنی اسرائیل، 'ش' سے شعراء، 'ذ' سے والصافات اور 'ق' سے سورۂ ق کی طرف اشارہ ہے۔

مشغول رہے، (پھر) اس وقت دو رکعتیں نفل ادا کر کے ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب حاصل کرے، اور اگر دن کے شروع میں چار رکعتیں پڑھے تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: میں دن کے آخر تک اس کے لیے کافی ہوں، اور اس کو اشراق کی نماز کہتے ہیں۔

نمازِ چاشت: جب آفتاب گرم ہو جائے تو زوال سے پہلے چاشت کی نماز آٹھ رکعتیں پڑھے، یہ نماز رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے۔

زوال کے بعد چار رکعت نفل: اور زوال کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعتیں نفل پڑھنا (بھی) رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے۔

تَحِیَّۃُ الوضوء: جب بھی نیا وضو کرے، دو رکعتیں تحیۃ الوضو (کی پڑھے) یہ (نماز) سنت ہے۔

تَحِیَّۃُ المسجد: جب بھی مسجد میں داخل ہو دو رکعتیں تحیۃ المسجد (کی پڑھے) یہ (نماز بھی) سنت ہے۔

عصر سے مغرب تک: عصر کے بعد مغرب تک ذکرِ الٰہی میں مشغول رہنا سنت ہے۔

تراویح: نفل نماز کی جماعت مکروہ ہے؛ مگر رمضان میں سنت یہ ہے کہ (تراویح) جماعت کے ساتھ بیس رکعات دس سلام سے پڑھے، اور ہر رکعت میں دس آیتیں پڑھے؛ تاکہ پورے رمضان میں قرآن مجید ختم ہو جائے اور لوگوں کی سستی کی وجہ سے اس سے کم نہ کرے۔ اور اگر لوگ راضی ہوں تو پورے رمضان میں دو یا چار ختم کرے۔

اور ہر چار رکعات کے بعد چار رکعتوں کے بہ قدر بیٹھے اور ذکر میں مشغول رہے، اس نماز کو تراویح کہتے ہیں، اور تراویح کے بعد وتر کی نماز جماعت سے پڑھے، اور رمضان کے علاوہ وتر کی جماعت کرنا مکروہ ہے۔

نمازِ استخارہ: اگر کوئی (اہم) کام پیش آئے تو استخارہ کرنا سنت ہے، وضو کر کے دو رکعتیں نفل پڑھے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور رسول اللہ ﷺ پر دُرود (وسلام) بھیجے، پھر درج ذیل دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ، فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا

ترجمہ: اے اللہ! میں آپ سے خیر طلب کرتا ہوں، آپ کے (خیر کو) جاننے کی وجہ سے اور آپ سے قدرت طلب کرتا ہوں، آپ کی (ہر چیز پر) قدرت کی وجہ سے اور آپ سے آپ کا بڑا فضل مانگتا ہوں؛ اس لیے کہ آپ قدرت والے ہیں اور مجھے قدرت

أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ، اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِيْ، فَاقْدُرْهُ لِيْ وَيَسِّرْهُ لِيْ، ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِيْ فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ، ثُمَّ رَضِّنِيْ بِهٖ (۱)

نہیں، اور آپ جانتے ہیں، اور میں جانتا نہیں، آپ ساری غیب کی باتیں جاننے والے ہیں۔ اے اللہ! اگر آپ جانتے ہیں کہ یہ کام (جس کے لیے میں استخارہ کر رہا ہوں) میرے لیے بہتر ہے، میرے دین اور میری دنیوی زندگی میں اور میرے انجام کے سلسلے میں؛ تو اس کام کو میرے لیے مقدر فرما اور اس کو میرے لیے آسان فرما، پھر میرے لیے اس میں برکت عطا فرما اور اگر آپ جانتے ہیں کہ یہ کام (جس کے لیے میں استخارہ کر رہا ہوں) میرے لیے بُرا ہے، میرے دین اور میری دنیوی زندگی میں اور میرے انجام کے سلسلے میں؛ تو اس کام کو مجھ سے ہٹادے اور مجھ کو اس کام سے ہٹادے اور میرے لیے خیر مقدر فرما جہاں کہیں بھی ہو، پھر مجھ کو اس پر راضی کر دے۔

نمازِ توبہ: اگر کوئی گناہ ہو جائے تو جلدی سے وضو کر کے دو رکعتیں ادا کرے، اور اللہ تعالیٰ سے عفو و درگزر طلب کرے، اور اس گناہ سے توبہ کرے اور کیے ہوئے گناہ پر نادم ہو اور آئندہ کے لیے پختہ ارادہ کرے کہ اس گناہ کو کبھی نہیں کرے گا۔

نمازِ حاجت: اگر کوئی ضرورت پیش آجائے (خواہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے متعلق ہو یا کسی انسان سے) تو (اچھی طرح) وضو کرے اور دو رکعت نماز پڑھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور سرکارِ دو عالم ﷺ پر دُرود و سلام پڑھ کر یہ دعا پڑھے:

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، أَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ بڑے بُردبار اور سراپا کرم ہیں، میں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتا ہوں جو عرشِ عظیم کے مالک ہیں، تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو سارے جہانوں کے پالن ہار ہیں، میں آپ سے اسباب رحمت کا سوال کرتا ہوں اور آپ کی پختہ مغفرت چاہتا ہوں اور

(۱) صحیح بخاری، مکتوباً (ص: ۱۱۷) بعض روایتوں میں "رَضِّنِيْ" ہے۔

وَالْعِصْمَةَ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ، لَاتَدَعْ لِيْ ذَنْبًا إِلَّا غَفَرْتَهُ وَلَا هَمًّا إِلَّا فَرَّجْتَهُ، وَلَا دَيْنًا إِلَّا قَضَيْتَهُ وَلَا حَاجَةً مِنْ حَوَائِجِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ هِيَ لَكَ رِضًا إِلَّا قَضَيْتَهَا يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ.

ہر نیکی سے بڑا حصہ چاہتا ہوں۔ اور ہر گناہ سے حفاظت اور ہر گناہ سے سلامتی کا سوال کرتا ہوں، میرے کسی گناہ کو بخشے بغیر نہ چھوڑیے، اور میرے کسی غم کو دور کیے بغیر نہ چھوڑیے، اور ہر قرض کو ادا فرما دیجیے! اور دنیا اور آخرت کی وہ ساری ضرورتیں جو آپ کو پسند ہیں اُن سب کو پورا فرما دیجیے، اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے!

نمازِ تسبیح: صلاۃ التسبیح چھوٹے بڑے سارے گناہوں کی مغفرت کے لیے ہے؛ خواہ اَن جانے میں ہو گئے ہوں، یا جان بوجھ کر کیے ہوں؛ خواہ چھپ کر کیے ہوں یا کھلے طور پر کیے ہوں، حدیث شریف میں ہے کہ:

"رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو چار رکعت نماز سکھائی تھی کہ ہر رکعت میں قراءت کے بعد پندرہ بار "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ" پڑھیں اور رکوع میں دس بار؛ قومہ میں دس بار؛ سجدہ میں دس بار؛ جلسہ میں دس بار؛ دوسرے سجدہ میں دس بار؛ دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھ کر دس بار؛ پس ہر رکعت میں پچھتر (۷۵) بار اور چاروں رکعتوں میں تین سو بار پڑھیں۔

اگر ہو سکے تو آپ اس نماز کو روزانہ پڑھیں، ورنہ ہفتہ میں ایک بار، ورنہ مہینہ میں ایک بار، ورنہ سال میں ایک بار، ورنہ پوری عمر میں ایک بار پڑھیں۔ (۱)

اور بہتر یہ ہے کہ چاروں رکعتوں میں "مُسَبِّحَات" میں سے چار سورتیں پڑھے، اور مسبحات سات سورتیں ہیں: سورۂ بنی اسرائیل، سورۂ حدید، سورۂ حشر، سورۂ صف، سورۂ جمعہ، سورۂ تغابن اور سورۂ اعلیٰ (۲)۔

سورج اور چاند گرہن کی نماز: جب سورج کو گہن لگے تو سنت یہ ہے کہ: امامِ جمعہ دو رکعتیں

(۱) مشکوٰۃ المصابیح (ص: ۱۱۷)

(۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سورۂ تکاثر، عصر، کافرون اور اخلاص پڑھنا منقول ہے۔ (ردالمحتار ۱/۵۰۸ رشیدیہ) اور یہ ہر ایک کے لیے آسان بھی ہے۔

(جماعت سے) پڑھائے، اور ہر رکعت میں دوسری نمازوں کی طرح ایک رکوع کرے اور قراءت خوب لمبی اور آہستہ کرے (یہی راجح ہے)

اور صاحبینؒ کے نزدیک قراءت بلند آواز سے کرے اور آفتاب روشن ہونے تک ذکر میں مشغول رہے، اور اگر جماعت نہ ہو تو تنہا دو رکعت یا چار رکعت پڑھے۔

اور اسی طرح چاند گرہن میں اور (دن کے وقت سخت) تاریکی، سخت آندھی اور زلزلہ میں اور اس طرح کی گھبراہٹ والی چیزوں کے پیش آتے وقت (نماز میں مشغول ہو جانا چاہیے)

نمازِ استسقاء: بارش طلبی کے لیے رسول اللہ ﷺ نے کبھی تو صرف دعا فرمائی ہے؛ کبھی خطبۂ جمعہ میں دعا کی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بارش کی دعا کے لیے باہر نکلے اور صرف استغفار کیا؛ اسی وجہ سے امام اعظمؒ کے نزدیک "بارش طلبی" میں نماز سنتِ مؤکدہ نہیں؛ بلکہ امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ استسقاء دعا و استغفار (سے عبارت) ہے، اور اگر پڑھیں تو تنہا تنہا جائز ہے؛ البتہ رسول اللہ ﷺ سے صحیح روایت کے مطابق استسقاء میں جماعت کے ساتھ نماز ثابت ہے؛ اس لیے امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ اور اکثر علماءؒ فرماتے ہیں کہ: امام مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ عیدگاہ میں جائے ـــــ اور ساتھ میں کفار نہ ہوں ـــــ اور امام جماعت کے ساتھ دو رکعتیں ادا کرے اور جہری قراءت کرے، اور نماز کے بعد عید کی نماز کی طرح دو خطبے دے اور دعا اور استغفار کرے اور بارش مانگنے کے لیے وہ دعائیں پڑھے جو احادیث میں منقول ہیں:

اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُغِيْثًا، مُرِيْعًا نَافِعًا غَيْرَ ضَارٍ، عَاجِلًا غَيْرَ آجِلٍ[1] رَائِثٍ مُمْرِعِ النَّبَاتِ، اَللّٰهُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَبَهَائِمَكَ وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ وَأَحْيِ بَلَدَكَ الْمَيِّتَ[2]

ترجمہ: اے اللہ! ہمیں ایسی بارش سے سیراب فرما، جو تکلیف سے چھٹکارا دلانے والی ہو، شادابی لانے والی ہو، فائدہ دینے والی ہو، نقصان پہنچانے والی نہ ہو، جلد برسنے والی ہو، دیر سے برسنے والی نہ ہو، روئیدگی بڑھانے والی ہو۔ نباتات اُگانے والی ہو۔ اے اللہ! اپنے بندوں اور جانوروں کو سیراب فرمایئے، اور اپنی رحمت پھیلا دیجیے، اور مردہ علاقہ کو زندہ فرما دیجیے!

پھر امام اپنی چادر اُلٹے، دوسرے لوگ نہ الٹیں۔

---

(۱) مشکوٰۃ المصابیح (ص:۱۳۲) (۲) سنن ابی داؤد (ص:۱۶۶) حصن حصین (ص:۱۵۶)

نفل نماز کے مسائل

نفل نماز شروع کرنے سے واجب ہوجاتی ہے، اور اگر کوئی شروع کرکے توڑ دے تو دو رکعتیں قضا کرے گا، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر چار رکعتوں کی نیت سے شروع کی ہے اور قعدۂ اولیٰ سے پہلے توڑ دی ہے تو چار رکعتیں قضا کرے گا (اور امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک دو ہی رکعتیں قضا کرے گا)[1] اور یہی اختلاف ہے:

(۱) اس صورت میں کہ چار رکعتیں نفل پڑھے ہوں اور کسی رکعت میں قراءت نہ کی ہو۔

(۲) یا دوسرے شفعہ کی صرف ایک رکعت میں قراءت کی ہو۔

۱- اور اگر صرف پہلی دو رکعتوں میں قراءت کی ہو۔

۲- یا صرف پچھلی دو رکعتوں میں قراءت کی ہو۔

۳- یا پہلی دو رکعتوں میں سے ایک رکعت میں قراءت نہ کی ہو۔

۴- یا پچھلی دو رکعتوں میں سے ایک رکعت میں قراءت نہ کی ہو۔

تو چاروں صورتوں میں بالاجماع دو رکعتیں قضا کرے گا۔

۱- اور اگر صرف پہلی دو رکعتوں میں سے ایک رکعت میں قراءت کی ہو۔

۲- یا پہلی دو میں سے ایک رکعت میں اور دوسری دو میں سے ایک میں قراءت کی ہو؛ تو ان دونوں

---

(۱) اس اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پہلی دونوں رکعتوں میں قراءت چھوڑ دینے سے تحریمہ باقی رہتا ہے؛ کیوں کہ ان کے نزدیک قراءت رکن زائد ہے، پس ان کے نزدیک آخری دونوں رکعتوں کو شروع کرنا صحیح ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک اولیین کی ایک یا دونوں رکعتوں میں قراءت چھوڑنے سے تحریمہ باطل ہوجاتا ہے؛ کیوں کہ ان کے نزدیک نفل کی تمام رکعتوں میں قراءت فرض ہے، پس پہلی دونوں رکعتوں یا ان میں سے ایک میں قراءت چھوڑ دینے سے جب تحریمہ باطل ہوگیا تو آخری دونوں رکعتوں کا شروع کرنا صحیح نہ ہوگا، اور امام اعظمؒ کے نزدیک اگر اولیین کی صرف ایک رکعت میں قراءت چھوڑ دے تب تو تحریمہ باقی رہے گا اور آخری دونوں رکعتوں کا شروع کرنا صحیح ہوگا، اور اگر دونوں رکعتوں میں ترک قراءت کی وجہ سے اولیین کا تحریمہ باطل ہوجائے تو آخری دونوں رکعتوں کو شروع کرنا صحیح نہ ہوگا۔ پس آگے جو مسائل بیان کیے ہیں ان کو بھی اسی بنیاد پر حل کرنا چاہیے۔

صورتوں میں امام محمدؒ کے نزدیک دو رکعتیں قضا کرے گا اور شیخینؒ کے نزدیک چار رکعتیں۔

قاعدہ: پہلا قعدہ ترک کرنے سے امام محمدؒ کے نزدیک نماز باطل ہو جاتی ہے اور شیخینؒ کے نزدیک باطل نہیں ہوتی؛ بلکہ اگر بھول سے قعدہ نہ کرے تو سجدۂ سہو لازم آتا ہے۔

مسئلہ: اگر کسی (عورت) نے منّت مانی کہ وہ کل نفل نماز پڑھے گی یا روزہ رکھے گی؛ پھر حیض آ گیا تو (نماز اور روزہ کی) قضا لازم ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی آدمی قیام پر قدرت کے باوجود بلا کسی عذر کے نفل نماز بیٹھ کر پڑھے تو اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے؛ لیکن بلا عذر بیٹھ کر (نفل) پڑھنے سے ایک گنا اور کھڑے ہو کر پڑھنے سے دوگنا ثواب ملے گا۔

مسئلہ: اگر کھڑے ہو کر (نفل) شروع کی اور بیٹھ کر مکمل کی تو یہ بھی کراہت کے ساتھ جائز ہے اور اگر تھکن کی وجہ سے ایسا کیا ہے تو مکروہ نہیں؛ بلکہ نفل نماز میں تھکن کی وجہ سے دیوار پر ٹیک لگانا بھی جائز ہے۔

مسئلہ: گھوڑے اور اونٹ وغیرہ سواری پر شہر کے باہر نفل نماز پڑھنا جائز ہے[1]۔ اس صورت میں جس طرف بھی اس کی سواری چل رہی ہو (اسی طرف) رکوع اور سجدہ اشارہ سے کرے۔

مسئلہ: اگر گھوڑے (سواری) پر نماز شروع کی، پھر زمین پر اُتر آیا، تو اسی نماز کو رکوع اور سجدہ سے مکمل کرے (یعنی بنا جائز ہے) اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک (بنا جائز نہیں) از سرِ نو نماز پڑھے گا۔ اور اگر زمین پر نماز شروع کی پھر سوار ہو گیا تو اس کی نماز بالاتفاق باطل ہو جائے گی، بنا جائز نہیں۔

سجدۂ تلاوت کے مسائل

ہر اس آدمی پر سجدۂ تلاوت واجب ہے، جو آیتِ سجدہ پڑھے یا سنے، چاہے سننے کا ارادہ نہ ہو۔

مسئلہ: امام کے آیتِ سجدہ پڑھنے سے مقتدی پر سجدۂ تلاوت واجب ہو جاتا ہے، چاہے امام آہستہ (سری) پڑھے۔ اور مقتدی کے پڑھنے سے کسی پر واجب نہیں ہوتا؛ البتہ ان لوگوں پر سجدہ واجب ہوگا جو سن رہے ہوں اور نماز نہ پڑھ رہے ہوں، اسی طرح جو شخص رکوع میں یا سجدہ میں، یا قومہ میں یا

(۱) نفل نماز تو بلا عذر جائز ہے، اور فرض نماز اس وقت جائز ہے؛ جب کہ اُتر کر پڑھنے کی کوئی صورت نہ ہو (طحطاوی علی المراقی ص:۲۲۲)

جلسہ میں آیت سجدہ پڑھے (اس پر بھی سجدۂ تلاوت واجب نہیں)

مسئلہ: اگر کوئی آدمی نماز کے باہر آیت سجدہ پڑھے، اور نمازی سنے تو نماز کے بعد سجدہ کرے؛ نماز میں سجدہ کرنا جائز نہیں؛ مگر سجدہ کرنے سے نماز باطل نہ ہوگی۔

مسئلہ: اگر امام نے آیت سجدہ پڑھی اور کسی نے نماز سے باہر اس کو سنا، پھر اس امام کی اقتداء کی؛ تو اگر سجدہ کرنے سے پہلے اقتداء کی ہے تو امام کے ساتھ سجدہ کرے اور اگر امام کے سجدہ کرنے کے بعد اسی رکعت میں اقتداء کی ہے تو بھی سجدہ ہو گیا اور اگر دوسری رکعت میں شامل ہوا ہے تو نماز کے بعد سجدہ کرے۔

نوٹ: (یہ) اس شخص کی طرح (ہے) جس نے اقتداء نہ کی ہو۔

مسئلہ: جو سجدۂ تلاوت نماز میں واجب ہوتا ہے، نماز کے بعد اس کی قضا نہیں ہو سکتی۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص نماز کے باہر آیت سجدہ پڑھے اور سجدہ کرنے سے پہلے نماز شروع کر دے، اور پھر (نماز میں) اسی آیت کو پڑھے تو ایک ہی سجدہ کافی ہوگا، اور اگر سجدہ کرنے کے بعد نماز شروع کی اور پھر نماز میں وہی آیت پڑھی تو اُسے دوبارہ سجدہ کرنا ہوگا۔

مسئلہ: ایک مجلس میں کسی نے سجدہ کی ایک ہی آیت بار بار پڑھی تو ایک ہی سجدہ کافی ہے، اور اگر دوسری آیت پڑھی؛ یا مجلس بدل گئی تو دوسرا سجدہ کرے۔

مسئلہ: اگر تلاوت کرنے والے کی مجلس ایک ہے اور سننے والے کی مجلس ایک نہیں تو تلاوت کرنے والے پر ایک سجدہ واجب ہے اور سننے والے پر متعدد سجدے واجب ہوں گے۔

اس کے برخلاف اگر سننے والے کی مجلس ایک ہے اور پڑھنے والے کی متعدد تو سننے والے پر ایک اور پڑھنے والے پر متعدد سجدے واجب ہوں گے۔

سجدۂ تلاوت کا طریقہ: سجدۂ تلاوت کا طریقہ یہ ہے کہ نماز کی شرطوں کے مطابق تکبیر کہتا ہوا سجدہ میں جائے اور تسبیحات پڑھے پھر تکبیر کہتا ہوا سجدے سے سر اٹھائے۔

نوٹ: سجدۂ تلاوت میں تکبیر تحریمہ، تشہد، اور سلام نہیں ہے۔

مسئلہ: پوری سورت پڑھنا اور سجدہ کی آیت نہ پڑھنا مکروہ ہے، اور اس کے برعکس مکروہ نہیں؛ البتہ سجدہ کی آیت کے ساتھ ایک دو آیتیں ملا لینا بہتر ہے۔

مسئلہ: سجدہ کی آیت کو آہستہ پڑھنا بہتر ہے؛ تاکہ سامعین پر سجدہ واجب نہ ہو۔

كِتَابُ الْجَنَائِز

(جنازہ کے احکام)

موت کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے، اور جن چیزوں کی وصیت کرنا واجب ہے ان کو لکھ کر اپنے پاس رکھنا مستحب ہے[1] اور جب موت کا غالب گمان ہو جائے اس وقت واجب ہے، حدیث شریف میں ہے: جو آدمی روزانہ موت کو بیس مرتبہ یاد کرے گا، وہ شہادت کا درجہ پائے گا۔[2]

موت کے وقت کا عمل: جب کوئی مسلمان موت کے قریب ہو جائے تو اس کو کلمۂ شہادت کی تلقین کی جائے[3]۔ اور اس کے سرہانے سورۂ یٰسین پڑھی جائے اور جب جان نکل جائے تو اس کے منہ اور آنکھ کو بند کر دیا جائے اور اس کو دفنانے میں جلدی کی جائے۔

غسلِ میت: جب مُردے کو نہلانا چاہیں تو عُود جلا کر تین بار تختۂ (غسل) کو دھونی دی جائے، اور (پردہ کے ساتھ) میت کے کپڑے نکالے جائیں اور ستر چھپا کر تختہ پر لٹایا جائے اور نجاستِ حقیقی سے پاک کر کے وضو کرایا جائے، وضو میں ناک اور منہ میں پانی نہ ڈالا جائے، وضو اور غسل ایسے پانی سے کرایا جائے جس کو تھوڑی بیری کے پتے یا اُشنان (گھاس) وغیرہ سے جوش دیا گیا ہو، اس کی ڈاڑھی اور سر کے بال کو خطمی[4] وغیرہ سے دھوئے۔

---

(۱) قابلِ اعتماد ساتھی یا اہلِ خانہ کو بتائے رکھنا بھی کافی ہے (رحمۃ اللہ الواسعہ) (۲) فیض القدیر (۱۳۹۵)

(۳) کلمہ پڑھنے کے لیے کہنا بہتر نہیں اور نہ ہی اصرار کرنا چاہیے؛ بلکہ سلیقے سے ایک آدھ بار کہا جائے یا اس کے پاس پڑھا جائے؛ تاکہ زبان پر جاری ہو جائے اور جب ایک بار پڑھ لے تو دوبارہ پڑھانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے (ردالمحتار ۱/ ۶۱۸)

(۴) اشنان: کپڑا یا ہاتھ دھونے کی گھاس، سوڈا اور بُھاس۔ خطمی (خاء کے زیر کے ساتھ) ایک قسم کا خوشبودار پھول ہے، یہ بدن کی صفائی میں صابن کا کام کرتا ہے، پہلے صابن کی جگہ استعمال ہوتا تھا، حکماء دواؤں میں اس کو استعمال کرتے ہیں، فارسی میں اسے "گلِ خیرو" کہا جاتا ہے (حاشیہ نورالایضاح ص: ۱۲۷) اور میت کو صابن سے نہلا دیا جائے تو بھی کافی ہے۔

نہلانے کا طریقہ: پہلے میت کو بائیں پہلو پر لٹا کر (دائیں پہلو کو دھوئے) پھر دائیں پہلو پر لٹا کر (بائیں پہلو کو) دھوئے؛ تاکہ پانی اچھی طرح پورے بدن پر پہنچ جائے، اور ٹیک دے کر (بیٹھا کر) آہستہ آہستہ میت کے پیٹ کو ملے، اگر کچھ نکلے تو اُسے صاف کردے، دوبارہ غسل دینا ضروری نہیں، پھر کپڑے سے بدن (کا پانی) خشک کردے، اور اس کے سر اور ڈاڑھی پر خوشبو اور سجدہ کے اعضاء پر کافور لگائے اور کفن پہنائے۔

کفن: امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق (کفن میں) مرد کے لیے تین کپڑے مسنون ہیں، جو یہ ہیں:

(۱) کفنی (قمیص) جو (گردن سے) آدھی پنڈلی تک ہو۔

(۲و۳) دو چادریں (ازار اور لفافہ) جو سر سے پیر تک ہوں[1]۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کو تین چادروں میں کفنایا گیا تھا، اس میں (باقاعدہ) قمیص (کفنی) نہیں تھی۔

(میت کو) عمامہ باندھنا بدعت ہے، اگر تین کپڑے میسر نہ ہوں تو دو ہی کپڑوں میں کفنانا کافی ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ایک ایسی چادر میں دفنایا گیا تھا کہ اگر سر ڈھانکتے تھے تو پیر کھل جاتے تھے اور پیر ڈھانکتے تھے تو سر کی طرف کم ہو جاتی تھی؛ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کہ چادر کو سر کی طرف کھینچ لو۔

اور عورت کو دو کپڑے زیادہ دیے جائیں:

(۱) دامنی (اوڑھنی) جس میں سر کے بال لپیٹ کر سینہ پر رکھ دیے جاتے ہیں۔

(۲) سینہ بند، جو بغل سے گھٹنے تک ہوتا ہے۔

اور اگر (پانچ کپڑے) نہ ہوں تو تین کپڑے بھی کافی ہیں اور مجبوری میں جو بھی مل جائے اس میں کفن دیا جائے۔

جنازہ پڑھنا فرض کفایہ ہے: مسلمان مُردے کو نہلانا، کفنانا اور نماز جنازہ پڑھنا فرض کفایہ ہے، اور بلا غسل و کفن نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔

---

(۱) لفافہ تھوڑا بڑا ہو؛ تاکہ سر کے اوپر اور پیر کے نیچے باندھا جا سکے۔ (ردالمحتار ۱/۶۳۶ رشیدیہ)

نماز جنازہ کی امامت: نماز جنازہ کی امامت کے لیے سب سے بہتر بادشاہ ہے، پھر قاضی، پھر محلے کا امام، پھر میت کا سب سے قریبی رشتہ دار؛ البتہ میت کا والد بیٹے کی بہ نسبت امامت کا زیادہ حق دار ہے[1]۔

نماز جنازہ کا طریقہ: نماز جنازہ میں چار تکبیریں (فرض) ہیں، پہلی تکبیر کے بعد سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ إلخ پڑھے، نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنا امام اعظمؒ کے نزدیک جائز نہیں، اور اکثر علماء سورۂ فاتحہ پڑھنے کے قائل ہیں۔ اور دوسری تکبیر کے بعد سرکار دو عالم ﷺ پر دُرود بھیجے، اور تیسری تکبیر کے بعد میت اور تمام مسلمانوں کے لیے یہ دعا کرے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا، وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا، وَأُنْثَانَا. اَللّٰهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَأَحْيِهٖ عَلَى الْإِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْإِيْمَانِ.

ترجمہ: اے اللہ! معاف فرمادیں ہمارے زندوں کو، مُردوں کو، موجود کو، غیر موجود کو، چھوٹوں کو، بڑوں کو، مَردوں کو اور عورتوں کو! اے اللہ! ہم میں سے جس کو آپ زندہ رکھیں، اُسے اسلام (اعمال) پر زندہ رکھیں، اور جس کو موت دیں اُسے ایمان پر موت دیں۔

بچے کے جنازہ کی دعا:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا أَجْرًا وَّذُخْرًا، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا.[2]

ترجمہ: اے اللہ! اس کو ہمارا پیش رَو بنا، اے اللہ! اِسے ہمارے لیے ثواب اور ذخیرہ بنا، اے اللہ! اسے ہمارے لیے سفارش کرنے والا بنا، اور (ایسا بنا کہ) اس کی سفارش قبول کی جائے۔

مَسْئَلَہ: جو شخص امام کی تکبیر کے بعد آئے وہ جب امام اگلی تکبیر کہے اس وقت امام کے ساتھ تکبیر کہہ کر نماز میں شامل ہو، اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد چھوٹی ہوئی تکبیروں کی قضا کرے، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگلی تکبیر کا انتظار ضروری نہیں، جیسے وہ شخص (امام کی اگلی تکبیر کا انتظار نہیں کرتا) جو امام کی تکبیرِ تحریمہ کے وقت موجود ہوتا ہے، اور امام کے ساتھ تکبیر نہیں کہہ پاتا ہے۔

مَسْئَلَہ: گھوڑوں پر سوار ہو کر نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔

---

(۱) جب کہ ولی بیٹا ہے۔ (۲) اگر میت نابالغ لڑکی ہو تو "اجعله" کی جگہ "اجْعَلْهَا" اور "شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا" کی جگہ "شَافِعَةً وَّمُشَفَّعَةً" کہا جائے گا۔

مسئلہ: مسجد میں نمازِ جنازہ مکروہ ہے (خواہ جنازہ، امام اور مقتدی سب مسجد میں ہوں، یا اُن میں سے بعض ہوں[1])

مسئلہ: غائب (غیر موجود) مُردے پر اور آدھے سے کم بدن پر نمازِ جنازہ درست نہیں۔

مسئلہ: بچہ پیدا ہونے کے بعد اگر چلا یا ہو (یا زندہ ہونے کی کوئی علامت پائی گئی ہو) تو اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی، اور اگر مردہ ہی پیدا ہوا ہو تو نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔

مسئلہ: جو بچہ دارالحرب (کفار کی اکثریت اور غلبہ والے ملک) سے بلا ماں باپ کے قید ہوا ہو یا اس کے ماں باپ میں سے کوئی ایک مسلمان ہو، یا وہ خود عقل وخرد رکھتا ہو اور مسلمان ہو گیا ہو تو ان تینوں صورتوں میں اگر وہ مرجائے تو اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔

مسئلہ: جنازہ کی چارپائی کا چار آدمیوں کا (مل کر) اٹھانا سنت ہے، اور جلدی چلیں؛ لیکن دوڑنے سے احتیاط کریں، اور لوگ جنازہ کے پیچھے چلیں اور جب تک جنازہ زمین پر نہ رکھ دیا جائے لوگ نہ بیٹھیں۔

قبر: قبر بغلی کھودی جائے، اور میت کو قبلہ کی طرف سے قبر میں اتارا جائے، اور قبر میں رکھتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ کہیں (اللہ تعالیٰ کے نام سے اور رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کے مطابق قبر میں رکھتا ہوں)

اور میت کا چہرہ قبلہ کی طرف کر دیا جائے، اور عورت کی قبر کو (دفن کے وقت) باپردہ رکھا جائے، اور کچی اینٹ یا بانس رکھ کر اس پر مٹی ڈالی جائے، اور قبر اونٹ کے کوہان کی طرح بنائی جائے اور پکی اینٹ، چونہ اور لکڑی استعمال کرنا مکروہ ہے۔

قبر پر بدعات: بزرگوں کی قبروں پر جو بلند عمارت بنائی جاتی ہے، چراغ روشن کیے جاتے ہیں، اور اس طرح کی جو چیز بھی کی جاتی ہے، سب یا تو حرام ہیں یا مکروہ۔

دفن کے بعد نمازِ جنازہ: اگر میت کو بلا نمازِ جنازہ دفن کر دیا گیا ہو تو قبر پر تین دن تک نمازِ جنازہ پڑھی جاسکتی ہے۔ تین دن کے بعد قبر پر نمازِ جنازہ پڑھنا امام اعظمؒ کے نزدیک جائز نہیں، اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی رحلت کے قریب شہدائے احد پر (دفن کے) سات سال کے بعد نمازِ جنازہ پڑھی تھی، شاید یہ شہداء کی خصوصیت ہوگی؛ اس لیے کہ اُن کا جسم (پھولتا) پھٹتا نہیں۔

(۱) ردالمحتار (۱/۶۵۳) رشیدیہ۔

شہید کے احکام

شہید ایسا شخص ہے جو:

۱- مسلمانوں سے برسرِ پیکار کافروں کے ہاتھوں سے؛

۲- یا (برحق خلیفہ کے خلاف) بغاوت کرنے والے مسلمانوں کے ہاتھوں سے؛

۳- یا ڈاکوؤں کے ہاتھوں سے قتل ہوا ہو۔

۴- یا علامتِ قتل کے ساتھ میدانِ جنگ میں (مردہ) پایا گیا ہو۔

۵- یا اس کو کسی مسلمان نے ظلم سے (جان بوجھ کر، آلۂ قتل سے) قتل کیا ہو اور اس کے قتل کی وجہ سے (نہ قصاص واجب ہوا ہو) نہ دیت[1]۔

۶- جب کہ وہ مقتول بچہ، پاگل، جنبی یا حیض (ونفاس) والی عورت نہ ہو۔

۷- اور مرنے سے پہلے کھا پی نہ سکا ہو، نہ خرید وفروخت کر سکا ہو، اور نہ وصیت کرنے کا اور علاج کا موقع ملا ہو، نہ زخمی ہونے کے بعد اس پر کوئی نماز فرض ہوئی ہو (تو ایسا شخص شہید کہلاتا ہے)

مسئلہ: شہید کو غسل نہیں دیا جائے گا؛ بلکہ نمازِ جنازہ پڑھ کر پہنے ہوئے کپڑوں کے ساتھ ہی دفن کر دیا جائے گا۔

مسئلہ: اگر مذکورہ بالا شرطیں نہ پائی جائیں؛ لیکن وہ مظلومانہ قتل ہوا ہو تو اگرچہ اس کو شہادت کا ثواب ملے گا؛ مگر اُسے غسل اور کفن دیا جائے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص حد یا قصاص میں قتل کیا جائے تو وہ شہید نہ ہوگا، اُسے غسل دیا جائے گا، اور اس کی نمازِ جنازہ بھی پڑھی جائے گی، اور اگر ڈاکو یا باغی مارا جائے تو اُسے غسل تو دیا جائے گا؛ لیکن اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔

مسئلہ: اگر کسی عورت کا شوہر مر جائے تو رنج وغم اور سوگ کے لیے چار مہینہ دس دن تک عدت گزارنا واجب ہے، وہ عورت زیب وزینت (بناؤ سنگار) نہ کرے، نہ ہی کُسُم[2] اور زعفران

---

(۱) ایک آدمی کی دیت سو اونٹ یا ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم (یا ان کے برابر کرنسی) ہے۔

(۱) کُسُم: (کُسمہ) ایک قسم کا پھول جس سے سرخ کپڑے رنگے جاتے ہیں (فیروز اللغات) ایسے کپڑوں کو عربی میں "مُعَصْفَر" کہتے ہیں (لغات کشوری، عصفر) فارسی میں بھی یہی لفظ مستعمل ہے۔

سے رنگا ہوا کپڑا پہنے، اور بلا عذر خوش بو، تیل، سرمہ اور مہندی بھی استعمال نہ کرے[1]۔

مسئلہ: عورت عدت میں شوہر کے گھر سے باہر نہیں نکلے گی؛ البتہ ضرورت کے لیے دن کے وقت نکل سکتی ہے؛ مگر رات اسی گھر میں گزارے اور اگر گھر سے زبردستی نکال دی جائے، یا گھر گرنے لگے، یا اپنی جان و مال پر خوف محسوس کرتی ہو تو ان صورتوں میں شوہر کے گھر سے نکل کر دوسرے گھر میں عدت گزارنے میں کچھ حرج نہیں۔

مسئلہ: شوہر کے علاوہ عورت کا کوئی اور عزیز، قریب وفات پا جائے تو اس کے لیے صرف تین دن تک رنج و غم اور سوگ کرنا جائز ہے، تین دن سے زیادہ حرام ہے۔

مسئلہ: میت کے لیے دل میں غم کرنا اور آنکھ سے آنسو بہانا جائز ہے؛ لیکن آواز سے رونا، میت کی صفات بیان کرنا، گریبان (گلے اور سینے کے کپڑے) پھاڑنا، سر اور چہرہ پر (ہاتھ سے) مارنا حرام ہے۔

فائدہ: اکثر صحیح احادیث میں ہے کہ اہلِ میت کے بلند آواز سے رونے کی وجہ سے میت کو عذاب ہوتا ہے، اس سلسلے میں اہلِ علم کے اقوال مختلف ہیں، فقیر (مصنفؒ) کے نزدیک مختار قول یہ ہے کہ اگر میت اپنی زندگی میں گریہ وزاری اور رونے پیٹنے کی عادت رکھتا تھا؛ یا اس نے وصیت کی تھی؛ یا اس سے راضی تھا، یا جانتا تھا کہ میرے رشتہ دار میرے اوپر ماتم کریں گے، پھر بھی اس نے اُن کو منع نہیں کیا تو ان سب صورتوں میں میت کو اس کے رشتہ داروں کے ماتم کرنے کی وجہ سے عذاب ہوگا؛ اور (ان کے علاوہ صورتوں میں) عذاب نہیں ہوگا[2]۔

مسئلہ: مصیبت میں سنت یہ ہے کہ: إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کہے اور صبر کرے۔

مسئلہ: مصیبت کے دن میت کے گھر والوں کے لیے کھانا بھیجنا مستحب ہے۔

زیارت قبور

مَردوں کے لیے قبروں کی زیارت جائز ہے، عورتوں کے لیے نہیں، اور سنت یہ ہے کہ قبرستان جا کر یہ دعا پڑھے:

---

(۱) بیماری کی وجہ سے ان چیزوں کے استعمال کی اجازت ہے (ردالمحتار ۲/۶۷۰ رشیدیہ پاکستان)

(۲) بلکہ آواز سے رونے والے خود گنہگار ہوں گے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُوْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ! أَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَنَحْنُ لَكُمْ تَبَعٌ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ، يَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِيْنَ، أَسْأَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ، يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ، وَيَرْحَمُنَا اللّٰهُ وَإِيَّاكُمْ. (اس دعا میں متعدد روایات جمع ہیں)

ترجمہ: تم پر سلامتی (نازل) ہو، اے مسلمانوں اور مؤمنوں میں سے قبر والو![1] آپ ہم سے پہلے (جانے والے) ہیں اور ہم آپ کے بعد (آنے والے) ہیں، اور ہم سب ــــ اگر اللہ نے چاہا ــــ تو آپ سے ملیں گے، اللہ تعالیٰ ہمارے پیش رَو اور پس رَو پر رحم فرمائیں! میں اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے اور آپ لوگوں کے لیے عافیت مانگتا ہوں، اللہ تعالیٰ ہماری اور آپ کی مغفرت فرمائیں، اور ہم پر اور آپ پر رحمت نازل فرمائیں!

حدیث: امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص قبرستان سے گزرے اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ گیارہ مرتبہ پڑھ کر مُردوں کو بخشے تو مردوں کی تعداد کے بہ قدر اس کو بھی ثواب ملے گا۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص سورۂ فاتحہ، سورۂ اخلاص اور سورۂ تکاثر پڑھ کر مُردوں کو بخشے (تو قیامت کے دن) مردے اس کی سفارش کریں گے۔

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص قبرستان میں سورۂ یٰسین پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُن (مردوں) سے عذاب کو ہلکا کر دیتے ہیں، اور اس (پڑھنے والے) کو مُردوں کی گنتی کے برابر ثواب دیتے ہیں۔[2]

ایصالِ ثواب: اکثر محققین اس بات کے قائل ہیں کہ اگر کوئی آدمی مردہ کو (نفل) نماز، روزہ، صدقہ یا کوئی دوسری مالی یا بدنی عبادت بخشتا ہے تو وہ (مردہ کو) پہنچتی ہے۔

قبر کے پاس ناجائز افعال: انبیاء اور اولیاء کی قبروں کی طرف رخ کر کے سجدہ کرنا؛ ان کے گرد طواف کرنا؛ ان سے مراد مانگنا اور ان کی خاطر چڑھاوا قبول کرنا حرام ہے؛ بلکہ ان میں سے بہت سی چیزیں کفر تک پہنچا دیتی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ایسا کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے، اور ان (افعال) سے منع فرمایا ہے، اور (خاص طور سے) یہ ارشاد فرمایا ہے کہ میری قبر کو بُت (قابلِ پرستش) نہ بنانا!

(۱) یعنی اہلِ قبور میں سے جو مسلمان اور مؤمن ہیں انہی کو سلام پہنچا (۲) علامہ نیمویؒ نے التعلیق الحسن علی ←

کتابُ الزّکوٰۃ

زکوٰۃ کا بیان

اسلام کا دوسرا رکن زکوٰۃ ہے، رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بعض عرب قبیلوں نے جب زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کا ارادہ فرمایا، زکوٰۃ کی فرضیت پر اجماع ہے، اور زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر ہے، اور (اقرار کے باوجود) اس کو نہ دینے والا فاسق ہے۔

زکوٰۃ کا وجوب: زکوٰۃ مسلمان، آزاد، عاقل اور بالغ پر اس وقت واجب ہوتی ہے؛ جب کہ وہ صاحبِ نصاب ہو[1] بشرطے کہ وہ نصاب اصلی ضرورتوں سے اور قرض سے خالی ہو، بڑھنے کے قابل ہو اور اس پر مکمل ایک سال گزر چکا ہو۔

مسئلہ: اگر کوئی صاحبِ نصاب سال پورا ہونے سے پہلے یا آئندہ سالوں کی پیشگی زکوٰۃ ادا کردے تو اس کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

مسئلہ: اگر کوئی صاحبِ نصاب جو صرف ایک نصاب کا مالک ہے اور وہ کئی نصابوں کی زکوٰۃ ادا کردے؛ پھر ادائیگی کے بعد وہ کئی نصابوں کا مالک ہو جائے تو بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

بچہ اور پاگل پر زکوٰۃ: بچہ اور پاگل کے مال میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک زکوٰۃ واجب نہیں، اور

← آثار السنن میں علامہ سیوطیؒ کی کتاب شرح الصدور کے حوالے سے یہ تینوں روایتیں لکھی ہیں اور اخیر میں علامہ سیوطیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے: "قال السیوطی: هذه الروایات وإن کانت ضعیفة لکن مجموعها یدل علی أن للذلك أصلا" ترجمہ: علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ یہ ساری روایتیں اگرچہ ضعیف ہیں؛ مگر مجموعے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ (احادیث میں) اس مضمون کی اصل موجود ہے۔ (آثار السنن ص: ۱۷۳، مکتبہ حبیبیہ بنوری)

(۱) چھ سو بارہ گرام، تین سو ساٹھ ملی گرام چاندی یا اس کی قیمت کے بقدر مال نامی رکھنے والا آدمی صاحبِ نصاب کہلاتا ہے اور سونے کا نصاب ستاسی گرام، چار سو اسی ملی گرام ہے (الأوزان الحدودیہ ص: ۱۰۴)۔

ائمۂ ثلاثہ کے نزدیک واجب ہے، اس کی طرف سے اس کا سرپرست اس کے مال میں سے زکوٰۃ ادا کرے گا۔

مالِ ضِمار(۱) **کا حکم**: وہ مال جو گم ہو گیا ہو، یا سمندر میں گر گیا ہو، یا اس پر کسی نے ناجائز قبضہ کر لیا ہو، اور اس کے گواہ موجود نہ ہوں، یا میدان (جنگل) میں دفن کیا ہو اور جگہ بھول گیا ہو، یا کسی پر قرض ہو اور قرض دار انکار کرتا ہو، اور اس کے گواہ نہ ہوں، یا بادشاہ نے، یا کسی ایسے شخص نے اس پر قبضہ کر لیا ہو، جس کی فریاد رسی ممکن نہ ہو، تو ان سب مالوں میں زکوٰۃ واجب نہیں، اور اگر یہ مال دوبارہ ہاتھ آجائے تو (بھی) گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ واجب نہیں۔

مسئلہ: اگر قرض ایسے آدمی کے ذمہ ہو جو اس کا اقرار کرتا ہو، چاہے وہ تنگ دست ہو (فی الحال ادا نہ کر سکتا ہو) یا (قرض دار انکار کرتا ہے؛ مگر) اس پر گواہ موجود ہیں، یا (وہ قرض) قاضی کے علم میں ہے، یا وہ مال گھر میں دفن کیا ہے، اور اس کی جگہ بھول گیا ہے، اس طرح کے سب مالوں میں (جب وہ قبضہ میں آجائیں تو) گزشتہ سالوں کی بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

قرض کی زکوٰۃ: قرض جب بھی وصول ہو، اس کی زکوٰۃ دی جائے گی۔

۱- پھر اگر قرض بدلِ تجارت ہو(۲) تو چالیس درہم (ایک سو بائیس گرام، چار سو بہتر ملی گرام چاندی یا اس کی قیمت) پر قبضہ کے بعد زکوٰۃ واجب ہوگی۔

۲- اور اگر قرض مال کا بدل تو ہے؛ لیکن تجارتی نہ ہو، جیسے: چھینے ہوئے مال کا ضمان؛ اس صورت میں بہ قدرِ نصاب پر قبضہ ہونے کے بعد زکوٰۃ دے گا۔

۳- اور اگر قرض غیر مال کا بدل ہو، جیسے: مہر، بدلِ خلع وغیرہ (جیسے دیت اور وصیت کا مال) تو امام اعظمؒ کے نزدیک بہ قدرِ نصاب پر قبضہ کرنے اور اس پر سال گزرنے کے بعد زکوٰۃ دی جائے گی، اور صاحبینؒ کے نزدیک جتنے مال پر قبضہ کرے گا اس کی زکوٰۃ دے گا (مقدارِ نصاب اور سال گزرنا شرط نہیں)

البتہ دیت (خوں بہا) اور جسم کو نقصان پہنچانے کا معاوضہ اور بدلِ کتابت میں بہ قدرِ نصاب پر

(۱) ضِمار: ایسے مال کو کہتے ہیں جو مالک کی ملکیت میں ہو؛ مگر فی الحال اس سے فائدہ اٹھانا ممکن نہ ہو (التعریفات الفقیہہ قواعد الفقہ ص:۳۵۹)

(۲) یعنی کوئی تجارتی سامان اُدھار بیچا ہو اور دینے والا تھوڑا تھوڑا دے رہا ہو تو چالیس درہم (یا اس کے بہ قدر روپیوں) پر قبضہ کے بعد ہی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

قبضہ کرنے اور سال گزرنے کے بعد زکوٰۃ دے گا۔

نیت زکوٰۃ: زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے نیت شرط ہے، خواہ زکوٰۃ ادا کرتے وقت نیت کرے یا زکوٰۃ کو اپنے دوسرے مال سے جدا کرتے وقت کرے۔

مسئلہ: اگر زکوٰۃ کی نیت کے بغیر سارا مال خیرات کردے تو زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی، اور اگر تھوڑا مال خیرات کرے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک کچھ بھی ساقط نہ ہوگا، اور امام محمدؒ کے نزدیک جتنی مقدار صدقہ کیا ہے، اتنے حصہ کی زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔ (۱)

مسئلہ: اگر سال کے شروع اور اخیر میں نصاب مکمل ہو اور درمیان میں کم ہو جائے (تب بھی) زکوٰۃ واجب ہوگی، درمیان سال میں نصاب گھٹنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

مال نامی: جو مال نامی (بڑھنے کے قابل) ہے اس پر زکوٰۃ واجب ہے، اور اس کی تین قسمیں ہیں:

پہلی قسم: (۲) نقد یعنی سونا اور چاندی؛ خواہ سکہ کی شکل میں ہو یا بے ڈھلا ہو۔

سونے کا نصاب: سونے کا نصاب بیس مثقال (۳) (ستاسی گرام چار سو اسی ملی گرام) ہے، جو (مصنفؒ کے زمانہ میں) ساڑھے سات تولہ ہوتا تھا (۴)۔

چاندی کا نصاب: چاندی کا نصاب دو سو درہم (۵) (چھ سو بارہ گرام، تین سو ساٹھ ملی گرام) ہے جس کا وزن (مصنفؒ کے زمانہ کے) دہلی کے سکہ سے چھپن روپیہ تھا۔

مسئلہ: سونے اور چاندی میں چالیس واں حصہ زکوٰۃ میں نکالنا واجب ہے، اور اگر سونا اور چاندی نصاب سے کم ہوں تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دونوں کی قیمت کے اعتبار سے ایک جنس کر کے نصاب کا اعتبار کیا جائے گا اور فقیر کے فائدے کا لحاظ کیا جائے گا (۶)۔

---

(۱) امام ابو یوسفؒ کا مسلک راجح ہے۔ (ردالمحتار ۲/۱۷۰ ماجع ماہم سعید) (۲) باقی دو قسم آگے آرہی ہیں۔

(۳) ایک مثقال کا وزن چار گرام تین سو چھتر ملی گرام ہے (الاوزان المحدودہ ص: ۱۰۷)

(۴) پہلے تولہ گیارہ گرام چھ سو چونسٹھ ملی گرام کا تھا؛ لیکن اب بیس گرام کا ہے؛ اس لیے آج کل کے لحاظ سے آٹھ تولہ سات گرام، چار سو اسی ملی گرام سونے کا نصاب ہے۔

(۵) ایک درہم کا وزن تین گرام اسّی ملی گرام آٹھ بٹا دس گرام ہے (الاوزان المحدودہ ص: ۶۹)

(۶) پہلے سونے اور چاندی کے نصاب میں بہت زیادہ فرق نہیں تھا؛ لیکن اب دونوں کی قیمتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہو گیا ہے؛ اس لیے چاندی کا لحاظ کرنے میں فقیر کا فائدہ ہے۔

اور صاحبینؒ کے نزدیک نصاب پورا کرنے میں اجزاء کا اعتبار ہوگا؛ پس اگر سو درہم چاندی اور دس مثقال سونا ہو تو بالاتفاق زکوٰۃ واجب ہوگی[1]، اور اگر سو درہم چاندی اور پانچ مثقال سونا ـــــ جس کی قیمت سو درہم ہو ـــــ تو امام اعظمؒ کے نزدیک زکوٰۃ واجب ہوگی؛ اور صاحبین کے نزدیک (زکوٰۃ) واجب نہیں ہوگی۔

مسئلہ: اگر سونے یا چاندی میں کھوٹ (میل، دوسری دھات) ملی ہوئی کم ہے تو وہ خالص سونے اور چاندی کے حکم میں ہے۔

اور اگر کھوٹ زیادہ ہے تو وہ سامان کے حکم میں ہے (اس میں زکوٰۃ واجب نہیں)

دوسری قسم: مالِ نامی (بڑھنے کے قابل مال) کی دوسری قسم مالِ تجارت ہے، جو مال بھی تجارت کی نیت سے خریدا جائے اس میں زکوٰۃ واجب ہے۔

مسئلہ: اگر کسی نے ہدیہ کے طور پر مال دیا ہو، یا مال کی وصیت کی ہو، یا عورت کو مہر میں مال ملا ہو، یا شوہر کو (بیوی نے) خلع میں دیا ہو، یا قصاص میں صلح کے طور پر ملا ہو، اور مالک ہوتے وقت تجارت کی نیت کر لی ہو تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس مال میں زکوٰۃ واجب ہے، اور امام محمدؒ کے نزدیک زکوٰۃ واجب نہیں۔[2]

میراث میں ملے ہوئے مال پر زکوٰۃ: اگر کسی مرنے والے کے ترکہ میں سے مال ملا ہو تو اگر مورث (مرنے والے) کے مرنے کے وقت تجارت کی نیت کر لے تب بھی وہ مال، تجارت کا نہ ہوگا، اور اس مال میں بالاتفاق زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

مسئلہ: اگر کسی نے تجارت کے لیے غلام خریدا، پھر خدمت لینے کی نیت کر لی تو وہ غلام مالِ تجارت نہ رہے گا، اور اگر خدمت کے لیے خریدا پھر تجارت کی نیت کر لی تب بھی وہ مالِ تجارت نہ بنے گا، جب تک کہ اُسے بیچ نہ ڈالے۔

فقراء کے فائدے کا لحاظ: مالِ تجارت کی قیمت سونا اور چاندی دونوں کے نصاب سے لگائی جائے گی، اور دیکھا جائے گا کہ کس میں فقراء کا فائدہ ہے؟ لہٰذا دونوں میں سے جس نصاب کو (مالِ تجارت) پہنچ جائے، اس کا چالیس واں حصہ زکوٰۃ میں دیا جائے گا۔[3]

(۱) کیونکہ ایک مثقال دس درہم کا ہوتا تھا، پس دس مثقال کے سو درہم ہو گئے۔ (۲) اور فتویٰ امام محمدؒ کے قول پر ہے
(۳) یہ پہلے زمانہ کی بات ہے، اب چاندی کی قیمت کا لحاظ کرنے ہی میں فقراء کا فائدہ ہے۔

تیسری قسم: مالِ نامی (بڑھنے کے قابل مال) کی تیسری قسم سوائم ہیں، یعنی اونٹ، اونٹنی، گائے بیل، بکری بکرا وغیرہ؛ جو سال کے اکثر حصہ میں جنگل میں چرنے پر اکتفا کرتے ہیں، اسی طرح گھوڑوں کا ریوڑ۔

سائمہ جانوروں کی مختلف جنسوں کا نصاب اور اُن میں مقدارِ واجب کی تفصیل بڑی لمبی ہے، اور اس ملک میں یہ اموال وجوبِ زکوۃ کی مقدار کو (عموماً) نہیں پہنچتے؛ اس لیے ان کی زکوۃ کے مسائل نہیں لکھے جاتے، اسی طرح عشر کے احکام اور سڑکوں اور راستوں پر عشر (چنگی) لینے والوں کے مسائل بھی نہیں لکھے جاتے؛ اس لیے کہ اس ملک میں عشری زمین نہیں ہے۔

کانوں کا حکم: اگر کوئی مسلمان یا ذمی [1] غیر مملوکہ جنگل میں سونے یا چاندی یا لوہے یا تانبے وغیرہ کی کان پائے تو اس میں سے اسلامی حکومت پانچواں حصہ وصول کرلے گی، بقیہ چار حصے پانے والے کے ہوں گے، اور اگر زمین مملوکہ ہے تو چار حصے مالکِ زمین کے ہونگے۔

اور اگر کوئی شخص اپنے گھر میں کان پائے تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس میں سے پانچواں حصہ دینا واجب نہیں [2]، اور صاحبینؒ کے نزدیک واجب ہے۔

اور اگر اپنی پیداواری زمین میں کوئی کان پائے تو اس میں دو روایتیں ہیں (ایک پانچواں حصہ واجب ہونے کی، اور دوسری واجب نہ ہونے کی)

ملے ہوئے خزانے کا حکم: اگر کسی شخص کو دفن کیا ہوا خزانہ مل جائے تو (دیکھا جائے گا) اگر اس پر مسلمان کے جاری کیے ہوئے سکّے کی طرح اسلامی علامت ہو تو اس کا حکم لُقطہ (پائی ہوئی چیز) کا ہوگا، اس کے مالک کو تلاش کر کے پہنچایا جائے گا، اور اگر اس میں غیر مسلم حکومت کی علامت ہو تو (اسلامی حکومت) اس میں سے پانچواں حصہ لے گی، اور باقی پانے والے کا ہوگا۔ [3]

مصارفِ زکوۃ: جن لوگوں پر زکوۃ کی رقم خرچ کی جاسکتی ہے، وہ درج ذیل ہیں:

(۱) فقیر: یعنی وہ شخص جس کے پاس نصاب سے کم مال ہو۔

---

(۱) ذمی: وہ غیر مسلم جو دارالاسلام میں معاہدے کے ساتھ (شہریت لے کر) مستقل طور پر رہتا ہو۔

(۲) متون میں امام اعظمؒ کے قول کو اختیار کیا گیا ہے۔ (۳) اور اگر کوئی علامت نہ ہو تو ظاہر الروایہ کے مطابق اس میں سے پانچواں حصہ وصول کیا جائے گا (فتاوی عالم گیری ۱/۱۸۵)

(۲) مسکین: یعنی وہ شخص جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو۔

(۳) مکاتب: یعنی وہ غلام جس نے خاص رقم ادا کر کے آزاد ہونے کا اپنے آقا سے معاہدہ کیا ہو، اس کو بھی آزادی حاصل کرنے کے لیے زکوۃ کی رقم دی جاسکتی ہے۔

(۴) مدیون: (مقروض) یعنی وہ آدمی جو صاحب نصاب ہو؛ مگر اس کا نصاب قرض سے فاضل (بچا ہوا) نہ ہو۔

(۵) غازی: (کافروں سے لڑنے والا مجاہد) جس کے پاس گھوڑا، خچر اور جہاد کا دوسرا سامان نہ ہو۔

(۶) مسافر: جس کے پاس وطن میں تو مال ہو؛ لیکن وہ وطن سے دور سفر میں ہو اور اپنے ساتھ مال نہ رکھتا ہو۔ (۱)

جن کو زکوۃ دینا جائز نہیں: زکوۃ دینے والا اپنے اصول (باپ، دادا، دادی اوپر تک، اسی طرح ماں، نانا، نانی اوپر تک) اور فروع (بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسا، نواسی نیچے تک) کو زکوۃ نہیں دے سکتا؛ اسی طرح بیوی اپنے شوہر کو اور شوہر اپنی بیوی کو زکوۃ نہیں دے سکتے؛ آقا اپنے غلام کو، مکاتب کو، مدبر کو، یا اُمِ ولد کو زکوۃ کی رقم نہیں دے سکتا۔ (۲)

مسئلہ: ایسا غلام جس کا بعض حصہ آزاد ہو اس کو بھی زکوۃ نہیں دی جاسکتی اور کافر کو دینا بھی جائز نہیں۔

مسئلہ: بنی ہاشم (یعنی: حضرت عباسؓ، حضرت علیؓ، حضرت جعفرؓ، حضرت عقیلؓ اور حضرت حارثؓ بن عبدالمطلب کی اولاد) اور ان کے آزاد کردہ غلاموں کو نفلی صدقات دینا جائز ہے؛ زکوۃ دینا جائز نہیں۔

---

(۱) ان کے علاوہ دو قسمیں اور ہیں، جن کو مصنفؒ نے ذکر نہیں کیا: مؤلفۃ القلوب اور عامل زکوۃ ـــــ پہلی قسم کا حصہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے موقوف کر دیا تھا، اور دوسری قسم کا ذکر نہ کرنا سمجھ میں نہیں آتا، یعنی وہ لوگ جو زکوۃ کی وصولی پر حکومت کی طرف سے مامور ہیں، اُن کو بھی زکوۃ میں سے تنخواہ دی جاسکتی ہے (نورالایضاح ص:۱۶۱)

(۲) مکاتب: ایسے غلام کو کہتے ہیں جس کو آقا نے کہہ دیا ہو کہ اتنے روپے ادا کرنے کے بعد تم آزاد ہو۔ مدبّر: ایسے غلام کو کہتے ہیں جس کو آقا نے کہہ دیا ہو کہ تم میرے مرنے کے بعد آزاد ہو۔ اُمِ ولد: ایسی باندی کو کہتے ہیں جس نے آقا سے اولاد جنی ہو۔

مسئلہ: مسجد کی تعمیر اور مُردوں کے کفن دفن میں بھی زکوٰۃ کی رقم نہیں لگائی جاسکتی، زکوٰۃ کی رقم سے میت کا قرض بھی ادا نہیں کیا جاسکتا، اور نہ ہی صاحبِ نصاب آدمی کے غلام اور اس کے چھوٹے بچے کو زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے۔

مسئلہ: اگر کسی آدمی نے کسی کو مستحقِ زکوٰۃ سمجھ کر زکوٰۃ دے دی، پھر معلوم ہوا کہ وہ صاحبِ نصاب تھا، یا ہاشمی، یا کافر تھا، یا زکوٰۃ دینے والے کا باپ یا بیٹا تھا، تو امام اعظمؒ کے نزدیک (زکوٰۃ ادا ہو جائے گی) دوبارہ زکوٰۃ دینا ضروری نہیں[1] اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دوبارہ زکوٰۃ دینا ضروری ہے۔

اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ جس کو زکوٰۃ دی ہے، وہ زکوٰۃ دینے والے کا غلام، یا مکاتب تھا تو دوبارہ زکوٰۃ دینا ضروری ہے۔

زکوٰۃ دینے کی مقدار: ایک فقیر کو اتنا دینا مستحب ہے کہ اس دن اس کو مانگنے کی نوبت نہ آئے۔

مسئلہ: وہ فقیر جس کے ذمہ کسی کا قرض نہ ہو، اُسے نصاب کے بہ قدر یا اس سے زیادہ دے کر صاحبِ نصاب بنا دینا مکروہ ہے۔

زکوٰۃ کی رقم منتقل کرنا: اگر اپنا کوئی قریبی آدمی دوسرے شہر میں رہتا ہو، یا دوسرے شہر کے لوگ زیادہ محتاج ہوں تو زکوٰۃ کی رقم ایک شہر سے دوسرے شہر بھیجنے میں کچھ حرج نہیں، ورنہ مکروہ ہے۔

مسئلہ: جس آدمی کو ایک دن کی روزی میسر ہے، اس کے لیے (زکوٰۃ) مانگنا جائز نہیں۔

صدقۂ فطر کے احکام

صدقۂ فطر کا وجوب: صدقۂ فطر ہر ایسے مسلمان پر واجب ہے، جو آزاد اور صاحبِ نصاب ہو، اور نصاب قرضوں اور اصلی ضرورتوں سے بچا ہوا ہو (صدقۂ فطر کے وجوب کے لیے) نصاب کا نامی (بڑھنے کے قابل) ہونا شرط نہیں، اور اس طرح کے صاحبِ نصاب کے لیے صدقہ (زکوٰۃ) حرام ہے۔

صاحبِ نصاب اپنا صدقۂ فطر دے گا، اور اپنے چھوٹے بچوں کا بھی دے گا، جب کہ وہ صاحبِ نصاب نہ ہوں، اور اگر بچے صاحبِ نصاب ہوں تو اُن کے مال میں سے صدقۂ فطر ادا کیا

(۱) امام محمدؒ کا بھی یہی قول ہے (عالم گیری ۱/۱۹۰) اور اسی پر فتویٰ ہے۔

جائے گا، اسی طرح اپنی خدمت کے غلاموں کی طرف سے بھی صدقۂ فطر دے گا، چاہے وہ مدبّر یا اُم ولد ہو؛ البتہ تجارتی غلاموں کا صدقۂ فطر نہیں دے گا (بلکہ ان میں زکوٰۃ واجب ہے) اور نہ ہی اپنی بیوی کی طرف سے، نہ اپنے بالغ بچوں کی طرف سے، نہ اپنے مکاتب غلام کی طرف سے اور نہ بھاگے ہوئے غلام کی طرف سے صدقۂ فطر دے گا؛ البتہ اگر بھاگا ہوا غلام واپس آجائے تو اس کا بھی صدقۂ فطر ادا کرے۔

مسئلہ: اگر ایک غلام یا چند غلام کئی آدمیوں کے درمیان مشترک ہوں تو امام اعظمؒ کے نزدیک ان کا صدقۂ فطر کسی پر واجب نہیں۔

وقتِ وجوب: عید الفطر کے دن صبحِ صادق کے طلوع ہونے کے ساتھ صدقۂ فطر واجب ہوجاتا ہے؛ لہٰذا اگر کوئی شخص صبحِ صادق سے پہلے مرجائے؛ یا صبحِ صادق کے بعد پیدا ہو، یا صبحِ صادق کے بعد مسلمان ہو؛ تو اُن کا صدقۂ فطر واجب نہیں۔

وقتِ ادا: عید الفطر سے پہلے بھی صدقۂ فطر ادا کرنا جائز ہے؛ لیکن سنت یہ ہے کہ عیدگاہ کی طرف نکلنے سے پہلے ادا کرے، اور اگر عید کے دن صدقۂ فطر ادا نہ کرسکے تو جب چاہے ادا کرے۔

صدقۂ فطر کی مقدار: صدقۂ فطر کی مقدار گیہوں، گیہوں کے آٹے اور گیہوں کے ستّو سے آدھا صاع (ایک کلو، پانچ سو چوہتر گرام اور چھ سو چالیس ملی گرام) ہے اور کھجور اور جو سے ایک صاع (تین کلو ایک سو انچاس گرام اور دو سو اسّی ملی گرام) ہے، اور کشمش امام اعظمؒ کے نزدیک گیہوں کی طرح ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جو کی طرح ہے۔

صاع کی تحقیق: صاع ایک پیمانہ تھا، جس میں مسور یا اُڑد وغیرہ (جیسا غلہ) آٹھ رطل سماتا تھا، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صاع پانچ رطل اور ایک تہائی رطل کا ہوتا تھا، اور رطل بیس اِستار کا ہوتا تھا، اور ہر اِستار ساڑھے چار مثقال کا ہوتا تھا؛ لہٰذا ایک رطل کا وزن دہلی کے سکّہ سے چھتیس روپے کا ہوتا تھا۔

مسئلہ: صدقۂ فطر میں غلہ کے بدلے قیمت دینا بھی جائز ہے۔

دیگر صدقات: (زکوٰۃ اور صدقۂ فطر کے علاوہ) دوسرے صدقات؛ نافلہ ہیں، صدقۂ نافلہ آدمی اپنے والدین، قریبی رشتہ داروں، یتیموں، محتاجوں، پڑوسیوں اور مانگنے والوں وغیرہ کو دے سکتا ہے، اور

بہتر یہ ہے کہ اتنا ہی صدقہ کرے جو اپنی اصلی ضروریات، قرضے، اخراجات اور واجب حقوق کی ادائیگی کے بعد بچا ہوا ہو (یعنی سارا مال صدقہ نہ کردے) گناہوں میں خرچ نہ کرے۔

خرچ میں اُسوۂ نبوی: رسول اللہ ﷺ نے فتح خیبر کے بعد ازواج مطہرات کو ایک سال کا پیشگی خرچ دے دیا تھا، اور اپنی ذات اقدس کے لیے کچھ نہیں رکھا تھا، اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

أَنْفِقْ يَا بِلَالُ! وَلَا تَخْشَ مِنْ ذِي الْعَرْشِ إِقْلَالًا. (۱) ترجمہ: اے بلال! خرچ کرو، اور عرش والے سے کمی کا خوف نہ کرو، یعنی وہ خوب دے گا۔

فضول خرچی: مال کو بے فائدہ خرچ نہ کرے؛ اس لیے کہ فضول خرچی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ نے شیطان کا بھائی فرمایا ہے، ناجائز خرچ کا مطلب یہ ہے کہ اس میں ثواب نہ ہو، اور نہ ہی دنیا کا کوئی فائدہ ہو، اور "جی کا چاہنا" نفس کے حق سے زیادہ معتبر نہیں۔ (۲)

مسئلہ: صدقۂ نافلہ سب سے پہلے بنو ہاشم کو دے؛ اس لیے کہ ان کو زکوٰۃ دینا حرام ہے، رسول اللہ ﷺ کی قربت ورشتہ داری کا خیال رکھتے ہوئے تواضع اور عزت وعظمت کے ساتھ، ان کی خدمت کرے۔

مسئلہ: صدقۂ نافلہ ذمّی (اسلامی حکومت کے غیر مسلم شہری) کو دینا جائز ہے، حربی (غیر اسلامی حکومت کے شہری) کو دینا جائز نہیں۔

مسئلہ: مہمان کی ضیافت تین دن تک سنت مؤکدہ ہے اور اس کے بعد مستحب (اور یہ صدقۂ نافلہ ہے)

(۱) الطبرانی فی الکبیر (۱/۳۳۱-۱۰۲۴) قال الهيثمي في المجمع (۱۰/۲۳۱) إسناده حسنٌ۔

(۲) یعنی نفس کا جو جائز حق ہے اس سے زیادہ خرچ کرنے کو جی چاہے تو اس کا اعتبار نہیں۔

كتابُ الصَّومِ

روزوں کا بیان

اسلام کے ارکان میں سے ایک رمضان المبارک کے مہینے کے روزے ہیں، جو ہر مکلف (عاقل، بالغ) مسلمان پر یقینی فرض ہیں، اس کے ثبوت کا انکار کرنے والا کافر اور بلا عذر اس کو چھوڑنے والا فاسق ہے۔

صحیحین میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسولِ اکرم ﷺ سے نقل فرمایا ہے:

كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ: الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ، قَالَ اللهُ تعالىٰ: إِلَّا الصَّوْمَ فَإِنَّهُ لِيْ، وَأَنَا أَجْزِيْ بِهِ.

ترجمہ: انسان کا ہر عمل بڑھایا دیا جاتا ہے: ایک نیکی کا اجر دس گنا دیا جاتا ہے سات سو گنا تک، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: مگر روزہ (اس ضابطہ سے مستثنیٰ ہے) اس لیے کہ وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔[1]

شرائطِ روزہ: روزہ کی صحت کے لیے نیت شرط ہے، اور حیض ونفاس سے پاک ہونا بھی شرط ہے۔

روزے کی قسمیں: روزہ کی چھ قسمیں ہیں:

۱- رمضان کا روزہ ۲- قضا روزہ ۳- نذرِ معین کا روزہ[2] ۴- نذرِ غیر معین کا روزہ
۵- کفارے کا روزہ ۶- نفل روزہ۔

روزہ کی نیت: حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک رمضان کا روزہ مطلقاً فرضِ وقت کی نیت سے اور نفل کی نیت سے ادا ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: اگر کسی نے رمضان میں قضا یا کفارہ کی نیت کی تو اگر وہ تندرست اور مقیم ہے تو فرضِ وقت (رمضان کا روزہ) ہی ہوگا، کوئی اور روزہ ادا نہ ہوگا، اور اگر مریض یا مسافر ہے تو قضاء یا کفارہ جس

(۱) متفق علیہ، مشکوٰۃ المصابیح (ص: ۱۷۳) کتاب الصوم، الفصل الاول۔
(۲) جیسے کوئی شخص کسی خاص تاریخ یا دن میں روزہ کی منّت مان لے۔

کی بھی نیت کی ہے وہ ادا ہوگا، اور صاحبینؒ کے نزدیک اس صورت میں بھی فرضِ وقت (رمضان کا روزہ) ہی ادا ہوگا۔ (۱)

امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک رمضان کے روزے کے لیے بھی فرضِ وقت کی نیت ضروری ہے۔

نذرِ معین (کا روزہ) امام اعظمؒ کے نزدیک جس طرح نذر کی نیت سے ادا ہوتا ہے، اسی طرح مطلق نیت سے اور نفل کی نیت سے بھی ادا ہو جاتا ہے، اور اگر دوسرے واجب کی نیت کی ہے تو دوسرا واجب ادا ہوگا، اور اکثر ائمہ کے نزدیک نذرِ معین (کا روزہ) نذر کی تعیین کے بغیر ادا نہیں ہوتا۔

نفل (روزہ) جس طرح نفل کی نیت سے ادا ہوتا ہے، اسی طرح مطلق نیت سے بھی بالاتفاق ادا ہو جاتا ہے، اور نذرِ غیر معین اور قضاء و کفارہ (کے روزوں) کے لیے بالاتفاق تعیین شرط ہے۔

روزہ کی نیت کا وقت: روزہ کی نیت کا وقت غروبِ آفتاب سے طلوعِ صبح (صادق) تک ہے، اور طلوعِ صبح کے بعد نیت جائز نہیں؛ البتہ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک نفلی روزے میں زوال سے پہلے تک (نیت کرنا درست ہے) اور امام مالکؒ کے نزدیک صبحِ صادق کے طلوع ہونے کے بعد نفل روزہ کی نیت بھی درست نہیں، اور امام اعظمؒ کے نزدیک رمضان، نذرِ معین اور نفل روزے کی نیت زوال سے پہلے تک درست ہے، اور قضاء و کفارہ اور نذرِ معین کی نیت صبح (صادق) کے طلوع کے بعد بالاتفاق جائز نہیں۔

ائمہ ثلاثہ (امام اعظمؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ) کے نزدیک رمضان کے تیسوں روزوں کے لیے ہر رات علاحدہ علاحدہ نیت کرنا شرط ہے، اور امام مالکؒ کے نزدیک پورے رمضان کے لیے پہلی رات میں ایک بار نیت کر لینا کافی ہے؛ اس لیے اگر کسی نے رمضان کی پہلی رات میں روزہ کی نیت کی اور درمیان رمضان میں پاگل ہو گیا اور کئی دن جنون کی حالت میں رہا، اور روزہ توڑنے والی کوئی چیز نہیں پائی گئی تو امام مالکؒ کے نزدیک اس کے سارے روزے صحیح ہو گئے، اور دوسرے تینوں اماموں کے نزدیک نیت نہ ہونے کی وجہ سے وہ آدمی پاگل پن کے دنوں کے روزے کی قضا کرے گا۔

---

(۱) درمختار میں مسئلہ اسی طرح ہے یعنی مریض اور مسافر دونوں کا ایک حکم ہے؛ مگر ردالمحتار میں دونوں میں فرق کیا گیا ہے کہ مریض کا تو رمضان کا روزہ ہو جائے گا اور مسافر نے جو نیت کی ہے وہ روزہ ہوگا۔

پاگل پر روزہ کی قضا: پاگل پن پورے رمضان کو گھیر لے تو روزہ ساقط ہو جائے گا، قضا واجب نہ ہوگی، اور اگر رمضان میں تھوڑی دیر بھی پاگل پن سے نجات مل گئی تو گزشتہ دنوں (کے روزے) کی قضا کرے گا؛ چاہے بالغ ہوتے وقت پاگل ہوا ہو یا بالغ ہونے کے بعد۔

رؤیتِ ہلال: رمضان کا چاند دیکھنے یا شعبان کے تیس دن مکمل ہونے کے بعد روزہ فرض ہو جاتا ہے، اگر آسمان میں بادل وغیرہ ہو تو رمضان کے چاند کے لیے ایک عادل مرد یا ایک عادل عورت کی گواہی کافی ہے، خواہ وہ آزاد ہو یا غلام۔

مسئلہ: شوال کے چاند کے لیے دو عادل آزاد مرد یا ایک عادل آزاد مرد اور دو عادل آزاد عورتوں کی گواہی لفظِ شہادت کے ساتھ شرط ہے، اور اگر مطلع صاف ہو تو رمضان اور شوال (دونوں کے چاند) کے لیے ایک بڑی جماعت (کا چاند دیکھنا) شرط ہے۔

مسئلہ: اگر رمضان ایک آدمی (یا ایک عورت) کی گواہی سے ثابت ہوا ہو، اور تیسویں دن بھی چاند نظر نہ آئے تو افطار (روزہ نہ رکھنا) جائز نہیں ہوگا، اور اگر (رمضان) دو مرد کی گواہی سے ثابت ہوا ہو اور تیس دن گزر جائیں تو افطار (روزہ نہ رکھنا) جائز ہوگا؛ چاہے چاند نہ دیکھا گیا ہو۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص رمضان یا شوال کا چاند خود دیکھے اور قاضی اس کی شہادت نہ مانے تو اُس شخص پر روزہ رکھنا واجب ہے، اگر وہ روزہ نہ رکھے تو اس پر قضا واجب ہوگی (کفارہ واجب نہ ہوگا)

شک کے دن کا روزہ: شک کے دن ـــــ یعنی تیسویں شعبان کا دن جب کہ (انتیسویں دن) چاند نہ دیکھا گیا ہو، اور مطلع (آسمان) ناصاف ہو تو ـــــ روزہ نہ رکھے؛ لیکن (خالص) نفل کی نیت سے روزہ اُس وقت رکھ سکتا ہے؛ جب کہ وہ دن اس کے روزہ رکھنے کی عادت کے دنوں میں پڑ جائے، اور امام اعظمؒ کے نزدیک خواص روزہ رکھیں گے اور عوام زوال کے بعد افطار کر لیں گے۔

مسئلہ: یومُ الشک میں رمضان کی نیت سے یا دوسرے واجب کی نیت سے روزہ رکھنا مکروہ ہے، اس طرح اس تردد (شک) کے ساتھ روزہ رکھنا بھی مکروہ ہے کہ اگر یہ دن رمضان کا ہوا تو رمضان کا روزہ ہو جائے گا، ورنہ نفل یا دوسرے واجب کا روزہ ہو جائے گا، بہ ہر صورت جس نیت سے بھی روزہ رکھے؛ جب رمضان ثابت ہو جائے گا تو وہ روزہ امام اعظمؒ کے نزدیک رمضان ہی کا شمار ہوگا۔

قضا اور کفارہ واجب کرنے والی چیزیں: اگر کسی شخص نے رمضان کے روزے میں قُبل یا دُبر

میں قصداً جماع کیا؛ یا اس کے ساتھ جماع کیا گیا؛ یا کوئی دوا یا غذا (کھانے کی چیز) قصداً (کھا) پی لی، تو اس شخص کا روزہ فاسد ہو گیا، اور اس پر قضا اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے۔

کفارہ: اور کفارے میں ایک غلام آزاد کرے، اور غلام دست یاب نہ ہو تو لگاتار ایسے دو مہینوں کے روزے رکھے جن میں رمضان، عیدین اور تشریق کے دن نہ پڑیں، اور اگر کسی عذر کی وجہ سے یا بغیر عذر کے کوئی روزہ چھوٹ جائے تو پھر سے روزے رکھے؛ البتہ اگر حیض ونفاس کی مجبوری کی وجہ سے روزہ چھوٹ جائے تو کوئی حرج نہیں۔

اور اگر روزہ رکھنے کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں میں سے ہر ایک کو صدقۂ فطر کی مقدار کھانا دے۔

اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک کفارہ صرف جماع کی وجہ سے ہی واجب ہوتا ہے۔

مسئلہ: قضا، کفارہ اور نذر کے روزوں کے فاسد کرنے کی وجہ سے کوئی کفارہ بالاتفاق واجب نہیں۔

کفارہ میں تداخل: اگر کوئی آدمی ایک رمضان کے دو یا چند روزے اس طرح توڑ دے کہ کفارہ واجب ہوتا ہو تو اگر پہلے روزہ کے فاسد کرنے کے بعد کفارہ دے دیا ہو تو دوسرے روزہ کا کفارہ الگ سے دے، اسی طرح تیسرے اور چوتھے روزے اور اس کے بعد کا بھی؛ اور اگر پہلے روزے کا کفارہ اخیر رمضان تک نہ دیا ہو تو چند روزوں کے فاسد کرنے کے باوجود ایک ہی کفارہ کافی ہوگا۔ اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ہر صورت میں چند روزوں کے لیے الگ الگ کفارہ دینا ضروری ہے۔

اور اگر کسی نے دو رمضانوں کے دو روزوں کو توڑا ہو اور پہلے کا کفارہ ابھی تک نہ دیا ہو تو اس صورت میں کفارہ بالاتفاق الگ الگ ہی واجب ہوگا۔

صرف قضا واجب ہونے کی صورتیں: درج ذیل صورتوں میں صرف قضا واجب ہوتی ہے، کفارہ واجب نہیں ہوتا:

اگر غلطی سے یا کسی کے مجبور کرنے سے روزہ توڑا؛ چاہے جماع کے ذریعہ توڑا ہو یا پاخانہ کے راستے میں دوا ڈالنے کے ذریعہ؛ یا کان[1] میں یا ناک میں دوا ڈالی ہو؛ یا پیٹ یا سر کے زخم میں دوا پہنچائی

(۱) کان اور دماغ یا معدہ کے درمیان کوئی منفذ نہیں؛ اس لیے اگر کان کا پردہ پھٹ گیا ہے تب تو دوا معدہ یا دماغ تک پہنچے گی اور روزہ فاسد ہوگا، اور اگر پردہ صحیح سالم ہے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

ہو، اور دوا اس کے دماغ میں یا پیٹ میں پہنچ گئی ہو؛ یا کنکری یا لوہا — یا کوئی ایسی چیز جو دوا یا غذا کے طور پر نہ کھائی جاتی ہو — نگل گیا؛ یا جان بوجھ کر منہ بھر قے کی؛ یا رات خیال کر کے سحری کھالی، پھر معلوم ہوا کہ صبح ہوگئی تھی؛ یا سورج ڈوبنے کے خیال سے افطار کیا؛ حالانکہ سورج غروب نہیں ہوا تھا؛ یا بھول کر کھانا کھایا پھر خیال کیا کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا؛ اس لیے قصداً کھالیا؛ یا سوئے ہوئے آدمی کے حلق میں پانی ٹپکا دیا؛ یا عورت سے سونے کی حالت میں، یا پاگل ہونے کی حالت میں؛ یا بے ہوش ہونے کی حالت میں جماع کرلیا ہو (تو ان سب صورتوں میں روزہ ٹوٹ جائے گا، اور صرف قضا واجب ہوگی، کفارہ واجب نہیں ہوگا)

مسئلہ: اگر کوئی شخص رمضان میں نہ تو روزہ کا ارادہ کرے اور نہ افطار کا (بے روزہ رہنے کا) اور روزہ توڑنے والی کوئی چیز بھی نہ پائی جائے تو صرف روزہ کی قضا واجب ہوگی؛ کفارہ واجب نہیں ہوگا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص رمضان میں روزے کی نیت نہ کرے اور کھانا کھائے تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس پر (قضا واجب ہوگی) کفارہ واجب نہ ہوگا، اور صاحبینؒ کے نزدیک (قضا کے ساتھ) کفارہ (بھی) واجب ہوگا۔

جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا: اگر روزہ بھول جائے اور کھا پی لے، یا جماع کرلے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا، اور قضا (بھی) واجب نہ ہوگی، اسی طرح احتلام (بدخوابی) سے؛ شہوت کے ساتھ بیوی کی شرمگاہ دیکھ کر منی نکلنے سے، بدن پر تیل لگانے سے؛ آنکھ میں سرمہ لگانے سے؛ کسی کی غیبت کرنے سے؛ پچھنا لگانے سے؛ بلا ارادہ قے ہونے سے، اگرچہ قے زیادہ ہو اور قصداً تھوڑی سی قے کرنے سے (جو منہ بھر نہ ہو) اور کان میں پانی ٹپکانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

اگر کوئی شخص اپنے ذکر (مرد کے آگے کی شرم گاہ) میں تیل یا کوئی اور چیز ٹپکائے تو امام اعظمؒ کے نزدیک روزہ نہیں ٹوٹے گا، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (۱)

اگر کسی شخص نے مُردہ عورت سے یا چوپایہ سے وطی کی؛ یا مَنی اور دُبُر کے علاوہ کسی دوسرے عضو میں وطی کی؛ یا عورت کا بوسہ لیا؛ یا اس کو شہوت کے ساتھ چھوا تو (ان صورتوں میں) اگر منی نکل گئی تو روزہ

(۱) امام اعظمؒ کا مسلک راجح ہے، فتاوی عالم گیری (۱:۲۰۴) میں امام محمدؒ کو امام اعظمؒ کے ساتھ لکھا ہے، اور یہ اختلاف بھی اس وقت ہے جب کہ پکائی جانے والی چیز مثانہ تک پہنچ جائے، اور اگر مثانہ تک نہ پہنچے تو بالاجماع روزہ فاسد نہ ہوگا، اس صورت میں عورت کا روزہ بالاتفاق فاسد ہوجائے گا۔

ٹوٹ جائے گا، ورنہ روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

اگر دانت میں کھانے کی کوئی چیز باقی رہ گئی اور اس کو ہاتھ سے باہر نکالا، پھر کھالیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا؛ البتہ کفارہ واجب نہ ہوگا، اور اگر نوکِ زبان سے نکال کر کھالیا تو اگر وہ چنے کے برابر ہے (تو روزہ ٹوٹ جائے گا) اور قضا واجب ہوگی اور اگر چنے سے کم ہے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

اگر تل کا ایک دانہ منہ میں ڈالا اور نگل لیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اور اگر چبالیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

اگر منہ بھر قے منہ میں آگئی پھر اس کو قصداً نگل گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اور اگر تھوڑی قے منہ میں آئی اور بلا ارادہ واپس چلی گئی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، اور اگر منہ بھر قے بلا ارادہ اندر چلی گئی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک روزہ ٹوٹ جائے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک روزہ نہیں ٹوٹے گا، اور اگر تھوڑی سی قے قصداً نگل لی تو امام محمدؒ کے نزدیک روزہ ٹوٹ جائے گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ (۱)

جن چیزوں سے روزہ مکروہ ہوتا ہے: روزہ کی حالت میں بلا کسی مجبوری کے کسی چیز کو چکھنا یا چبانا مکروہ ہے، اور چھوٹے بچے کے لیے کھانا چبانا مجبوری کی صورت میں جائز ہے، گرمی دور کرنے کے لیے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا؛ اسی طرح گرمی دور کرنے کے لیے غسل کرنا اور بھیگا کپڑا (بدن پر) لپیٹنا امام اعظمؒ کے نزدیک مکروہِ تنزیہی ہے؛ اس لیے کہ یہ بے صبری (بے قراری) کی دلیل ہے، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مکروہ نہیں۔

مسئلہ: اگر رات میں نہانے کی ضرورت پیش آئے اور اسی حالت میں روزہ رکھ کر صبح کرلے تو اس کا روزہ صحیح ہے؛ لیکن صبحِ صادق سے پہلے غسل کرلینا مستحب ہے۔

روزہ کی حالت میں جھوٹ بولنا اور غیبت کرنا: تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ روزہ کی حالت میں جھوٹ بولنے سے یا کسی کی غیبت کرنے سے، یا کسی کو بُرا بھلا کہنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا؛ لیکن یہ باتیں سخت مکروہ ہیں۔ امام اوزاعیؒ کے نزدیک ایسے شخص کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ أَنْ يَدَعَ طَعَامَهٗ

ترجمہ: جو شخص (روزہ کی حالت میں) جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کچھ ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے یعنی اللہ تعالیٰ اس کے روزے کے محتاج نہیں، یعنی اس کا روزہ

(۱) دونوں مسئلوں میں امام محمدؒ کا مسلک راجح ہے (ردالمحتار ۲/۱۲۰، رشیدیہ، پاکستان)

وَشَرَابَهُ. (۱) مقبول نہ ہوگا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص کھانا (سحری) کھا رہا تھا؛ یا جماع کر رہا تھا کہ صبحِ صادق ہوگئی، پس صبح ہوتے ہی اس نے کھانا منہ سے نکال دیا اور شرم گاہ کھینچ لی تو جمہور کے نزدیک اس کا روزہ صحیح ہوگا، اور امام مالکؒ کے نزدیک (اس کا روزہ) باطل ہو جائے گا۔

مریض اور مسافر کا حکم: جس بیمار کو روزہ رکھنے میں بیماری کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو، اور جس مسافر کو روزہ رکھنے میں مشقت کا سامنا ہو تو ان کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے، اور مسافر کو اگر روزہ رکھنے سے کوئی مشقت لاحق نہ ہو تو روزہ رکھنا بہتر ہے۔

مسئلہ: اگر مسافر جہاد میں ہو یا روزہ اس کو نقصان پہنچاتا ہو تو اس کے لیے روزہ نہ رکھنا بہتر ہے، اور اگر روزہ ہلاکت تک پہنچا دے تو روزہ نہ رکھنا واجب ہے (اس حالت میں) روزہ رکھنے سے گنہ گار ہوگا۔

مسئلہ: جس مریض اور مسافر نے روزہ نہ رکھا ہو، اگر وہ اسی حالتِ مرض یا سفر میں مر جائیں تو ان پر اس روزہ کی قضا واجب نہیں، اور اگر تندرست ہو کر اور گھر آ کر مریں تو تندرست ہونے اور گھر آنے کے بعد جتنے دن پائیں گے اتنے دنوں کی قضا واجب ہوگی؛ اور قضاء نہ کریں تو اُن پر وصیت کرنا واجب ہوگا اور ولی پر میت کے تہائی مال سے فدیہ ادا کرنا واجب ہوگا، یعنی ہر روزے کے بدلے صدقۂ فطر کی مقدار ایک مسکین کو غلّہ دے، اور بلا وصیت فدیہ دینا واجب نہ ہوگا؛ البتہ اگر وارث اپنی طرف سے احسان کرے اور میت کی طرف سے فدیہ ادا کرے تو فدیہ ادا کرنا صحیح ہوگا۔

رمضان کے روزے کی قضا: رمضان کے روزے کی قضا (میں اختیار ہے) اگر چاہے تو لگاتار رکھے اور اگر چاہے تو الگ الگ رکھے؛ لیکن اگر پورے سال قضا نہ کر سکے؛ یہاں تک کہ دوسرا رمضان آجائے تو دوسرے رمضان کا روزہ (پہلے) ادا کرے، پھر گذشتہ رمضان کے روزے کی قضا کرے، اور اس صورت میں کوئی کفارہ واجب نہیں ہوگا۔

مسئلہ: ایسا بوڑھا آدمی جس کا جسم نہایت کمزور ہو گیا ہو، اور روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو، اُسے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے؛ البتہ ہر روزہ کے بدلے صدقۂ فطر کے بہ قدر غلہ دے، پھر اگر صحت ساتھ

(۱) صحیح بخاری (حدیث نمبر: ۱۹۰۳)

دے، اور روزہ رکھنے کے قابل ہو جائے تو اس پر روزے کی قضا واجب ہوگی۔

مسئلہ: حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کو اگر اپنی جان کا یا بچہ کی جان کا خطرہ ہو تو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے (بعد میں) وہ قضا کریں گی، اور کوئی فدیہ واجب نہیں۔

روزہ کے دیگر احکام

مسئلہ: نفل روزہ شروع کرنے سے واجب ہو جاتا ہے؛ مگر جن دنوں میں روزہ رکھنا منع ہے (اُن میں شروع کرنے سے واجب نہیں ہوتا)

مسئلہ: نفل روزہ بلا عذر توڑنا جائز نہیں؛ البتہ عذر کی وجہ سے توڑنا جائز ہے، اور ضیافت عذر ہے (۱) لیکن روزہ توڑنے کے بعد قضا واجب ہوگی۔ (۲)

مسئلہ: اگر رمضان میں دن میں بچہ بالغ ہو جائے؛ یا کافر مسلمان ہو جائے؛ یا مسافر مقیم ہو جائے؛ یا حائضہ پاک ہو جائے تو دن کے باقی حصے میں اِمساک (روزہ توڑنے والی چیزوں سے رُکے رہنا) واجب ہے۔ اور اگر دونوں صورتوں میں (چاہے اِمساک کرے یا نہ کرے) بالغ ہونے والے بچہ پر اور تو مسلم پر اس روزہ کی قضا (لازم) نہ ہوگی اور مسافر اور حائضہ پر قضا واجب ہوگی۔

وہ دن جن میں روزہ رکھنا حرام ہے: عید الفطر، عید الاضحیٰ اور ایامِ تشریق (۱۱، ۱۲، ۱۳ ذی الحجہ) کا روزہ رکھنا حرام ہے، اِن دنوں میں نفل روزہ شروع کرنے سے بھی واجب نہیں ہوتا؛ لیکن اگر کوئی شخص ان دنوں کے روزوں کی مَنّت مان لے یا پورے سال روزہ رکھنے کی منت مان لے تو اِن دونوں صورتوں میں بھی اِن دنوں میں روزہ نہیں رکھے گا؛ بلکہ (دوسرے دنوں میں) قضا کرے گا، اور اگر کسی نے روزہ رکھ لیا تو گنہ گار ہوگا (اور منت پوری ہو جائے گی، دوبارہ) قضا لازم نہ ہوگی۔

شوال کے چھ روزے: حدیث شریف میں ہے:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ ترجمہ: جس نے رمضان کے بعد شوال میں چھ روزے

(۱) ضیافت (مہمان نوازی) میں اس وقت روزہ توڑا جا سکتا ہے جب کہ ساتھ نہ کھانے سے مہمان کو تکلیف ہو اور آپسی رنجش کا اندیشہ ہو، اور بعض فقہاء کے نزدیک زوال سے پہلے ہونا اور اپنے اوپر قضا کر سکنے کا اعتماد ہونا بھی شرط ہے (تفصیل کے لیے دیکھیے: فتاوی عالم گیری ۱/۲۰۸)

(۲) ردالمحتار (۲/۱۳۱)

شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ:(۱) رکھے، اس نے گویا پورے سال روزہ رکھا(۲)

بعض اہلِ علم کہتے ہیں کہ شوال میں چھ روزے الگ الگ رکھے، نصاریٰ سے مشابہت کی وجہ سے عید الفطر کے ساتھ ملا کر (یعنی دو شوال سے) نہ رکھے، اسی علت کی وجہ سے ملا کر رکھنے کو مکروہ کہتے ہیں؛ لیکن فتویٰ مکروہ نہ ہونے پر ہے۔

شعبان کے روزے: رسول اللہ ﷺ شعبان کے اکثر دنوں میں روزہ رکھتے تھے، بعض احادیث میں آدھے شعبان کے بعد روزہ رکھنے سے اس وجہ سے منع کیا ہے کہ کہیں کمزوری رمضان کے روزے کے لیے رکاوٹ نہ بن جائے۔

ہر مہینہ کے تین روزے: ہر مہینہ کے تین روزے رکھنا مستحب ہے؛ رسول اللہ ﷺ: کبھی ایامِ بیض ـــــ تیرہویں، چودھویں اور پندرہویں ـــــ کے روزے رکھتے تھے۔ اور کبھی شروع مہینہ کے اور کبھی آخر مہینہ کے، اور کبھی ہر عشرہ (دس دن) میں ایک روزہ رکھتے تھے اور کبھی کسی مہینہ میں ہفتہ، اتوار اور پیر کا روزہ رکھتے تھے، اور دوسرے مہینہ میں منگل، بدھ اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے۔(۳)

عرفہ کے دن کا روزہ: جو آدمی عرفہ کے دن (نویں ذی الحجہ) کو روزہ رکھتا ہے، اس کے دو سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، یعنی ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے (گناہ معاف ہو جاتے ہیں)

دسویں محرم کا روزہ: اگر کوئی محرم کی دسویں تاریخ کا روزہ رکھے تو اس کے گذشتہ ایک سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اور دسویں محرم کے ساتھ اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد کا روزہ رکھنا مستحب ہے۔

جمعہ کا روزہ: (صرف) جمعہ کے دن کا روزہ رکھنا بعض اہلِ علم کے نزدیک مکروہ ہے؛ لیکن امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے۔(۴)

نفل روزہ رکھنے کا معتدل طریقہ: پوری عمر روزے رکھنا، اسی طرح بغیر افطار کیے لگاتار روزے

---

(۱) صحیح مسلم (۲۸۱۵) (۲) ابن ماجہ میں ایک سال کی صراحت ہے (۱/۳۱۵)

(۳) مالابدمنہ فارسی میں یہاں تکرار ہے، صحیح حدیثوں سے کی ہے۔

(۴) دونوں طرح کی حدیثیں مروی ہیں؛ مگر مکروہ نہ ہونے کی روایت راجح ہے (تفصیل کے لیے دیکھیے: مشکوٰۃ ص: ۱۷۹، ۱۸۰ مع حاشیہ)

رکھنا مکروہ ہے، سب سے عمدہ روزہ حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے، آپ علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن روزہ نہیں رکھتے تھے؛ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اس کی پابندی کر سکے؛ اس لیے کہ وہ عبادت بہتر ہے جس کو آدمی ہمیشہ کر سکے۔

مسئلہ: بیوی کو شوہر کی اجازت کے بغیر نفل روزہ نہیں رکھنا چاہیے، اسی طرح غلام کو آقا کی اجازت کے بغیر نفل روزہ نہیں رکھنا چاہیے۔

اعتکاف کے احکام

مسجد میں اعتکاف کرنا ایک عبادت ہے، اور جامع مسجد میں اعتکاف بہتر ہے، منت ماننے سے اعتکاف واجب ہو جاتا ہے، مسجد میں اعتکاف کی نیت سے رُکے رہنے کا نام اعتکاف ہے، اس کی کم سے کم مدت امام اعظمؒ کے نزدیک ایک دن ہے، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دن کا اکثر حصہ ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک تھوڑی دیر کے لیے بھی اعتکاف ہو سکتا ہے۔

رمضان کے آخری دس دن کا اعتکاف سنتِ مؤکدہ ہے، اور واجب اعتکاف میں روزہ شرط ہے، اسی طرح ایک روایت کے مطابق نفل اعتکاف میں بھی روزہ شرط ہے [1] اور عورت گھر میں نماز کے لیے مخصوص جگہ میں اعتکاف کرے (اور مخصوص جگہ نہ ہو تو وقتی طور پر مخصوص کر لے)

مسئلہ: اعتکاف کرنے والا مسجد سے باہر نہ نکلے گا؛ لیکن پیشاب، پاخانہ کے لیے نکل سکتا ہے، اسی طرح جمعہ کی نماز کے لیے بھی، وقت کا اس طرح لحاظ کر کے نکلے کہ جمعہ کی نماز مع سنت پالے، اور جامع مسجد میں اس سے زیادہ نہ رُکے؛ لیکن اگر زیادہ رُکے گا تو بھی اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔

مسئلہ: اگر اعتکاف کرنے والا بغیر عذر کے تھوڑی دیر کے لیے بھی مسجد سے باہر نکلے گا تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا، اور صاحبینؒ کے نزدیک جب دن کا اکثر حصہ مسجد سے باہر رہے گا تب اعتکاف فاسد ہوگا۔

مسئلہ: اعتکاف کرنے والے کے لیے مسجد میں کھانا، پینا، سونا اور سامان لائے بغیر خرید فروخت کرنا جائز ہے، غیر معتکف کے لیے (یہ کام مسجد میں) جائز نہیں۔

اعتکاف کرنے والے کے لیے ممنوع چیزیں: اعتکاف کرنے والے کے لیے بیوی سے صحبت

(۱) مگر فتویٰ اس پر ہے کہ نفل اعتکاف کے لیے نہ وقت شرط ہے نہ روزہ۔

کرنا، اور اس کی خواہش پیدا کرنے والی چیزیں حرام ہیں، اور صحبت کرنے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے[۱] چاہے رات میں ہو (یا دن میں، جان بوجھ کر ہو) یا بھول کر اور چھونے اور بوسہ لینے سے اگر منی نکل آئے تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا، ورنہ نہیں۔

مسئلہ: اعتکاف کی حالت میں (عبادت کے طور پر) بالکل خاموش رہنا مکروہ ہے، اور فضول باتیں کرنا اس سے زیادہ مکروہ ہے، اعتکاف میں اچھی باتیں ہی کرنی چاہئیں۔

مسئلہ: اگر کوئی آدمی چند دنوں کے اعتکاف کی منت مانے تو اس پر ان دنوں کے ساتھ ان کی راتوں کا بھی اعتکاف واجب ہو جائے گا، اسی طرح دو دن کے اعتکاف کی منت میں دو راتوں کا بھی اعتکاف واجب ہوگا؛ البتہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دونوں دنوں کے درمیان والی ایک رات کا اعتکاف واجب ہوگا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص ایک مہینے کے اعتکاف کی منت مانے تو لگاتار ایک مہینے کا اعتکاف واجب ہوگا، چاہے "لگاتار کا لفظ" نہ بولا ہو۔

مسئلہ: (نفل) اعتکاف شروع کرنے سے واجب ہو جاتا ہے؛ مگر امام محمدؒ کے نزدیک واجب نہیں ہوتا۔[۲]

---

(۱) جب معتکف پیشاب، پاخانہ وغیرہ کے لیے گھر جائے تو وضو وغیرہ کا امکان ہوتا ہے؛ اس لیے مسئلہ بیان کیا جاتا ہے۔

(۲) کیوں کہ ان کے نزدیک نفل اعتکاف کے لیے وقت کی تحدید نہیں؛ پس جب معتکف نکل جائے گا تو اس کا اعتکاف منتہی ہو جائے گا۔

كِتَابُ الْحَج

(حج کا بیان)

اسلام کے ارکان میں سے ایک رکن 'حج' ہے، جب اس کی فرضیت کی شرطیں پائی جائیں تو وہ فرضِ عین ہے، اس کا انکار کرنے والا کافر ہے، اور شرائط وجوب پائے جانے کے باوجود حج نہ کرنے والا فاسق ہے۔

اور چوں کہ اس ملک (متحدہ ہندوستان) میں حج کی شرطیں کم پائی جاتی ہیں، اور وہ عمر میں صرف ایک بار فرض ہوتا ہے، بار بار فرض نہیں ہوتا؛ اس لیے بہ وقتِ ضرورت اس کے مسائل سیکھے جاسکتے ہیں؛ اس لیے ہم اس رسالہ میں حج کے مسائل ذکر نہیں کرتے۔

حلال وحرام چیزوں کا بیان[1]

اسلام کے ارکان کو بجالانے کے بعد حرام، مکروہ اور مشتبہ چیزوں کو جاننا اور حرام ومکروہ میں جا پڑنے سے بچنے کے لیے مشتبہ چیزوں کو چھوڑنا اسلام میں ضروری ہے۔

کھانے پینے سے متعلق احکام

مُردار: مردار کھانا حرام ہے، یعنی ایسا جانور جو خود بہ خود مرجائے یا اس کو کسی کافر غیر کتابی نے ذبح کیا ہو، اسی طرح وہ جانور بھی حرام ہے جس کو کسی مسلمان یا کتابی نے ذبح کیا ہو اور (ذبح کرتے وقت) قصداً بسم اللہ چھوڑ دی ہو؛ البتہ اگر بسم اللہ بھولے سے چھوٹ گئی ہو تو امام مالکؒ کے نزدیک (اس جانور کا گوشت) حرام ہے، اور امام اعظمؒ کے نزدیک حلال ہے۔

(۱) مالابدمنہ میں عنوان 'کتاب التقویٰ' ہے، تقویٰ کے معنی ہیں: پرہیزگاری، حلال چیزوں کو اختیار کرنا اور حرام چیزوں سے بچنا پرہیزگاری کے لیے لازم ہے؛ اس لیے مصنفؒ نے یہ عنوان قائم کیا ہے؛ مگر چوں کہ یہ عنوان غیر واضح تھا؛ اس لیے ہم نے واضح عنوان قائم کیا ہے۔

حلال وحرام جانور: درندے (پھاڑ کھانے والے) جانور کا کھانا حرام ہے، اس میں چوپایہ، پرندہ، بھیڑیا، لومڑی، ہاتھی، گدھا اور خچر سب داخل ہیں، زمین میں گھس کر رہنے والے جانور بھی حرام ہیں، جیسے گھریلو اور جنگلی چوہا، اور نیولا اور ان کے علاوہ زمینی کیڑے، جیسے: بھڑ، پھلواری وغیرہ۔

اسی طرح وہ جانور بھی حرام ہے، جس کی اکثر غذا نجاست ہوتی ہے، اور وہ کوا جو دانہ اور نجاست دونوں کھاتا ہے، مکروہ ہے۔ اور گھوڑا حلال ہے، اور امام اعظمؒ کے نزدیک مکروہ ہے، اور کھیتی والا کوا جو صرف دانہ کھاتا ہے؛ حلال ہے اور خرگوش اور دوسرے خشکی کے جانور حلال ہیں۔

امام اعظمؒ کے نزدیک تمام دریائی جانور حرام ہیں؛ اور مچھلی اپنی تمام قسموں کے ساتھ حلال ہے، اور مچھلی اگر دریا میں مرجائے اور پانی پر چت ہو کر آجائے تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس کا کھانا حرام ہے، اور مچھلی اور ٹڈی میں ذبح کرنا شرط نہیں۔

کھانے کی شرعی مقدار: اتنا کھانا کہ زندہ رہ سکے فرض ہے، اور اتنا کھانا کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکے اور روزہ رکھ سکے مستحب ہے؛ آدھا پیٹ کھانا سنت ہے اور پیٹ بھر کر کھانا جائز ہے۔

اور اگر اس نیت سے (پیٹ بھر کر) کھائے کہ جہاد کی طاقت حاصل ہو اور دینی تعلیم حاصل کر سکے تو مستحب ہے، اور پیٹ بھر سے زیادہ کھانا حرام ہے؛ البتہ اگر روزے کے ارادہ سے کھائے یا مہمان کی خاطر میں کھائے تو جائز ہے۔

مجبوری میں حرام یا غیر کا مال کھانا: مَخْمَصَہ (بھوک مری) کی حالت میں اگر کوئی حلال کھانا نہ ملے تو مردار اور دیگر حرام چیزیں حلال ہو جاتی ہیں؛ بلکہ ان کا کھانا امام اعظمؒ کے نزدیک فرض ہو جاتا ہے؛ اس لیے اگر نہیں کھائے گا اور مرجائے گا تو گنہگار ہوگا؛ لیکن جان بچانے کے بہ قدر کھائے، پیٹ بھر کر کھانا جائز نہیں، اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے ایک قول کے مطابق اور امام مالکؒ کے نزدیک پیٹ بھر کھانا بھی جائز ہے۔ اور اس حالت میں دوسرے کا مال قیمت کی ادائیگی کی نیت سے کھائے تو جائز ہے؛ لیکن اگر کوئی احتیاط کرے (اور نہ کھائے) اور مرجائے تو اسے ثواب ملے گا، گنہگار نہیں ہوگا۔

مسئلہ: بیماری میں دوا کھانا بہتر ہے، واجب نہیں؛ اس لیے اگر کوئی (بیماری میں) دوا نہ کھائے اور مرجائے تو گنہگار نہیں ہوگا۔

مسئلہ: ہر قسم کے میووں اور مزیدار کھانوں کا کھانا جائز ہے؛ لیکن ان میں فضول خرچی جائز نہیں۔

مسئلہ: سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال مرد وعورت دونوں کے لیے حرام ہے۔

شراب کے احکام

انگور کے کچے شیرے (جوس) سے بنائی ہوئی شراب جو نشہ آور ہو اور اس میں جھاگ اٹھتا ہو تو وہ نجاستِ غلیظہ اور قطعی حرام ہے، اس (کی حرمت) کا انکار کرنے والا کافر ہے۔

اور وہ شراب جو تازہ کھجور سے یا کشمش سے بنائی گئی ہو، اور نشہ آور ہو گئی ہو اور اس میں جھاگ اٹھتا ہو، اور طلاء (انگور کے شیرے کو پکاتے ہیں، جب دو تہائی سے کم جل جاتا ہے تو اس کو رکھ کر چھوڑ دیتے ہیں؛ تاکہ نشہ آور ہو جائے اور اس میں جھاگ اٹھے) یہ تینوں قسم کی شراب نجاستِ خفیفہ ہے۔

اسی طرح دوسری شرابیں جو چھوہارے، یا کشمش کو پکا کر بناتے ہیں، یا شہد، یا انجیر، یا گیہوں یا جو وغیرہ سے بناتے ہیں؛ ان میں سے جو نشہ آور ہو وہ نجاستِ خفیفہ ہے۔

اسی طرح "مُثَلَّثِ عِنَبی" یعنی وہ شراب جو انگور کے جوس کو (اتنا) پکا کر بنائی جاتی ہے کہ (صرف) ایک تہائی باقی رہ جاتا ہے؛ یہ تمام (شرابیں) بھی نشہ آور ہیں؛ اس لیے امام محمدؒ کے نزدیک ان کا ایک قطرہ پینا بھی حرام ہے، اور یہ نجاستِ خفیفہ ہیں۔

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ آور ہو، اس کا ایک قطرہ بھی حرام ہے۔ (۱)

حدیث: اور جو بھی نشہ آور ہو وہ خمر (انگوری شراب) ہے، یعنی حرام اور ناپاک ہونے میں خمر کی طرح ہے۔ (۲)

اور امام اعظمؒ کے نزدیک اَوَّلُ الذِّکر چار شرابوں کے علاوہ، دیگر شرابیں اگر کوئی کھیل (مزے لینے) کے لیے پیے تو حرام ہے، اور اگر طاقت حاصل کرنے کے لیے پیے تو جائز ہے؛ مگر امام اعظمؒ کا یہ قول متروک (چھوڑا ہوا) ہے، اور فتویٰ امام محمدؒ کے قول پر ہے۔

مسئلہ: انگوری شراب سے کسی بھی قسم کا فائدہ حاصل کرنا جائز نہیں، پس شراب سے جانوروں کا علاج بھی نہیں کرنا چاہیے، اور بچوں کو بھی نہ دی جائے، اور زخم کے مرہم میں بھی نہ ڈالی جائے۔

(۱) ترمذی، الأشربة (۱۸۶۵) قال أبو عیسیٰ: هذا حدیث حسن غریبٌ مِنْ حدیث جابرؓ.

(۲) ترمذی، الأشربة (۱۸۶۱) قال أبو عیسیٰ: هذا حدیث حسن صحیح.

کھانے پینے کا مسنون طریقہ: کھانے پینے سے پہلے 'بسم اللہ' اور اخیر میں 'الحمد للہ' کہنا سنت ہے، اور شروع اور اخیر میں ہاتھ دھوئے اور پانی تین مرتبہ میں پیے، اور ہر مرتبہ 'بسم اللہ' اور 'الحمد للہ' کہے۔

مسئلہ: جو گوشت مسلمان یا کتابی (یہودی یا عیسائی) سے خریدا جائے وہ حلال ہے اور جو گوشت بُت پرست (مشرک) سے خریدا جائے وہ حرام ہے۔

مسئلہ: ہدیہ قبول کرنے کے لیے غلام، باندی اور بچے کی بات معتبر ہے۔

مسئلہ: گھوڑی کا دودھ نشہ آور ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔

مسئلہ: حلال جانور کا پیشاب حرام ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی عادل (دین دار) آدمی پانی کے پاک یا ناپاک ہونے کی خبر دے تو اس کی بات مان لی جائے گی، اور اگر کوئی فاسق (حرام کا مرتکب) یا مَستُورُ الحال (ایسا آدمی جس کے عادل یا فاسق ہونے کی حالت معلوم نہ ہو) پانی کے ناپاک ہونے کی خبر دیں تو اچھی طرح غور کرے اور غالب گمان پر عمل کرے؛ اگر غالب گمان اُس کے سچا ہونے کا ہو تو پانی کو (ناپاک خیال کر کے) بہادے اور تیمّم کرے اور اگر غالب گمان اُس کے جھوٹا ہونے کا ہو تو وضو کر لے؛ لیکن وضو اور (وضو سے پہلے) تیمّم دونوں کرنا بہتر ہے۔

مسئلہ: تاجر غلام کی ضیافت (مہمان نوازی) قبول کرنا جائز ہے؛ البتہ کپڑا، یا نقد روپیہ، یا غلہ (وغیرہ) آقا کی اجازت کے بغیر قبول کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ: ظالم حاکموں، ناچنے، گانے اور ماتم کرنے والی عورتوں کی مہمان نوازی قبول کرنا اور اُن کا ہدیہ لینا اس وقت ناجائز ہے؛ جب کہ ان کا اکثر مال حرام ہو اور اگر یہ معلوم ہو کہ ان کا اکثر مال حلال ہے تو (ضیافت اور ہدیہ قبول کرنا) جائز ہے۔

لباس کے احکام

ستر چھپانے کی مقدار کپڑا پہننا فرض ہے، اسی طرح سخت سردی اور گرمی سے بچنے کے لیے بھی کپڑا پہننا فرض ہے اور اس سے زیادہ زینت کے لیے ـــــ جس کی شریعت میں اجازت ہو ـــــ مستحب ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی نعمت کے اظہار اور شکرِ خداوندی کی ادائیگی کے لیے (زینت کا لباس پہننا) مستحب ہے۔

لباس کے سلسلے میں سنت یہ ہے کہ ایسا لباس نہ پہنے جس کی طرف لوگ انگلی اٹھائیں، اور (کرتا اور تہبند وغیرہ کا) دامن آدمی پنڈلی تک لمبا ہو، اور دامن کا ٹخنہ تک لمبا ہونا جائز ہے، اور اس سے نیچے حرام ہے، اور سنت کی نیت سے (عمامے کا) شملہ ایک بالشت ہونا مستحب ہے۔

مسئلہ: اور فضول خرچی اور فخر کے لیے لباس میں زیادہ تکلف کرنا حرام یا (کم از کم) مکروہ ہے، اور ان کے بغیر جائز ہے۔

مسئلہ: کُسُم کے پھول سے رنگا ہوا اور زعفرانی رنگ کا کپڑا عورتوں کے لیے جائز ہے اور مردوں کے لیے حرام ہے، اور ایک روایت کے مطابق مَردوں کے لیے لال رنگ مطلقاً مکروہ ہے؛ البتہ سوی[1] کپڑے کی طرح دھاری دار ہو تو جائز ہے۔

ریشمی کپڑے: ایسے ریشمی کپڑے جس کے تانے بانے ریشم کے ہوں، عورتوں کے لیے جائز ہیں، اور مردوں کے لیے حرام ہیں؛ البتہ چار انگلیوں کے بہ قدر جیسے علَم (کپڑے پر بنے ہوئے بیل بوٹے) اسی طرح وہ کپڑا جس کا بانا ریشم کا اور تانا سوت کا یا اُون کا ہو لڑائی میں جائز ہے، اور وہ کپڑا جس کا بانا سوت کا اور تانا ریشم کا ہو، وہ ہر حالت میں جائز ہے۔

خالص ریشمی کپڑے کا بستر اور تکیہ بنانا امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

سونے چاندی کے زیور: عورتوں کے لیے سونے اور چاندی کے زیور پہننا جائز ہے اور مَردوں کے لیے جائز نہیں؛ البتہ مردوں کے لیے (ایک مثقال (چار گرام تین سو چوہتر ملی گرام) سے کم) چاندی کی انگوٹھی پہننا جائز ہے، اور نگینہ کے گِرد سونے کا حلقہ کھدوانا[2] بھی جائز ہے۔

مسئلہ: ٹوٹے ہوئے دانتوں کو چاندی کے تار سے باندھنا جائز ہے، اور سونے کے تار سے باندھنا جائز نہیں، اور صاحبینؒ کے نزدیک سونے کے تار سے باندھنا بھی جائز ہے۔

مسئلہ: لوہے، پیتل اور پتھر کی انگوٹھی (مردوں کے لیے) جائز نہیں۔

مسئلہ: بادشاہ اور قاضی کے لیے مہر لگانے کی غرض سے انگوٹھی رکھنا سنت ہے اور دوسرے لوگوں کے لیے انگوٹھی نہ پہننا افضل ہے۔

---

(۱) سوی: ایک قسم کا دھاری دار کپڑا۔ (۲) یعنی انگوٹھی کے نگ کا حلقہ سونے کا بنانا جائز ہے۔

چاندی کے برتن اور کرسی: ایسے برتن میں کھانا (پینا) جس میں چاندی کا پیوند لگا ہوا ہو، اس وقت جائز ہے؛ جب کہ چاندی کی جگہ سے بچا جائے، اسی طرح ایسی کرسی جس میں چاندی کا پیوند لگا ہوا ہو اس شرط کے ساتھ بیٹھنا جائز ہے جب کہ چاندی کی جگہ سے بچا جائے، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک (اس شرط کے ساتھ بھی) مکروہ ہے، اور امام محمدؒ سے اس سلسلے میں (جائز اور مکروہ) دونوں روایتیں ہیں۔

مسئلہ: (نابالغ) لڑکے کے لیے ریشم اور سونا (یا چاندی) پہننا حرام ہے۔

صحبت اور اس کی خواہش پیدا کرنے والی چیزوں کے احکام

مسئلہ: اپنی بیوی اور باندی سے پاخانہ کے راستہ میں یا حیض (ونفاس) کی حالت میں وطی کرنا حرام ہے۔

مسئلہ: لواطت قطعی حرام ہے اور اس کے حرام ہونے کو نہ ماننے والا کافر ہے۔

مسئلہ: اجنبی عورت یا بے ڈاڑھی والے لڑکے کو شہوت سے دیکھنا حرام ہے، اسی طرح اجنبی عورت کو شہوت کے ساتھ ہاتھ سے چھونا اور پاؤں سے ناجائز کام کرنا بھی حرام ہے؛ حدیث میں ہے: آنکھ کا زنا دیکھنا ہے، ہاتھ کا زنا پکڑنا ہے، پیر کا زنا چلنا ہے، اور زبان کا زنا بات کرنا ہے اور شرم گاہ ان سب کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے،[1] یعنی سچا اور جھوٹا بتاتی ہے۔

ستر دیکھنا: دوسرے کا ستر دیکھنا حرام ہے؛ البتہ ضرورت کے وقت بہ قدرِ ضرورت دیکھنا جائز ہے، جیسے: ڈاکٹر کا یا ختنہ کرنے والے کا یا دائی کا یا پاخانہ کے راستہ میں پچکاری سے دوا ڈالنے والے کا دیکھنا۔

مسئلہ: مرد کا ستر ناف سے گھٹنے تک ہے، ایک مرد کے لیے دوسرے مرد کے ستر کو چھوڑ کر باقی بدن کا دیکھنا جائز ہے، اور عورت کے لیے بھی دوسری عورت کے ناف سے گھٹنے تک کا دیکھنا جائز نہیں؛ اور بدن کے باقی حصے کو دیکھنا جائز ہے، اسی طرح عورت کے لیے مرد کے ستر کو چھوڑ کر باقی بدن کا دیکھنا اُس وقت جائز ہے؛ جب کہ شہوت (میلانِ قلبی) کا اندیشہ نہ ہو؛ البتہ شہوت کی حالت میں ہرگز نہ دیکھے۔

مسئلہ: مرد کے لیے اجنبی عورت کو دیکھنا بالکل حرام ہے؛ لیکن جو عورتیں باہر کام کاج کے لیے نکلتی ہیں، اُن کا چہرہ اور دونوں ہاتھ دیکھنا اس وقت جائز ہے؛ جب کہ شہوت (میلان) نہ ہو، اور اگر شہوت ہو تو دیکھنے کی اجازت نہیں، قرآنِ پاک میں ہے:

---

(۱) بخاری و مسلم (مشکوٰۃ ص: ۲۰)

قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ أَزْكٰى لَهُمْ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ، وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ (۱)

ترجمہ: آپ مسلمان مردوں سے کہیں کہ عورتوں سے اپنی آنکھیں بیچ لیں، اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں —— یہ اُن کے لیے زیادہ صفائی کی بات ہے، بیشک اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے، جو کچھ لوگ کیا کرتے ہیں —— اور مسلمان عورتوں سے کہیں کہ مردوں سے اپنی آنکھیں بیچ لیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔

اور حدیث شریف میں ہے: جو شخص اجنبی عورت کو شہوت کی نظر سے دیکھتا ہے، قیامت کے دن اس کی آنکھ میں (پگھلا ہوا) سیسہ ڈالا جائے گا(۲)۔

مسئلہ: اپنی بیوی اور باندی کا سارا بدن دیکھنا جائز ہے؛ لیکن شرم گاہ کو نہ دیکھنا مستحب ہے۔

مسئلہ: وہ عورتیں جن سے (ہمیشہ کے لیے) نکاح کرنا حرام ہے، ان کا اور اجنبی باندی کا سر، چہرہ، پنڈلی اور بازو دیکھنا جائز ہے، اور اگر شہوت کا خطرہ نہ ہو تو (اِن اعضاء کا) چھونا بھی جائز ہے، ہاں! پیٹ، پیٹھ اور ران کو نہ دیکھے۔ اور غلام اپنی مالکہ کے لیے اجنبی مرد کی طرح ہے (اس کے لیے اپنی مالکہ کے چہرے اور ہاتھ کے علاوہ جسم کے دوسرے حصے کو دیکھنا جائز نہیں)

مسئلہ: اجنبی عورت کو نکاح کی ضرورت سے دیکھنا جائز ہے، اگرچہ دیکھنے سے شہوت (میلان) پیدا ہو جائے، اسی طرح باندی کو خریدتے وقت شہوت کے باوجود دیکھنا جائز ہے۔

مسئلہ: گواہ کے لیے گواہ بنتے وقت اور گواہی دیتے وقت اجنبی عورت کو دیکھنا جائز ہے، اور حاکم کے لیے بھی فیصلہ کے وقت اجنبی عورت کو دیکھنا جائز ہے۔

مسئلہ: جس آدمی کی آگے کی شرم گاہ کٹی ہوئی ہو یا جس کے فوطے نکال دیے گئے ہوں؛ وہ مرد کے حکم میں ہے۔

عَزل کی شرعی حیثیت: عزل کا مطلب ہے: حمل ٹھہرنے کے اندیشے سے منی کو شرم گاہ سے باہر

---

(۱) سورۂ نور (۳۰، ۳۱) (۲) نصب الرایہ (۴/۲۴۰) میں اس حدیث کو غریب لکھا ہے، جس کا مطلب ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے اور "درایہ" (۴/۴۵۸) میں ہے: لَمْ أَجِدْهُ (میں نے اسے نہیں پایا) لیکن ہدایہ میں "قولہ علیہ السلام الخ" کے ساتھ لکھی ہوئی ہے۔ واللہ اعلم

ڈالنا، اپنی آزاد بیوی سے اس کی اجازت کے بغیر عزل جائز نہیں، اور اگر کسی غیر کی باندی نکاح میں ہو تو اس کے آقا کی اجازت کے بغیر عزل جائز نہیں، اور اپنی باندی سے اس کی اجازت کے بغیر بھی عزل جائز ہے۔

اِستِبراء: اگر کوئی آدمی کسی باندی کا مالک بنے ـــــ خواہ خریدنے کی وجہ سے؛ یا کسی کے ہدیہ دینے کی وجہ سے؛ یا وارث ہونے کی وجہ سے؛ یا کسی اور وجہ سے ـــــ تو ایک حیض آنے سے پہلے اس باندی سے نہ تو وطی جائز ہے اور نہ وطی کی خواہش پیدا کرنے والی حرکتیں (بوس وکنار وغیرہ)

اور اگر باندی نابالغ ہو یا بڑی عمر ہونے کی وجہ سے اس کو حیض آنا بند ہو گیا ہو تو ایک مہینہ کے بعد وطی کرنا جائز ہے۔

مسئلہ: اگر کسی آدمی کی مِلک میں دو ایسی باندیاں آئیں جن کو اپنے نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں (جیسے: دو بہنیں) تو وہ آدمی اگر کسی ایک کے ساتھ وطی کر لے تو اب دوسری اس پر حرام ہو جائے گی (اور وہ اس وقت تک حرام رہے گی) جب تک کہ وہ اِس (موطوءہ) کو اپنی مِلکیت سے نکال نہ دے، یا (عدت کے بعد) کسی دوسرے سے اس کا نکاح نہ کر دے۔

خرید وفروخت اور اِجارہ کے احکام

حدیث شریف میں ہے:

طَلَبُ كَسْبِ الْحِلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ:(۱) ترجمہ: حلال روزی تلاش کرنا دوسرے فرضوں کے بعد ایک فریضہ ہے۔

دوسری حدیث میں ہے: اور بہترین کمائی اپنے ہاتھ کی کمائی ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کماتے، کھاتے تھے(۲)، وہ زِرہ (لوہے کا کرتہ) بناتے تھے (جو جنگ میں پہنا جاتا ہے)(۳)

دوسری (کمائی) بیعِ مبرور ہے یعنی ایسی خرید وفروخت جو (ہر طرح کے) فساد اور کراہت سے پاک اور منزہ ہو۔

(۱) بیہقی (مشکوٰۃ ص: ۲۴۲)

(۲) بخاری، البیوع/ کسبُ الرَّجُلِ وَعَمَلُهُ بِيَدِهٖ (۲۰۷۲)

(۳) سورۂ سبا کی آیت (۱۱) سے ثابت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام زرہ بناتے تھے (ابن کثیر ۳/ ۱۵۱۸)

ناجائز خرید وفروخت: اگر فروخت کی جانے والی چیز مال نہ ہوتو خرید وفروخت باطل ہے، جیسے: مُردار، خون اور آزاد انسان کو بیچنا، اسی طرح اگر مال تو ہو مگر شریعت کی نظر میں (مسلمانوں کے حق میں) اس کی کوئی قیمت نہ ہوتو بھی خرید وفروخت ناجائز ہے، جیسے: ہوا میں اڑتا ہوا پرندہ، یا دریا میں (نہ پکڑی ہوئی) مچھلی، اور شراب اور سور (وغیرہ)

مسئلہ: ناقابلِ قیمت مال اگر کسی سامان کے بدلے میں بیچا جائے تو سامان کی خرید وفروخت فاسد ہوگی، اور شراب وغیرہ کی خرید وفروخت باطل ہوگی۔

مسئلہ: بیعِ باطل میں خریدنے والا خریدی ہوئی چیز کا مالک نہیں ہوتا، اور بیعِ فاسد میں قبضہ کے بعد مالک ہوجاتا ہے؛ لیکن اس بیع کو توڑنا واجب ہے۔

مسئلہ: بغیر دوہے ہوئے تھن میں دودھ کو بیچنا باطل ہے؛ اس لیے کہ اس میں دودھ کے ہونے (اور نہ ہونے) کا احتمال ہے، ہوسکتا ہے کہ ہوا (سے تھن بھرا ہوا) ہو۔

ایسی خرید وفروخت جس میں جھگڑے کا احتمال ہو: ایسی خرید وفروخت بھی فاسد ہے، جس کا انجام جھگڑا ہو، جیسے: بھیڑ کی پُشت کی اُون بیچنا، یا چھت میں لگی ہوئی لکڑی یا کپڑے (کے تھان) میں سے ایک گز، یا نامعلوم مدت کے ساتھ (اُدھار) بیچنا؛ البتہ اگر خریدار بیع کو نہ توڑے اور لکڑی چھت سے جدا کرلے اور ایک گز کپڑا کپڑے (کے تھان) سے الگ کرلے یا (نامعلوم) مدت کو مشتری ساقط کردے تو بیع درست اور لازم ہوجائے گی۔

فاسد شرط کے ساتھ خرید وفروخت کرنا: فاسد شرط کے ساتھ خرید وفروخت کرنے سے بیع فاسد ہوجاتی ہے، اور شرطِ فاسد وہ شرط ہے جو بیع کے تقاضے کے خلاف ہو، اور اس میں بیچنے والے کا یا خریدنے والے کا فائدہ ہو، یا خریدی ہوئی چیز کا فائدہ ہو؛ دراں حالیکہ خریدی ہوئی چیز نفع کی حق دار ہوسکتی ہو۔

جائز شرط کے ساتھ خرید وفروخت کرنا: مثلاً: (الف) یہ شرط لگانا کہ خریدار مبیع کا مالک ہوجائے گا، درست ہے؛ کیوں کہ یہ عقد کے تقاضے کے مطابق ہے۔

(ب) یا یہ شرط لگانا کہ خریدار اس کپڑے کو نہیں بیچے گا، یہ شرط اگرچہ عقد کے تقاضے کے خلاف ہے؛ لیکن چوں کہ اس میں کسی کا فائدہ نہیں؛ اس لیے بیع فاسد نہیں ہوگی۔

(ج) یا یہ شرط لگانا کہ خریدار اس گھوڑے کو موٹا کرے گا، اس میں اگرچہ گھوڑے کا فائدہ ہے؛ مگر

چوں کہ گھوڑا انسان نہیں؛ اس لیے وہ مستحقِ نفع بھی نہیں، اس لیے بیع فاسد نہ ہوگی۔

اس طرح کی شرطیں لغو (بے فائدہ) ہونگی، اور بیع درست ہو جائے گی۔

ناجائز شرط کے ساتھ خرید وفروخت کرنا: جیسے: (الف) یہ شرط لگانا کہ بیچنے والا ایک مہینہ تک بیچے ہوئے گھر میں رہے گا، اس میں چوں کہ بیچنے والے کا فائدہ ہے؛ اس لیے یہ شرط فاسد ہے۔

(ب) یا یہ شرط لگانا کہ بیچنے والا اس کپڑے کا لباس (کرتہ وغیرہ) سل کر دے گا، اس میں بھی چوں کہ خریدنے والے کا فائدہ ہے؛ اس لیے یہ شرط بھی فاسد ہوگی۔ (۱)

(ج) یا یہ شرط لگانا کہ خریدار بیچے ہوئے غلام کو آزاد کرے گا، اس میں چوں کہ بیچی جانے والی چیز (غلام) کا فائدہ ہے؛ اس لیے یہ شرط بھی فاسد ہے۔

اس طرح کی شرطوں سے بیع فاسد ہو جاتی ہے، بیعِ باطل اور بیعِ فاسد کے مسائل فقہ کی کتابوں میں تفصیل سے موجود ہیں، اس قسم کی خرید وفروخت سے بچنا ضروری ہے۔

سود کے مسائل

سود (لینا دینا) حرام اور گناہ کبیرہ ہے، خواہ قرض میں ہو یا خرید وفروخت کی صورت میں ہو، اور سود کو حرام نہ سمجھنے والا کافر ہے۔

جاننا چاہیے کہ سود کی تین قسمیں ہیں:

۱- ربوا القرض: رقم اضافہ کی شرط کے ساتھ دینا۔ (۲)

۲- ربوا الفضل: کوئی چیز زیادتی کی شرط کے ساتھ بیچنا۔ (۳)

۳- رِبَا النَّسِیْئَۃ: رِبَوِی چیز ادھار بیچنا۔

مسئلہ: امام اعظمؒ کے نزدیک اگر دو شرطیں پائی جائیں تو (آخری) دونوں سود (ربا الفضل

(۱) البتہ اگر وہ کپڑے بیچتا بھی ہو اور سیتا بھی ہو اور دونوں کی قیمت واجرت الگ الگ ہو تو بیع جائز ہے۔

(۲) ربوا القرض: یہ ہے کہ کوئی کسی کو سو روپے قرض دے اس شرط کے ساتھ کہ ہر مہینہ دس روپے اضافہ دے گا، اب اگر وہ دو مہینہ بعد واپس کرے تو ایک سو بیس روپے دے گا۔

(۳) جیسے ایک کوئنٹل گیہوں سوا کوئنٹل گیہوں کی شرط کے ساتھ لینا۔

اور ربا النسیئہ) حرام ہیں، پہلی شرط: دونوں چیزوں کا ہم جنس ہونا، دوسری شرط: دونوں چیزوں کا مقداری ہونا، مقداری کا مطلب یہ ہے کہ دونوں چیزیں یا تو ناپ کر بیچی جانے والی ہوں یا تول کر بیچی جانے والی ہوں۔ اور اگر ان شرطوں میں سے ایک شرط پائی جائے تو "ربا النسیئہ" (ادھار والا سود) حرام ہوگا، اور ربا الفضل (بڑھوتری والا سود) حرام نہ ہوگا۔

مثلاً گیہوں کو گیہوں کے بدلے میں، یا چنے کو چنے کے بدلے میں، یا جَو کو جَو کے بدلے میں، یا سونے کو سونے کے بدلے میں، یا لوہے کو لوہے کے بدلے میں بیچا جائے تو زیادہ لینا دینا اور ادھار بیچنا دونوں حرام ہوں گے؛ اس لیے کہ "اتحادِ جنس" اور "اتحادِ قدر" دونوں چیزیں موجود ہیں۔

اور اگر گیہوں کو چنے کے بدلے میں، یا سونے کو چاندی کے بدلے میں یا لوہے کو تانبے کے بدلے میں بیچا جائے تو زیادتی جائز ہوگی؛ لیکن اُدھار جائز نہ ہوگا؛ اس لیے کہ گیہوں اور چنا دونوں (پہلے زمانہ میں) ایک ناپ سے بیچے جاتے تھے، اور لوہا اور تانبا ایک طرح کے وزن اور باٹ سے تولے جاتے تھے، اور سونا اور چاندی ایک طرح کے تول اور باٹ سے تولے جاتے تھے؛ مگر دونوں کی جنس ایک نہیں ہے۔

اور اگر گز سے ناپی جانے والی چیز کو دوسری گز سے ناپی جانے چیز کے بدلے فروخت کی؛ یا گھوڑے کو گھوڑے کے بدلے بیچا تو بھی زیادہ دینا جائز ہوگا؛ اور اُدھار نا جائز ہوگا؛ اس لیے کہ اتحادِ جنس موجود ہے؛ مگر کیل اور وزن کی شرط موجود نہیں۔

اور اگر دونوں شرطیں نہ پائی جائیں تو زیادتی اور اُدھار دونوں جائز ہیں، مثلاً: گیہوں کو سونے یا لوہے کے بدلے میں بیچا جائے تو زیادتی کی شرط کے ساتھ بیچنا بھی جائز ہے، اور اُدھار بیچنا بھی؛ اس لیے کہ اس صورت میں نہ اتحادِ جنس ہے اور نہ اتحادِ قدر؛ کیوں کہ گیہوں کیلی (ناپ کر بیچی جانے والی چیز) ہے[1] اور سونا اور لوہا وزنی (تول کر بیچے جانے والی چیزیں) ہیں۔

اسی طرح اگر سونے کو لوہے کے بدلے میں بیچا جائے تو دونوں شرطیں موجود نہیں، نہ اتحادِ جنس ہے نہ اتحادِ قدر؛ اس لیے کہ سونے کو تولنے کی ترازو اور باٹ الگ ہیں، اور لوہے کو تولنے کی ترازو اور باٹ الگ ہیں۔

---

(۱) عہدِ نبوی کے اعتبار سے۔

اسی طرح اگر گیہوں کو چونے کے بدلے میں بیچا جائے تو زیادتی کے ساتھ اُدھار بیچنا جائز ہے؛ اس لیے کہ گیہوں کا پیمانہ الگ ہے اور چونے کا الگ۔

مسئلہ: امام شافعیؒ کے نزدیک کھانے پینے کی چیزوں میں اور سونے چاندی میں سود اس وقت پایا جائے گا؛ جب کہ دونوں ہم جنس ہوں، ان کے علاوہ کسی دوسری چیز میں سود نہیں، مثلاً: لوہے، اور چونے وغیرہ (میں سود نہیں)

اور امام مالکؒ کے نزدیک کھانے کی چیز ہونا اور ذخیرہ کے قابل ہونا سود کی علت ہے؛ چنانچہ ترمیووں میں ان کے نزدیک سود نہیں۔

مسئلہ: گیہوں کو گیہوں کے آٹے کے بدلے میں ناپ سے برابری کرکے، اور تر کھجور کو خشک کھجور کے بدلے میں ناپ سے برابری کرکے، اور انگور کو کشمش کے بدلے میں ناپ سے برابر کرکے بیچنا امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے، اور دوسرے ائمہ کے نزدیک اگر تازہ کھجور خشک ہوکر کم ہوجائے تو بیع درست نہیں۔

مسئلہ: سودی چیزوں میں عمدہ اور گھٹیا کو برابر بیچنا چاہیے یا جنس کا غیر جنس کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہیے، اور غیر جنس کو ناقص کے ساتھ ملانا چاہیے۔ (۱)

مسئلہ: حدیث میں ہے: كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِبًا: (۲) ترجمہ: ہر وہ قرض جو نفع کا سبب بنے وہ سود ہے، لہٰذا قرض دینے والا مقروض کی دعوت قبول نہ کرے، ہاں پہلے سے دعوت کرتا رہا ہو تو گنجائش ہے؛ بلکہ مقروض کی دیوار کے سایہ میں بیٹھنا بھی مکروہ ہے۔

ہُنڈی: راستے کے خطرے کی وجہ سے ہنڈی بھی مکروہ ہے؛ جب کہ درمیان میں اجرت نہ ہو، اور اگر اجرت لے تو حرام اور سود ہے۔ (۳)

---

(۱) مثلاً: گھٹیا گیہوں کے ساتھ چنا ملادے؛ تاکہ عمدہ گیہوں کے برابر گھٹیا گیہوں ہوجائے۔

(۲) إتحاف الخِيَرَةِ المَهَرَةِ (۲۹۳۷)

(۳) ہنڈی (کاغذِ زر، روپیہ کا رقعہ) وہ رقعہ جو ساہوکار ایک جگہ سے دوسری جگہ روپیہ وصول کرنے کے لیے دیتے ہیں، عربی میں اس کو شُفْتَجَة کہتے ہیں، سفر میں رقم لے کر چلنا خطرہ سے خالی نہیں ہوتا ہے، راستہ میں ڈاکو لوٹ لیتے ہیں، اس لیے رقم دیوبند میں کسی ساہوکار کو دے کر بمبئی کے ساہوکار کے نام پرچہ لکھوالیا، اور بمبئی کے ←

اجارۂ فاسدہ: جس طرح بیع فاسد اور سود سے بچنا ضروری ہے، اسی طرح اجارۂ فاسدہ سے بھی بچنا واجب ہے۔

مسئلہ: جس چیز کا اجارہ کیا جائے اس کا (نفع اگر) اس طرح نامعلوم ہو کہ جھگڑے کی نوبت آسکتی ہو تو اجارہ فاسد ہو جاتا ہے۔ نیز شرط فاسد سے بھی اجارہ فاسد ہو جاتا ہے۔ مثلاً: یہ اجارہ کیا جائے کہ آج دس کلو گیہوں کے آٹے کی روٹی ایک درہم کے عوض پکا دوں گا (اور روٹی کی نوعیت مقرر نہ کی جائے) تو اجارہ فاسد ہو جائے گا۔

مسئلہ: جو چیز مزدور کے عمل سے حاصل ہو، اس میں سے کچھ حصہ کو مزدوری میں طے کرنا اجارہ کو فاسد کر دیتا ہے، جیسے:

(الف) ایک من گیہوں چکی والے کو یہ کہہ کر دے کہ اس کے آٹے کی ایک چوتھائی پسائی کی اجرت ہے تو یہ اجارہ فاسد ہے۔

(ب) یا کپاسوت جولاہے کو دے اور یہ شرط لگائے کہ کپڑے کی ایک تہائی بُنائی کی اجرت ہے تو یہ بھی اجارہ فاسد ہے۔

(ج) یا ایک من گیہوں گدھے پر دہلی لے جانے کے لیے اس شرط پر لادے کہ اسی غلہ کی چوتھائی دہلی میں لادنے (پہنچانے) کی اجرت ہے تو یہ بھی اجارہ فاسد ہے۔

← ساہوکار سے وہ رقم لے لی تو یہ مکروہ ہے، حدیث میں ہے: كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ نَفْعًا فَهُوَ رِبًوا: جو بھی قرض نفع کھینچے تو وہ سود ہے، اور مسافر نے ہنڈی لے کر 'امن طریق' کا فائدہ اٹھایا؛ اس لیے وہ سود ہو گیا، اور اگر ہنڈی لینے کے لیے ساہوکار کو رقم (اجرت) بھی دے تو یہ صریح سود ہو گیا، ہزار روپے کی ہنڈی لی، اور دس روپے اجرت دی تو بمبئی میں اس کو ہزار ہی ملیں گے، پس اس نے دس روپے سود دیا ـــــ آج کل ہنڈی کی جگہ چیک دیتے ہیں اور اس کی کوئی اجرت نہیں دیتے، اور چیک کا مقصد 'امن طریق' نہیں ہوتا، صرف رقم منتقل کرنا ہوتا ہے؛ اس لیے وہ بلا کراہت جائز ہے ـــــ اسی طرح بینک ڈرافٹ بھی ہنڈی کی ایک شکل ہے، اس کا مقصد بھی 'امن طریق' کا فائدہ حاصل کرنا نہیں ہوتا، صرف رقم منتقل کرنا مقصود ہوتا ہے، اور ڈرافٹ بنانے کی بینک جو فیس لیتا ہے وہ سروس چارج، ہوتا ہے؛ اس لیے یہ بھی بلا کراہت جائز ہے، اور اگر دو ملکوں کی کرنسی کی ہنڈی ہو تو کمی بیشی جائز ہوگی، مثلاً: ریال کے بدلے روپے دیے جائیں۔

مسئلہ: اجارۂ فاسدہ میں اجرتِ مثل[1] واجب ہوتی ہے؛ لیکن طے شدہ مزدوری سے زیادہ نہیں دیا جائے گا۔

مسئلہ: بیچنے والے کا بیچی جانے والی چیز کے وزن میں کمی کرنا یا خریدنے والے کا قیمت میں کمی کرنا حرام ہے، اللہ تعالیٰ نے (کمی کرنے والے کے حق میں) ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ﴾: (ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے بڑی خرابی ہے)

مسئلہ: خریدی ہوئی چیز کی قیمت وغیرہ کے ادا کرنے میں بلا عذر تاخیر کرنا حرام ہے، اسی طرح مزدور کی مزدوری اور ایسے قرض کی ادائیگی میں بلا عذر تاخیر کرنا جس کی مدت متعین کردی ہو، حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ:[2] مال دار کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔

فائدہ: مزدور کو اس کی مزدوری پسینہ خشک ہونے سے پہلے دے دو!

فائدہ: رسول اللہ ﷺ جب قرض ادا کرتے تھے تو مقدارِ واجب سے زیادہ دیتے تھے؛ آدھے وسق کے بدلے ایک وَسق[3] اور ایک وسق کے بدلے دو وسق دیتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ: یہ آپ کا حق (واجب) ہے، اور یہ میری طرف سے اضافہ ہے[4]، یہ بلا کسی شرط کے زیادہ دینا سود نہیں ہے، جائز ہے؛ بلکہ مستحب ہے۔

جھوٹ، دھوکا اور وعدہ خلافی: وعدہ خلافی، دھوکا دھڑی، اور جھوٹ: حلال کو حرام کردیتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے بازار میں گیہوں کا ایک ڈھیر دیکھا، آپؐ نے دستِ مبارک اس گیہوں میں داخل کیا تو اندر گیہوں گیلا تھا، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ بیچنے والے نے عرض کیا: بارش کی وجہ سے بھیگا ہے! رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے گیلے گیہوں کو ڈھیر کے اوپر کیوں نہیں رکھا؟! جو بھی مسلمانوں کو دھوکا دیتا ہے وہ ہم میں سے نہیں۔[5]

درگزر کرنا: خریدنے، بیچنے، قرض ادا کرنے اور قرض کے تقاضے میں سماحت ـــــ سَیر چشمی یعنی

---

(۱) اجر مثل: اس جیسے کام کی رائج مزدوری۔ (۲) صحیح بخاری (۲۱۶۶) (۳) ایک وسق موجودہ کلو گرام سے ایک سو اٹھاسی کلو، نو سو چھپن گرام، آٹھ ملی گرام کا ہوتا ہے۔ (۴) دو وسق کی صریح روایت نہ مل سکی؛ البتہ حضرت جابرؓ کی روایت اس طرح ہے: عن جابر بن عبد الله قال: كَانَ لِيْ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم دَيْنٌ فَقَضَانِيْ وَزَادَنِيْ (بخاری/الصلاۃ حدیث نمبر ۴۴۳) (۵) مسلم (مشکوۃ ص: ۲۴۸)

اپنے حق سے درگزر کرنا ـــــ مستحب ہے۔

بکی ہوئی چیز واپس لے لینا: خریدنے کے بعد اگر خریدار، خریدے ہوئے سامان کے سلسلے میں پشیمانی محسوس کرے اور بیچنے والا اس کی پشیمانی کا خیال کرتے ہوئے بکی ہوئی چیز واپس لے لے اور قیمت واپس کردے تو اللہ تعالیٰ بیچنے والے کے گناہ معاف فرمادیتے ہیں۔

بیع مرابحہ اور بیع تولیہ: بیع مرابحہ اور بیع تولیہ (۱) میں بغیر کمی بیشی کے قیمت خرید بتانا واجب ہے۔

بیع مرابحہ: ایسی بیع کو کہتے ہیں جس میں بیچنے والا قیمت خرید سے کچھ بڑھا کر بیچے۔

اور بیع تولیہ: ایسی بیع کو کہتے ہیں جس میں بیچنے والا قیمت خرید پر (دام کے دام) بیچے۔

مسئلہ: اگر خرید کی ہوئی چیز پر قیمت خرید کے علاوہ کچھ خرچ ہوا ہے ـــــ مثلاً حمالی اور دھلوائی کی اجرت ـــــ تو اس کو قیمت کے ساتھ ملا کر یوں کہے کہ اس مال پر میرا اتنا روپیہ خرچ ہوا ہے، یہ نہ کہے کہ میں نے اتنے میں خریدی ہے؛ تاکہ جھوٹ نہ ہو۔

مسئلہ: اگر کوئی آدمی ایک کپڑا دس روپے میں بیچے اور ابھی خریدار نے بیچنے والے کو قیمت ادا نہ کی ہو، اسی دروان بیچنے والا خریدار سے پانچ روپے میں خرید لے؛ یا اس کپڑے کے ساتھ دوسرا کپڑا ملا کر دس روپے میں خرید لے، تو یہ بیع درست نہیں؛ بلکہ سود کے حکم میں ہے۔

مسئلہ: منقولات (جس چیز کو منتقل کیا جاسکتا ہے) اس کو قبضہ سے پہلے بیچنا جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر کسی نے گیلی (ناپنے کی چیز کو گیل) کی شرط کے ساتھ خریدا، اور خریدار نے بیچنے والے سے ناپ کردہ چیز لے لی، پھر دوسرے کے ہاتھ کیل کی شرط کے ساتھ بیچا تو دوسرے خریدار کے لیے دوبارہ کیل کرنے سے پہلے خریدے ہوئے غلّے میں سے کھانا یا کسی دوسرے کے ہاتھ بیچنا جائز نہیں، اس کے لیے پہلی مرتبہ کیل کرنا کافی نہیں اور یہ حکم احتیاطی ہے؛ کیونکہ ایسا ہوسکتا ہے کہ ناپنے میں کچھ زیادہ نکل آئے، اور وہ بیچنے والے کا مال ہو۔

مسئلہ: نجش حرام ہے، نجش کا مطلب ہے: کسی کا خریدنے کا ارادہ نہیں، جھوٹ موٹ خریدار بن کر مال کی قیمت بڑھائے اور دوسرا (واقعی) خریدار دھوکا کھا جائے۔

مسئلہ: اگر کوئی مسلمان کوئی چیز خرید رہا ہو اور بھاؤ تاؤ کر رہا ہو؛ یا کسی عورت کو نکاح کا پیغام دیا ہو، اسی دروان کوئی دوسرا آکر (خریدنے لگے یا) نکاح کا پیغام دینے لگے تو یہ طریقہ مکروہ ہے۔

(۱) "مرابحہ" نفع لے کر بیچنا اور "تولیہ" دام کے دام بیچنا۔

(اور یہ کراہت اس وقت ہے) جب تک کہ پہلے خریدار کا معاملہ نمٹ نہ جائے، یا موقوف نہ ہو جائے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص شہر سے باہر نکل کر غلہ کے تاجروں سے ملاقات کرے اور اس کا سارا غلہ خرید لے تو اس کو تلقی جلب (لادی سے ملاقات کرنا) کہتے ہیں۔ اگر یہ بات شہر والوں کے لیے نقصان رساں ہو تو ممنوع ہے، اور اگر نقصان رساں نہ ہو تو جائز ہے؛ لیکن اگر شہر کا بھاؤ قافلہ والوں سے پوشیدہ رکھے تو یہ دھوکا ہے اور مکروہ ہے۔

مسئلہ: اگر شہری قافلہ سے خریدے ہوئے غلہ کو مہنگا کر کے بیچے اور شہر میں قحط اور غلہ کی تنگی ہو تو یہ بھی مکروہ ہے۔

مسئلہ: جمعہ کی (پہلی) اذان کے وقت سے ہی خرید و فروخت مکروہ ہے۔

مسئلہ: اگر دو چھوٹے (نابالغ) غلام باندی آپس میں محرمیت کا رشتہ رکھتے ہوں تو ان کو الگ الگ بیچنا مکروہ اور ممنوع ہے، اسی طرح اگر ان میں سے ایک چھوٹا اور دوسرا بڑا ہو۔ اور بعض اہلِ علم کے نزدیک یہ بیع جائز ہی نہیں۔

مسئلہ: مُردار کی چربی بیچنا جائز نہیں۔

مسئلہ: ناپاک تیل بیچنا حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے اور دوسرے ائمہ کے نزدیک جائز نہیں۔

مسئلہ: انسان کا پاخانہ اگر (مٹی وغیرہ کے ساتھ) ملا ہوا نہ ہو تو اس کی بیع امام اعظمؒ کے نزدیک مکروہ ہے، اور اگر مٹی وغیرہ کے ساتھ ملا ہوا ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک بیچنا جائز ہے۔ اور گوبر کی بیع بھی اُن کے نزدیک جائز ہے، اور اکثر ائمہ کے نزدیک ان میں سے کسی چیز کی بیع جائز نہیں۔

مسئلہ: جس چیز کی بیع جائز نہیں، اس سے فائدہ اٹھانا بھی جائز نہیں۔

مسئلہ: اِحتکار: یعنی انسانوں اور چوپایوں کی خوراک کو روکے رکھنا اور نہ بیچنا۔ اگر یہ عمل اس شہر میں ہو جہاں یہ بات نقصان رساں ہو تو مکروہ ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہر اس چیز کا احتکار ممنوع ہے، جس سے عوام کو نقصان پہنچے۔

مسئلہ: حاکم ذخیرہ کرنے والوں کو حکم دے گا کہ اپنی ضرورت سے زائد کو فروخت کریں۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص اپنی کھیتی کا غلہ روکے رکھے یا دوسرے شہر سے خرید کر لائے اور ذخیرہ

کرے تو یہ انکار نہیں۔

مسئلہ: بادشاہ اور حاکم کے لیے (چیزوں کا) بھاؤ متعین کرنا مکروہ ہے؛ ہاں جب بنئے فلہ کی گرانی میں حد سے زیادہ آگے بڑھ جائیں تو اس صورت میں تجربہ کار ماہرین کے مشورہ سے حاکم بھاؤ متعین کرسکتا ہے۔

متفرقات

آدابِ معاشرت، لوگوں کے حقوق اور گناہ کی باتیں

مسئلہ: تیر اندازی، گھوڑ دوڑ، اونٹ دوڑ اور گدھے اور خچر کی دوڑ کا مقابلہ کرانا جائز ہے۔

مسئلہ: اگر آگے بڑھنے والے کے لیے ایک طرف سے کوئی انعام مقرر کیا جائے تو جائز ہے اور دونوں جانبوں سے مقرر کرنا حرام ہے۔

مسئلہ: لیکن اگر کوئی تیسرا آدمی درمیان میں ہو یعنی تین آدمی دوڑ لگائیں اور کہا جائے کہ اگر ایک شخص دو پر سبقت لے جائے گا تو اس کو اتنا دیا جائے گا، اور اگر دو شخص آگے بڑھ جائیں تو اس صورت میں تیسرے سے کچھ نہیں لیا جائے گا، اور اُن دو شخصوں میں سے جو بھی آگے بڑھ جائے وہ دوسرے سے لے گا تو اس طرح انعام مقرر کرنا جائز اور حلال ہے، اور جو کچھ آگے بڑھنے والے کے لیے مقرر کیا ہے، وہ واجب نہیں ہوتا، پس اس کو زبردستی لینا جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر لشکر کا امیر کہے کہ جو بھی آگے بڑھ جائے گا، اس کو اتنا انعام دوں گا تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ: یہ صورت بھی جائز ہے کہ دو طالب علم آپس میں کسی مسئلہ میں اختلاف کریں اور چاہیں کہ استاذ سے رجوع کریں، اور جس کی بات استاذ کے موافق ہو اس کے لیے کوئی چیز متعین کرلیں تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ: نکاح کا ولیمہ کرنا سنت ہے، اور جس شخص کو (ولیمہ کی) دعوت دی ہے اس کو قبول کرنا چاہیے، اگر بغیر عذر کے قبول نہیں کرے گا تو گنہ گار ہوگا۔

مسئلہ: دعوت کے کھانے میں سے اپنے گھر کچھ نہ لے جائے اور نہ کسی مانگنے والے کو دے؛

مگر مالک کی اجازت سے دے سکتا ہے۔

مسئلہ: اگر پہلے سے معلوم ہو کہ اس جگہ کھیل تماشہ یا لہو ہے تو نہ جائے، اور دعوت قبول نہ کرے، اور اگر حاضر ہونے کے بعد لہو ولعب ظاہر ہو تو اگر وہ لوگوں کا پیشوا ہے یا لہو ولعب کھانے کی مجلس میں ہے تو نہ بیٹھے۔ امام اعظمؒ فرماتے ہیں: (ایک مرتبہ) میں اس میں مبتلا ہوا تو میں نے صبر کیا۔ یہ واقعہ آپؒ کے پیشوا بننے سے پہلے کا ہے۔

مسئلہ: سُرود (گانا بجانا) حرام ہے؛ کیوں کہ وہ ذکرِ الٰہی سے روکتا ہے، اور گناہوں کی طرف خواہش کو بھڑکانے والا ہے۔

فائدہ: اگر کسی کے حق میں ایسا نہ ہو[1] تو اس کے لیے سُرود کے جواز کا انکار نہیں کیا جاسکتا، جیسے وہ بزرگ جس کا نفس مُطمئنہ ہے، جس میں عشقِ الٰہی اور محبتِ خداوندی کے سوا شہوت ولذت کی طرف کسی طرح کی رغبت نہیں پائی جاتی اور ایسے شخص سے جو قابلِ شہوت نہیں، موزون اشعار مناسب آواز میں سنے، اور وہ ذکرِ الٰہی سے مانع نہ ہو؛ بلکہ محبتِ الٰہی میں جوش پیدا کرے، ایسے شخص کے لیے موزون اشعار کے سننے کے جواز کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

بڑے درجہ کے بزرگ: شیخ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ جو اتباعِ سنت میں درجۂ کمال تک پہنچے ہوئے تھے، فرماتے ہیں: نہ میں یہ کام کرتا ہوں؛ کیوں کہ مسنون نہیں ہے اور نہ میں انکار کرتا ہوں (یعنی قائلینِ سماع پر اعتراض بھی نہیں کرتا)

مسئلہ: آلاتِ لہو ولعب، گانے بجانے کا سامان، طنبورہ (ستار) ڈھول، نقارہ اور دَفلی سب بالاتفاق حرام ہیں؛ ہاں طبلِ غازی ـــــ یعنی لڑائی کے وقت نقارہ بجانا ـــــ اور شادی کی تشہیر کے لیے دَفلی بجانا جائز ہے۔

اشعار: موزون کلام کو کہتے ہیں، جس شعر کا مضمون اچھا ہو وہ اچھا ہے، اور جس کا مضمون بُرا ہو وہ بُرا ہے؛ لیکن اس میں زیادہ وقت ضائع کرنا مکروہ ہے۔

ریاکاری: عبادت کے دکھلانے اور سنانے سے اس کا ثواب ختم ہو جاتا ہے؛ بلکہ گناہ ہوتا ہے، یعنی جو شخص لوگوں کو دکھانے اور سنانے کے لیے عبادت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کو اس عمل کا ثواب

(۱) یعنی ذکرِ الٰہی سے نہ روکے اور گناہوں کی طرف خواہش کو نہ بھڑکائے۔

نہیں ملتا؛ رسول اللہ ﷺ نے اس کو شرکِ خفی (چھپا ہوا شرک) فرمایا ہے۔

غیبت: یعنی کسی آدمی کا بیٹھ پیچھے عیب بیان کرنا حرام ہے، اگر چہ وہ عیب واقعی ہو، خواہ عیب اس کے دین میں نکالے یا شکل وصورت میں؛ یا نسب وغیرہ میں ایسی بات کہے جو اس کو ناپسند ہو؛ مگر ظالم کی غیبت حرام نہیں ہے۔

مسئلہ: معلوم ومتعین شخص کی برائی کرنا ہی غیبت ہے، پس اگر کسی شہر والوں کی برائی کرے تو وہ غیبت نہیں۔

چغل خوری: یعنی ایک کی بات دوسرے کو پہنچانا جو آپس میں ناخوشی کا سبب بنے وہ بھی حرام ہے۔

گالی دینا: کسی کو گالی دینا بھی حرام ہے، خواہ زبان سے دے، یا سر، آنکھ اور ہاتھ وغیرہ کے اشارے سے، اسی طرح کسی پر اس طرح ہنسنا کہ اس کی بے عزتی ہو حرام ہے؛ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: ”مسلمانوں کے مال اور ان کی عزت وآبرو کی حرمت ان کے خون کی حرمت کی طرح ہے“[1] اور خانۂ کعبہ کو مخاطب بنا کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو کس قدر عزت عطا فرمائی ہے؛ لیکن ایک مسلمان کی حرمت اور اس کے خون، مال، اور آبرو کی عزت، تجھ سے زیادہ ہے۔[2]

جھوٹ: بولنا حرام ہے؛ البتہ دو آدمیوں کے درمیان مُصالحت کے لیے، یا اپنی بیوی کو راضی کرنے کے لیے، یا ظالم کے ظلم کو روکنے کے لیے جائز ہے، ایسے موقعوں پر تعریض سے کام لینا جھوٹ بولنے سے بہتر ہے، اور بے ضرورت تعریضاً جھوٹ بولنا بھی مکروہ ہے۔[3]

جاسوسی، جھوٹی گواہی اور جھوٹی قسم: مسلمانوں کی عیب جوئی کے لیے ان کے احوال کی ٹوہ لگانا حرام ہے، اور سب سے بڑا جھوٹ: جھوٹی گواہی اور ایسی جھوٹی قسم کھانا ہے جس کے ذریعہ کسی مسلمان کا مال ناحق ہڑپ کر جائے۔[4] اللہ تعالیٰ نے جھوٹ کو شرک کے برابر شمار فرمایا ہے، ارشاد فرمایا ہے:

---

(۱) ابن ماجہ (۱۰۱۵)

(۲) شعب الایمان (۴۰۱۴)

(۳) تعریض یعنی اشارے کنایے میں بات کرنا یعنی ایسے انداز سے بولنا جو بہ ظاہر خلاف واقع ہو؛ مگر حقیقت میں اس کا صحیح مطلب موجود ہو۔

(۴) یعنی کسی مقدمہ میں قاضی کے سامنے جھوٹی گواہی دینا یا مدعی علیہ کا جھوٹی قسم کھا کر اپنے حق میں فیصلہ کرانا۔

فَاجْتَنِبُوْا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ، حُنَفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ.(۱)

ترجمہ: بت پرستی سے بچو اور جھوٹ بولنے سے بچو، اس حال میں کہ تم سیدھی راہ پر چلنے والے ہو، نہ شرک کرنے والے۔

رِشْوَت: رشوت (ناجائز نذرانہ) دینے والا اور رشوت کھانے والا دونوں جہنم میں جائیں گے؛ البتہ ظلم کو دفع کرنے کے لیے رشوت دینا جائز ہے۔

مَسْئَلَہ: جو لوگ قرآنِ پاک کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے ان کو کافر کہا گیا ہے۔

مَسْئَلَہ: اگر آپس میں جھگڑے اور مقدمے کی نوبت آجائے تو شریعت کی طرف رجوع کرنا واجب ہے، اور اس سلسلے میں شریعت کا جو بھی فیصلہ ہو اس کو خوش دلی سے ماننا واجب ہے؛ چاہے اپنی طبیعت کے خلاف ہو، اس فیصلے کو ناپسند کرنا شریعت کے انکار کے مرادف ہے، جو کہ کفر ہے۔

خود پسندی اور گھمنڈ حرام ہے، یعنی خود کو دوسروں سے بہتر جاننا اور دوسروں کو حقیر سمجھنا حرام ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

فَلَا تُزَكُّوْا أَنْفُسَكُمْ۔(۲) ترجمہ: اپنے نفس کو پاکی کی طرف منسوب نہ کرو۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہے:

بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاءُ۔(۳) ترجمہ: بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں پاک کرتے ہیں۔

اور اعتبار خاتمہ (آخری عمل) کا ہے، اور خاتمہ معلوم نہیں کہ کیا ہوگا؟ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو جنتی لکھ دیا ہے؛ وہ پوری عمر دوزخ والا عمل کرتے ہیں اور آخر میں توبہ کر لیتے ہیں اور جنت والا عمل کر کے جنتی بن جاتے ہیں، اور بعض لوگوں کو دوزخی لکھ دیا ہے وہ پوری عمر جنت والا عمل کرتے ہیں اور آخر میں ازل کا لکھا ہوا غالب آجاتا ہے اور وہ دوزخ والا عمل کر کے دوزخی بن جاتے ہیں(۴)۔

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں:

مُرا پیر دانائے روشن شِہاب ❁ دو اندرز فرمود، بر روئے آب
یکے آں کہ برخویش خود بین مباش ❁ دُوم آں کہ بر غیر بد بیں مباش

(۱) سورۂ حج (۳۰، ۳۱) (۲) نجم (۳۲) (۳) نساء (۴۹) (۴) بخاری، بدأ الخلق / ذکر الملائکۃ (۳۲۰۸)

ترجمہ: مجھ کو روشن ستارہ بزرگ (شیخ شہاب الدین سہروردیؒ) نے کشتی میں بیٹھے ہوئے دو نصیحتیں کیں: ایک یہ کہ خود بیں (اپنے اوپر مغرور) نہ بن جانا، دوسرے یہ کہ دوسروں کا عیب ڈھونڈھنے والا مت بن جانا۔

حَسَب ونَسَب اور مال وجاہ پر فخر کرنا: نسب پر فخر کرنا حرام ہے، اسی طرح مال داری اور منصب پر اِترانا بھی حرام ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا آدمی وہ ہے جو متقی اور پرہیز گار ہے۔

حرام کھیل اور بازیاں: شطرنج، یا نرد یا چوسر وغیرہ سے کھیلنا حرام ہے، اور اگر اس میں مال کی شرط لگائی جائے تو جُوا ہے، جو قطعی حرام اور گناہِ کبیرہ ہے، اور اس کی حرمت کو نہ ماننے والا کافر ہے۔ اسی طرح کبوتر بازی اور مرغ بازی وغیرہ بھی حرام ہے۔

مَسْئَلَہ: خوجہ (نامرد) سے خدمت لینا مکروہ ہے۔ (۱)

بالوں میں بال ملانا: بالوں میں بال ملا کر لمبا کرنا، خصوصاً انسان کے بالوں کو استعمال کرنا حرام ہے۔ (۲)

طاعات پر اجرت: اذان، امامت، قرآن (حدیث) اور فقہ وغیرہ کی تعلیم جیسی عبادت پر اجرت لینا امام اعظمؒ کے نزدیک جائز نہیں، اور دوسرے ائمہ کے نزدیک جائز ہے، اور اس زمانہ میں فتویٰ اس پر ہے کہ تعلیمِ قرآن وغیرہ پر اجرت لینا جائز ہے۔

گناہ کے کاموں کی اُجرت: ماتم کرنے والیوں اور گانے والیوں کی اجرت حرام ہے، اسی طرح دوسرے گناہ کے کاموں کی اُجرت اور نر جانور سے مادہ جانور کو جفتی کرانے کی اجرت حرام ہے۔

سرکاری وظیفہ: قاضی، مفتی، عالم اور غازی (مجاہد) کو طے کیے بغیر بیت المال سے اتنی تنخواہ دی جائے، جو اُن کے گزر بسر کے لیے کافی ہو جائے۔

عورت کا محرم کے بغیر سفر کرنا: آزاد عورت کے لیے شوہر یا محرم کے بغیر سفر کرنا جائز نہیں؛ البتہ

---

(۱) پہلے زمانہ میں مَردوں سے خدمت لینے کے لیے اُن کے آلۂ تناسُل کو کاٹ دیتے تھے، ایسے آدمی کو "خوجہ" کہتے ہیں۔ (۲) بالوں میں اضافہ کرنے کے لیے دھاگے اور حلال جانور کے بال کے استعمال میں مضائقہ نہیں (فتاوی عالم گیری ۴/۱۱۳)

باندی اور اُمِ ولد کے لیے جائز ہے۔

مسئلہ: اجنبی عورت کے ساتھ خلوت (تنہائی میں جمع ہونا) حرام ہے، خواہ وہ آزاد ہو یا باندی، یا اُمِّ ولد۔

ماتحتوں کے ساتھ برتاؤ: غلام باندی کو (سخت) سزا دینا اسی طرح ان کے گلوں میں طوق ڈالنا حرام ہے، رسول اللہ ﷺ نے آخری وقت میں آخری بات یہ فرمائی ہے کہ نماز کی پابندی کی جائے اور غلام باندی کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے؛[1] پس چاہیے کہ اپنے غلام کو وہی پہنائے جو خود پہنے اور اس کی طاقت سے زیادہ کام کا حکم نہ دے، اور اگر کسی سخت کام کا حکم دے تو خود بھی اس کے ساتھ شریک ہو جائے۔

مسئلہ: وہ غلام جس کے بھاگ جانے کا اندیشہ ہو، اس کے پیر میں بیڑی ڈالنا جائز ہے۔

مسئلہ: غلام کا آقا کی خدمت سے بھاگنا حرام ہے۔

بالوں کے احکام: ڈاڑھی ایک مُشت (مٹھی)[2] سے کم کاٹنا حرام ہے، اور ڈاڑھی وغیرہ کے سفید بال اکھاڑنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: ڈاڑھی چھوڑنا، مونچھ اور ناخن کاٹنا اور زیرِ ناف کے بال لینا سنت ہے۔

مسئلہ: کئی آدمیوں کا اور کئی عورتوں کا پردے کے ساتھ اور تہبند پہن کر حمّام[3] میں داخل ہونا جائز ہے۔

اچھی باتوں کا حکم دینا اور بُری باتوں سے روکنا: اچھی باتوں کا دوسروں کو حکم دینا اور بری باتوں سے روکنا واجب ہے، اگر طاقت ہو تو ہاتھ سے روکے، ورنہ زبان سے روکے، اور اگر زبان سے بھی نہ

---

(۱) مشکوٰۃ (۳۳۵۶) (۲) یعنی ہر آدمی کی چار انگلیوں کے برابر (تین انچ) ڈاڑھی رکھنا واجب ہے۔

(۳) پہلے زمانہ میں پانی کی قِلّت والے ممالک میں بڑے شہروں میں نہانے کے ہوٹل ہوتے تھے، لوگ وہاں جا کر پیسے دے کر نہاتے تھے، مردوں کے حمّام میں ایک ساتھ کئی مرد، اور زنانہ حمام میں ایک ساتھ کئی عورتیں داخل ہوتی تھیں، ان کے لیے یہ مسئلہ ہے، تہبند باندھ کر داخل ہوں، اور غسل کریں؛ کیوں کہ مردوں اور عورتوں کا ستر ناف سے گھٹنے تک ہے، ہم جنس کے سامنے بھی اس کا کھولنا جائز نہیں، غرض آج کل کے حمام (غسل خانے) مراد نہیں ہیں۔

روک سکتا ہو یا مفید نہ سمجھتا ہو تو دل سے بُرا جانے اور گناہ کرنے والوں کے ساتھ تعلق نہ رکھے، اگر یہ بھی نہیں کرے گا تو دنیا و آخرت میں ان گناہوں کے وبال میں شریک ہوگا۔

مسئلہ: اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے (نیکوکاروں سے) محبت کرنا اور اللہ کی خوشنودی کے لیے (بدکاروں سے) دشمنی رکھنا فرض ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی اس پر احسان (اچھا سلوک) کرے تو اس کا شکریہ ادا کرنا اور اس کا بدلہ دینا مستحب، یا واجب ہے۔ (یعنی اس میں دو قول ہیں) اور احسان کا انکار کرنا اور اس کی ناشکری کرنا گناہ ہے، جو آدمی انسان کا شکریہ ادا نہیں کرتا، وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکریہ ادا نہیں کرتا۔

مسئلہ: اہلِ علم اور بزرگوں کی مجلس میں بیٹھنا اگر نصیب ہو جائے تو بہتر ہے اور اگر نصیب نہ ہو تو گوشہ نشینی بہتر ہے۔

مسئلہ: رسول اللہ ﷺ پر بہ کثرت دُرود بھیجنا مستحب ہے، اور محفل کا ذکرِ الٰہی اور سرکارِ دو عالم ﷺ پر دُرود سے خالی ہونا مکروہ ہے۔

مسئلہ: مردوں کے لیے عورتوں کی مُشابہت (صورت) اختیار کرنا اور عورتوں کے لیے مَردوں کی مشابہت اختیار کرنا، اسی طرح مسلمان کا کافروں اور فاسقوں کی مشابہت اختیار کرنا حرام ہے۔

مسئلہ: حلال جانور کو کھانے کے ارادے کے بغیر مار ڈالنا حرام ہے۔

مسئلہ: تکلیف دینے والے جانوروں کا مار ڈالنا جائز ہے۔

مسلمانوں کے حقوق: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق ہیں:

(۱) بیمار کی عیادت (مزاج پُرسی) کرنا۔

(۲) جنازہ میں شریک ہونا۔

(۳) دعوت قبول کرنا۔

(۴) سلام کرنا۔

(۵) چھینکنے والے کا (یَرْحَمُكَ اللّٰهُ سے) جواب دینا۔

(۶) سامنے اور پیٹھ پیچھے خیر خواہی کرنا۔

مسئلہ: مسلمانوں کے لیے انھیں چیزوں کو پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے، اور ان کے

لیے ان چیزوں کو ناپسند کرے جو اپنے لیے ناپسند کرتا ہے، اور سلام کا جواب دینا بھی واجب ہے۔

گناہِ کبیرہ کے درجے: جاننا چاہیے کہ گناہِ کبیرہ کے تین درجے ہیں:

پہلا درجہ: سب سے بڑا گناہ کفر (اللہ تعالیٰ کا انکار) ہے اور اس کے قریب باطل عقیدے ہیں۔

دوسرا درجہ: ان سارے گناہوں کا ہے جن میں بندوں کے حقوق ضائع ہوتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ اپنے سارے حقوق معاف فرمادیں گے؛ مگر بندوں کے حقوق معاف نہیں فرمائیں گے۔

علامہ بغویؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن عرش سے پکارنے والا پکارے گا کہ اے محمد ﷺ کی امت! تم سب مسلمان مردوں اور عورتوں کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا (اب) تم آپس میں ایک دوسرے کے گناہوں کو معاف کر کے جنت میں داخل ہو جاؤ!

مَباش در پئے آزار و ہر چہ خواہی کن ❁ کہ در شریعتِ ما غیر ازیں گناہے نیست

(ترجمہ: کسی کو تکلیف پہنچانے کی فکر میں مت رہو اور جو چاہو کرو؛ اس لیے کہ ہماری شریعت میں اس کے علاوہ کوئی گناہ نہیں ہے یعنی اس کے برابر گناہ نہیں ہے)

تیسرا درجہ: خالص اللہ تعالیٰ کے حقوق کو ضائع کرنا۔

گناہِ کبیرہ کی مختصر فہرست: حدیث شریف میں جو گناہِ کبیرہ آئے ہیں، ان کو ہم شمار کرتے ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا۔

(۲) والدین کی نافرمانی کرنا۔

(۳) کسی کو قتل کرنا۔

(۴) جھوٹی قسم کھانا۔

(۵) جھوٹی گواہی دینا۔

(۶) پاک دامن عورت پر زنا کی تُہمت لگانا۔

(۷) یتیم کا مال کھانا۔

(۸) سود کھانا۔

(۹) (برابر یا دوگنے) کافروں سے جنگ کرنے سے بھاگنا۔

(۱۰) جادو کرنا۔
(۱۱) اولاد کو قتل کرنا (جس طرح کفارِ قریش لڑکیوں کو قتل کرتے تھے)
(۱۲) زنا کرنا خصوصاً پڑوسی کی بیوی کے ساتھ۔
(۱۳) چوری کرنا۔
(۱۴) ڈاکہ زنی کرنا جو اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ لڑائی ہے۔
(۱۵) امامِ عادل کے خلاف بغاوت کرنا۔

حدیث شریف میں ہے کہ پڑوسی کی بیوی سے زنا کے مقابلہ میں دس عورتوں سے زنا کرنا (گناہ کے اعتبار سے) ہلکا ہے۔[۱]

حدیث شریف میں ہے کہ سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنے ماں باپ کو گالی دے، صحابہؓ نے عرض کیا: کوئی شخص اپنے ماں باپ کو گالی کیسے دے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ دوسرے کے والدین کو گالی دے پس وہ دوسرا اس کے والدین کو گالی دے (یہ اپنے ماں باپ کو گالی دینا ہے)[۲]

مسئلہ: فاسق (حرام کے مرتکب) کی تعریف کرنا حرام ہے، حدیث شریف میں ہے کہ: اللہ تعالیٰ اس شخص پر غصہ ہوتے ہیں اور اس (تعریف) کی وجہ سے عرشِ الٰہی ہل جاتا ہے۔[۳]

منافق کی علامتیں: حدیث شریف میں منافق کی درج ذیل علامتیں آئی ہیں:

(۱) جھوٹ بولنا۔
(۲) وعدہ خلافی کرنا۔
(۳) امانت میں خیانت کرنا۔
(۴) عہد کر کے دغا کرنا (دھوکہ دینا)
(۵) جھگڑے میں گالی دینا۔[۴]

شرک اور والدَین کی نافرمانی کی خطرناکی: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے ساتھ شریک مت ٹھہراؤ، اگرچہ تم قتل کر دیے جاؤ، اور جلا دیے جاؤ، اور والدین کی نافرمانی مت کرو چاہے تم

(۱) اس حدیث کا حوالہ نہیں ملا۔ (۲) صحیح بخاری (۵۹۷۳) (۳) شعب الایمان للبیہقی ۴/۲۳۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت) (۴) بخاری (۳۴) نمبر دو اور چار کا ایک ہی مفہوم ہے۔

بیوی، بچے اور مال وزر سے علاحدہ کردیے جاؤ۔ (۱)

شوہر کا حق: بیوی پر شوہر کا حق اتنا زیادہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر میں کسی کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو بیویوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کیا کریں، اگر کوئی شوہر بیوی کو حکم دے کہ پیلے پہاڑ کے پتھروں کو اٹھا کر کالے پہاڑ پر رکھو اور کالے پہاڑ کے پتھروں کو سفید پہاڑ پر لے جاؤ! تو بیوی کو اسی طرح کرنا چاہیے۔ (۲)

بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک: حدیث شریف میں ہے کہ تم میں سب سے بہتر وہ آدمی ہے جو اپنی بیوی کے لیے اچھا ہے، اور میں اپنی بیویوں کے لیے اچھا ہوں۔ (۳)

عورت بائیں پسلی سے پیدا کی گئی ہے (یعنی اس کی فطرت میں کجی رکھی گئی ہے) وہ سیدھی نہیں ہوسکتی، اس کی کجی پر صبر کرکے اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہیے، اس کو دشمن بنا کر نہیں رکھنا چاہیے، اگر اس سے (سخت) ناراضگی ہو تو (بدرجۂ مجبوری) طلاق دیدے (مگر بدسلوکی نہ کرے)

صغیرہ گناہ پر اِصرار: صغیرہ گناہ کو بالکل ہلکا سمجھنا اور اس پر اصرار کرنا گناہِ کبیرہ ہے، اور گناہِ صغیرہ کو جائز سمجھنا قطعی کفر ہے، امام بخاریؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: وہ فرماتے ہیں کہ آپ لوگ بہت سے ایسے کام کرتے ہیں، جن کو بال سے باریک اور ہلکا سمجھتے ہیں؛ لیکن ہم لوگ اُن کو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں تباہ کُن سمجھتے تھے۔ (۴)

نوٹ: جاننا چاہیے کہ احکامِ شرعیہ میں بڑی تفصیل ہے، بڑی کتابیں ان سے بھری پڑی ہیں، فارسی پڑھنے والے لوگوں کے لیے بہ قدرِ کفایت مسائل اِن اَوراق میں لکھ دیے گئے ہیں، اگر ان سے زیادہ کی ضرورت ہو تو بڑے علماء کی طرف رجوع کریں!

---

(۱) (مشکوٰۃ ص۸۱ باب الکبائر وعلامات النفاق، الفَصْل الثالث، عن معاذ قال: أوصانی رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ)

(۲) مسند احمد (۶/۷۶-۲۴۴۷۱) (۳) ترمذی، مناقب/فضل أزواج النبیؐ (۳۸۹۵) قال أبو عیسیٰ: ھذا حدیث حسن غریبٌ صحیح. (۴) (بخاری ۲/۹۶۱، حدیث نمبر ۶۴۹۲)

كِتَابُ الإِحْسَان

(نیکوکردن (تصوف) کا بیان)

جان لیں ـــ اللہ تعالیٰ آپ کو نیک بخت بنائیں! ـــ کہ یہ سب باتیں جو اَب تک بیان ہوئیں: ایمان واسلام اور شریعت کی (ظاہری) صورت ہے، اور اس کی حقیقت اور مغز اللہ والوں کی صحبت میں تلاش کرنا چاہیے! اور خیال نہیں آنا چاہیے کہ حقیقت اور شریعت دو الگ الگ چیزیں ہیں؛ کیوں کہ یہ بات جہالت اور کفر ہے؛ بلکہ یہی شریعت ہے جو اللہ والوں کی صحبت سے حاصل ہوتی ہے۔

جب دل تعلقِ علمی (علومِ ظاہری) سے اور اُس رُخ سے جو وہ اللہ کے علاوہ کی طرف رکھتا ہے پاک ہو جاتا ہے، اور نفس کی خرابیاں دور ہو جاتی ہیں تو نفس مُطْمَئِنّہ ہو جاتا ہے اور اخلاص حاصل ہو جاتا ہے؛ تو شریعت اس کے حق میں بامغز ہو جاتی ہے، اس کی نماز اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک دوسرا ہی تعلق پیدا کرتی ہے اور اس کی دو رکعتیں دوسروں کی ایک لاکھ رکعتوں سے بہتر ہو جاتی ہیں، اور اسی طرح اس کا روزہ اور اس کا صدقہ (بلند مقام حاصل کر لیتے ہیں) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ.

ترجمہ: اگر آپ لوگ احد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کے راستے میں خرچ کریں تو وہ ایک سیر یا آدھا سیر جو کے برابر نہیں ہو سکتا جو صحابۂ کرامؓ نے اللہ کے راستے میں خرچ کیا ہے۔ (۱)

یہ بات اُن حضرات کے اخلاص اور قوتِ ایمانی کی وجہ سے ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا باطنی نور اللہ والوں کے سینوں سے حاصل کرنا چاہیے اور اسی نور سے اپنے سینے کو منور کرنا چاہیے؛ تاکہ ہر اچھی اور بُری چیز صحیح فراست (دانائی) سے معلوم ہو جائے۔

قرآنِ پاک میں ولی: متقی (پرہیزگار) کو کہا گیا ہے، اور حدیث میں اللہ والوں کی علامت یہ بتائی گئی ہے کہ اُن کی صحبت میں اللہ یاد آتا ہے یعنی ان کی صحبت سے دنیا کی محبت کم ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی

(۱) صحیح بخاری (۳۶۷۳)

محبت بڑھتی ہے۔ واللہ اعلم

اور جو شخص پرہیز گار نہیں وہ ولی نہیں ہوسکتا۔ مثنوی:

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست ❁ پس بہر دستے نشاید داد دست

(ترجمہ: بہت سے ابلیس انسانی شکل میں ہوتے ہیں؛ پس ہر ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہیے، یعنی ہر ایک سے بیعت نہیں ہونا چاہیے!)

حضرت عزیزانِ علی رامیتنی قُدِّسَ سِرُّہٗ فرماتے ہیں: رباعی:

باہر کہ نشستی ونہ شد جمعِ دلت ❁ وز تو نہ رمید صحبتِ آب وگِلت

زِنہار زصحبتش گریزاں می باش ❁ ورنہ نکند روحِ عزیزاں بحلت[1]

ترجمہ: جس آدمی کے پاس بیٹھنے سے تجھے دل جمعی حاصل نہ ہو÷ اور تجھ سے آب وگل (دنیا) کی محبت زائل نہ ہو÷ ہمیشہ ایسے آدمی کی صحبت سے دور رہ÷ ورنہ عزیزان کی روح تجھ کو معاف نہیں کرے گی۔

قربانی کے احکام

جاننا چاہیے کہ ہر آزاد مسلمان پر قربانی واجب ہے؛ خواہ مرد ہو یا عورت؛ شہر میں مقیم ہو یا دیہات میں، یا جنگل میں؛ جب کہ وہ بقرعید کے دن نصاب کا مالک ہو۔

قربانی کا سبب وقت ہے یعنی دسویں، گیارہویں اور بارہویں ذی الحجہ وجوبِ قربانی کا "سبب" ہے، اور اس کا رکن (حلال پالتو) چوپایے کو ذبح کرنا ہے، اور اس کا حکم دنیا میں اپنی واجب ذمہ داری سے نکلنا ہے اور آخرت میں ثواب حاصل کرنا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جس شخص کو قدرت حاصل ہو اور قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔[2]

جن لوگوں پر قربانی واجب نہیں: غلام، باندی، کافر مرد وعورت اور مسافر پر قربانی واجب نہیں، اسی طرح مسافر حاجی پر بھی قربانی واجب نہیں۔ اور وہ حاجی جو مکہ مکرمہ کا رہنے والا ہے اس پر قربانی

(۱) بحل: معاف۔ (۲) ترغیب وترہیب ۲/۱۳۔

واجب ہے، اور ایک قول کے مطابق مُحرِم پر مطلقاً قربانی واجب نہیں، اگر چہ وہ مکہ کا رہنے والا ہو۔

مسئلہ: قربانی اپنی طرف سے واجب ہے، اپنے چھوٹے بچوں کی طرف سے واجب نہیں، امام ابوحنیفہؒ سے امام محمدؒ کی روایت میں؛ اور حسنؒ کؤلوی کی روایت میں صدقۂ فطر کی طرح اپنے چھوٹے بچوں کی طرف سے بھی قربانی واجب ہے (یہ روایت مفتی بہ نہیں ہے)

مسئلہ: اگر نابالغ بچہ مال دار (صاحبِ نصاب) ہو تو والد اس کے مال سے قربانی کرے، اور اگر والد نہ ہو تو دادا یا بچہ کا وصی (سرپرست) کرے، اور اسی پر فتوی ہے، اور امام شافعیؒ اور امام زفرؒ کے نزدیک بچہ کے مال سے قربانی جائز نہیں؛ بلکہ باپ اپنے مال سے قربانی کرے، کافی (کتاب کا نام) اور موا ہبُ الرحمٰن میں اسی قول پر فتوی ہے۔[1]

مسئلہ: ایک بھیڑ (ایک بکری) صرف ایک آدمی کے لیے کافی ہے، اور ایک گائے اور ایک اونٹ سات اور اس سے کم افراد کے لیے کافی ہے (بشرطے کہ کسی کا حصہ ساتویں سے کم نہ ہو) ان سے زیادہ کے لیے جائز نہیں۔

جن جانوروں کی قربانی جائز ہے: صرف چار جانوروں کی قربانی جائز ہے: بھیڑ، بکری، گائے اور اونٹ، اور بھینس، گائے کے حکم میں ہے۔

مسئلہ: جو جانور جنگلی اور پالتو جانوروں کے ملاپ سے پیدا ہو وہ اپنی ماں کے تابع ہوتا ہے۔

قربانی کے جانوروں کی عمریں: گائے اور بھینس دو سال سے کم کی نہ ہو اور اونٹ پانچ سال سے کم کا نہ ہو، اور بھیڑ اور بکری اور وہ جانور جو جنگلی اور پالتو جانوروں کے ملاپ سے پیدا ہوا ان میں بھی بہتر یہی ہے کہ ایک سال سے کم کا نہ ہو۔

مسئلہ: چھ مہینے کا وہ دنبہ جائز ہے جو ساتویں مہینے میں داخل ہو چکا ہو، اور علامہ زعفرانی رحمہ اللہ کے نزدیک سات مہینے کا ہونا شرط ہے، اور اس کے ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ قد و قامت میں ایسا ہو کہ اگر ایک سال کے بھیڑوں کے ساتھ مل جائے تو فرق کرنا ممکن نہ ہو۔

وہ جانور جن کی قربانی جائز نہیں: درج ذیل جانوروں کی قربانی جائز نہیں:

---

(۱) اسی آخری قول پر آج بھی فتوی دیا جاتا ہے، یہی اصح اور معتمد ہے (الدر المختار مع رد المحتار ۵/۲۲۳، رشیدیہ، پاکستان)

(۱) اندھا۔

(۲) کانا۔

(۳) ایسا لنگڑا جو ذبح کی جگہ تک نہ جا سکے۔

(۴) گن کٹا۔

(۵) دُم کٹا۔

(۶) بغیر دُم کا (جس کی دم پیدائشی نہ ہو)۔

(۷) بے کان کا (جس کے کان پیدائشی نہ ہوں)۔

(۸) پاگل جو گھاس نہ کھاتا ہو۔

(۹) خارشتی (جس کو کھجلی کی بیماری ہو)۔

(۱۰) خُنثیٰ (ہیجڑا)۔

(۱۱) انتہائی کمزور۔

(۱۲) کان کا اکثر حصہ کٹا ہوا۔

(۱۳) دُم کا اکثر حصہ کٹا ہوا۔

(۱۴) جس جانور کی آنکھ کی اکثر روشنی ختم ہو گئی ہو۔

(۱۵) جس کے دانت نہ ہوں اور اس وجہ سے گھاس نہ کھا سکتا ہو۔

(۱۶) وہ جانور جس کے تھن کا سرا کٹا ہوا ہو۔

(۱۷) ایسا جانور جس کا تھن سوکھ گیا ہو۔

(۱۸) ایسا جانور جس کی طاقت بحال کرنے کے لیے دوا دے کر اس کا دودھ ختم کر دیا گیا ہو۔

(۱۹) وہ جانور جو نجاست کے علاوہ کچھ نہ کھاتا ہو۔

وہ جانور جن کی قربانی جائز ہے: درج ذیل جانوروں کی قربانی جائز ہے:

(۱) خصی (بدھیا)۔

(۲) سینگ ٹوٹا ہوا (بشرطے کہ جڑ سے اکھڑا ہوا نہ ہو)۔

(۳) جس کے (پیدائشی) سینگ نہ ہوں۔

(۴) وہ پاگل جانور جو گھاس کھاتا ہے۔

(۵) کھجلی والا فربہ۔

(۶) وہ جانور جس کے کچھ دانت نہ ہوں؛ مگر گھاس کھاتا ہو۔

(۷) وہ جانور جس کے اکثر دانت باقی ہیں۔

(۸) وہ جانور جس کے کان کا اکثر حصہ باقی ہو۔

(۹) وہ جانور جس کی دُم کا اکثر حصہ باقی ہو۔

(۱۰) وہ جانور جس کے کُھر نہ ہوں؛ مگر چل سکتا ہو۔

(۱۱) وہ جانور جس کے پیدائشی طور پر کان چھوٹے ہوں۔

تنبیہ: اکثر کی مقدار میں امام اعظمؒ سے روایتیں مختلف ہیں: جامع صغیر کی روایت میں ایک تہائی اَقَل (کم) ہے اور اس سے زیادہ اکثر ہے،[1] اور بعض کتابوں میں ہے کہ ایک چوتھائی اَقل ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک نصف سے زیادہ اکثر ہے، اس قول کو فقیہ ابواللیثؒ نے اختیار کیا ہے۔

خریدنے کے بعد جانور کا عیب دار ہونا: اگر کسی مال دار (صاحبِ نصاب) شخص نے صحت مند بکری خریدی، پھر اس میں عیب پیدا ہو گیا، تو اس پر دوسرے (صحیح سلامت) جانور کی قربانی واجب ہوگی۔ اور اگر خریدنے والا فقیر ہے تو اس کے لیے اس (عیب دار) جانور کی قربانی کرنا جائز ہے۔

مسئلہ: اگر کسی (بڑے) جانور میں شریکوں میں سے کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم ہوگا تو کسی کی قربانی جائز نہ ہوگی۔

مسئلہ: اگر ایک گائے کو دو آدمی برابر برابر قیمت دے کر خریدیں اور قربانی کریں تو صحیح روایت کے مطابق قربانی درست ہے، اور وہ لوگ گوشت تول کر تقسیم کریں گے، اندازہ سے تقسیم کرنا درست نہیں؛ لیکن اگر گوشت کے ساتھ کسی طرف سری، پائے اور چمڑا ہو تو اندازے سے تقسیم کرنا بھی جائز ہے۔

مسئلہ: ایک گائے دو تین گھروں کے لوگ شریک ہو کر خریدیں جن کی رہائش الگ الگ ہو، اور ان کے افراد سات سے زیادہ نہ ہوں تو وہ قربانی جائز ہے۔ اور امام مالکؒ کے نزدیک ایک گھر کے افراد اگر سات سے زیادہ بھی ہوں، تب بھی قربانی جائز ہے، اور دو گھر والوں کی طرف سے جائز نہیں،

(۱) فتوی اسی روایت پر ہے (ردالمحتار ۵/ ۲۲۷)

چاہے سات سے کم ہوں۔

مسئلہ: دو آدمیوں نے مل کر ایک اونٹ خریدا اور ان میں سے ایک کی نیت صرف گوشت کی ہے (قربانی کی نیت نہیں ہے) تو قربانی جائز نہیں ہوگی۔

مسئلہ: زید نے مثلاً قربانی کی نیت سے ایک گائے خریدی (اس وقت کسی کو شریک کرنے کا ارادہ نہیں تھا) پھر اس نے دوسرے چھ آدمیوں کو اس میں شریک کرلیا تو (اس کا یہ عمل) مکروہ ہے۔ (۱)

مسئلہ: شرکاء میں کوئی عیسائی ہو تو بھی کسی کی قربانی جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر صاحبِ نصاب آدمی کی قربانی کا جانور مرجائے تو اس پر دوسرے جانور کی قربانی واجب ہے۔ اور اگر غیر صاحبِ نصاب (فقیر) کی قربانی مرجائے تو اس پر دوسرے جانور کی قربانی واجب نہیں۔

مسئلہ: اگر قربانی کا جانور گم ہوجائے یا چوری ہوجائے اور دوسرا جانور خریدنے کے بعد پہلا جانور قربانی کے دنوں ہی میں مل جائے تو صاحبِ نصاب (مال دار) کو اختیار ہے: ان میں سے جس کی چاہے قربانی کرے؛ اور غیر صاحبِ نصاب (فقیر) دونوں جانوروں کو ذبح کرے گا۔ (۲)

مسئلہ: اگر قربانی کا جانور ذبح کے وقت عیب دار ہوکر بھاگ جائے اور فوراً پکڑ لیا جائے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کی قربانی جائز ہے، اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر دیر سے پکڑا جائے تو بھی اس کی قربانی جائز ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی بکری ذبح کے لیے لٹائی، اور وہ بہت بے قرار ہوگئی؛ یہاں تک کہ اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی تو بھی اس کی قربانی جائز ہے۔

مسئلہ: اگر سات آدمیوں نے شریک ہوکر ایک گائے خریدی، ان میں سے چار نے (واجب) قربانی کی نیت کی اور تین نے نفلی قربانی کی تو سب کی قربانی بالاتفاق جائز ہے۔

قربانی کا وقت: شہر والوں کے لیے ذبح کا ابتدائی وقت عید کی نماز کے بعد ہے، اور دیہات

---

(۱) اگر زید صاحبِ نصاب ہے تب تو اس کا یہ عمل مکروہ ہے اور اگر وہ صاحبِ نصاب نہیں یعنی فقیر ہے تو اس کے لیے دوسروں کو شریک کرنا جائز نہیں؛ اس لیے کہ وہ جانور اس کی قربانی کے لیے متعین ہوچکا ہے۔

(۲) یعنی دونوں جانوروں کا ذبح کرنا واجب ہے۔

والوں کے لیے عید کے دن (دسویں ذی الحجہ) کی صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد ہے۔اور قربانی کا آخری وقت (سب کے لیے) تیسرے دن (بارہویں ذی الحجہ کو) غروبِ آفتاب سے پہلے تک ہے۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک تیرہویں ذی الحجہ کو بھی قربانی جائز ہے۔

لہٰذا شہر والوں کے لیے امام (عید) کی نماز سے پہلے قربانی بلاشبہ جائز نہیں، اور دیہات والوں کے لیے جائز ہے۔

مسئلہ: اگر سات آدمیوں نے قربانی کے لیے ایک گائے خریدی، پھر قربانی سے پہلے ان میں سے ایک مرگیا پس اگر میت کے ورثاء قربانی کی اجازت دیں تو درست ہے، ورنہ نہیں، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک روایت میں (اجازت کے بعد بھی) جائز نہیں۔اور اگر میت کے ورثاء (اس حصہ کو) اپنی طرف سے یا اس کی اُمّ وَلَد کی طرف سے قربانی کریں تو جائز ہے۔

تنبیہ: محتاج ہونے اور مال دار ہونے کے لیے (اسی طرح) پیدا ہونے اور مرنے کے لیے آخری وقت کا اعتبار ہے، پس اگر کوئی شخص اول وقت میں فقیر تھا اور آخری وقت میں مال دار ہوگیا تو اس پر قربانی واجب ہے، اور اگر کوئی شخص آخری وقت میں فقیر ہوگیا اور اول وقت میں مال دار تھا، اور کسی وجہ سے قربانی ادا نہیں کی ہے، تو اب اس پر قربانی واجب نہیں، اور اگر کوئی بچہ آخری وقت میں پیدا ہوا (اور وہ مال دار ہے) تو اس پر قربانی واجب ہے[1]، اور اگر آخری وقت میں مرجائے تو قربانی واجب نہیں۔

مسئلہ: اگر کسی شخص نے (عید کی نماز کے بعد) جانور ذبح کیا، پھر معلوم ہوا کہ امام نے عید کی نماز بے وضو پڑھائی ہے تو نماز کا لوٹانا واجب ہے، اور قربانی کا لوٹانا واجب نہیں۔

مسئلہ: کسی نے عید کی نماز کے بعد خطبہ سے پہلے قربانی ذبح کرڈالی تو قربانی درست ہے؛ مگر ایسا کرنا خلافِ اولیٰ ہے۔

مسئلہ: اگر عید کے دن کسی وجہ سے عید کی نماز نہ پڑھی گئی تو دوسرے اور تیسرے دن (گیارہویں اور بارہویں ذی الحجہ کو) اہلِ شہر کے لیے نماز سے پہلے قربانی کرنا جائز ہے۔

مسئلہ: اگر عید کے دن امام (عید کی نماز پڑھانے میں) دیر کردے تو مناسب یہ ہے کہ سورج ڈھلنے تک ذبح میں تاخیر کرے۔

مسئلہ: اگر کسی شہر میں فتنہ کی وجہ سے اور حاکم نہ ہونے کی وجہ سے عید کی نماز نہ ہوسکے تو صبح

(۱) راجح قول کے مطابق نابالغ پر قربانی واجب نہیں ہے، جیسا کہ حاشیہ میں اس کی صراحت گزر چکی ہے۔

صادق کے بعد قربانی جائز ہے، اور اسی پر فتوی ہے۔

مسئلہ: اگر عید گاہ میں عید کی نماز نہ ہوئی ہو، اور شہر والے (کسی مسجد میں عید کی) نماز سے فارغ ہو گئے ہوں یا اس کے برعکس یعنی عید گاہ میں نماز ہو چکی ہو، اور شہر کی مسجدوں میں ابھی نماز باقی ہو) تو قربانی کرنا جائز ہے، اگرچہ قربانی کرنے والے نے عید کی نماز پڑھی ہو یا نہ پڑھی ہو۔

مسئلہ: اگر امام (حاکم) کے سامنے عید کے چاند کی گواہی دی گئی ہو اور اسی کے مطابق نماز پڑھی گئی ہو اور لوگوں نے قربانی کر لی ہو، پھر معلوم ہو کہ وہ عرفہ کا دن (نویں ذی الحجہ) ہے تو نہ نماز کا لوٹانا ضروری ہے اور نہ قربانی کا۔

تنبیہ: قربانی میں جانور کی جگہ کا اعتبار ہے، قربانی کرنے والے کی جگہ کا اعتبار نہیں، پس اگر قربانی دیہات میں کرے اور قربانی کرنے والا شہر میں ہو تو صبح صادق کے بعد قربانی ذبح کرنا جائز ہے، اور اگر قربانی کرنے والا دیہات میں ہو اور جانور شہر میں ہو تو نماز عید سے پہلے قربانی کرنا جائز نہیں۔

حیلہ: پس اگر شہر میں رہنے والے لوگ نماز فجر سے پہلے جانور ذبح کرنا چاہیں، تو اس کی تدبیر (حیلہ) یہ ہے کہ جانور شہر سے باہر (کسی دیہات میں صبح صادق سے پہلے) بھیج دیں؛ تاکہ صبح صادق کے بعد جانور ذبح کیا جائے، اور یہ قربانی صحیح ہے۔

افضل قربانی: دُنبہ، بھیڑی سے افضل ہے، اور بکری، بکرے سے افضل ہے اگرچہ قیمت میں اور گوشت میں دونوں برابر ہوں۔ اور بکری، بڑے جانور کے ساتویں حصہ سے بالاتفاق بہتر ہے؛ جب کہ دونوں قیمت میں برابر ہوں۔ اور بعض فقہائے کرام کے نزدیک اونٹ کے مقابلہ میں اونٹنی اور بیل کے مقابلہ میں گائے زیادہ بہتر ہے۔

مسئلہ: پہلے دن قربانی کرنا بہتر ہے، اور راتوں میں قربانی کرنا مکروہ ہے اور یَوْمُ النَّحر کی رات میں قربانی کرنا جائز نہیں، اور وہ نویں اور دسویں کی درمیانی رات ہے؛ اس لیے کہ رات (قربانی کے مسئلہ میں) ہمیشہ بالاتفاق گذشتہ دن کے تابع ہوتی ہے۔[1]

---

(۱) رات ہمیشہ پہلے آتی ہے، ہفتہ کی رات جمعہ کے بعد کی رات کہلاتی ہے؛ یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) کی رات یعنی نویں کے بعد والی رات میں قربانی جائز نہیں، دو راتوں (دسویں کے بعد اور گیارہویں کے بعد) میں قربانی جائز ہے؛ اس لیے کہا جاتا ہے کہ قربانی کی رات دن کے بعد آتی ہے یعنی گذشتہ دن کے تابع ہوتی ہے (ردالمحتار ۲۲۲/۵)

مسئلہ: اگر قربانی کے دن میں شک واقع ہوجائے تو مستحب یہ ہے کہ قربانی کرنے میں تیسرے دن (بارہویں) تک تاخیر نہ کرے۔

مسئلہ: قربانی کے دنوں میں قربانی کرنا ہی بہتر ہے ایسا کرنا ہرگز بہتر نہیں کہ قربانی کے ایام میں قربانی نہ کرے، پھر قربانی کے دن گزار کر جانور کی قیمت کا صدقہ کرے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص قربانی نہ کرے اور قربانی کے دن گزر جائیں، پس اگر اس نے اپنے اوپر قربانی واجب کر رکھی ہے اور بھیڑ (بکری وغیرہ) کی قربانی متعین کرلی ہے تو اس جانور کو زندہ ہی صدقہ کرنا واجب ہے، اور اگر کوئی فقیر (غیر صاحب نصاب) قربانی کی نیت سے بکرا خرید لے اور قربانی نہ کرسکے حتی کہ قربانی کے دن گزر جائیں تو بھی فقہائے کرامؒ کے نزدیک یہی حکم ہے (یعنی اس جانور کو صدقہ کرے) اور اگر کسی مال دار (صاحب نصاب) شخص نے قربانی کا جانور نہ خریدا ہو اور قربانی کے دن گزر جائیں تو اس پر قربانی کے جانور کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے۔

میت کی طرف سے قربانی: اگر کسی آدمی نے کسی مردے کی طرف سے اس کی اجازت (وصیت) کے بغیر قربانی کی تو اس قربانی کا ثواب مردے کے لیے ہے، اور قربانی (یعنی اس کا گوشت) قربانی کرنے والے کے لیے ہے (پس خود بھی کھا سکتا ہے اور مال داروں کو بھی دے سکتا ہے) اور اگر کوئی آدمی مردے کی اجازت (وصیت) سے قربانی کرے تو قربانی درست ہے اور قربانی کرنے والے کے لیے اس کا گوشت کھانا جائز نہیں (صدقہ کرنا واجب ہے) اور بلا اجازت (وصیت) قربانی کی ہو تو اس کا گوشت کھا سکتا ہے۔

تنبیہ: (خاص جانور کی) قربانی محض نیت کرنے سے واجب نہیں ہوتی؛ البتہ نذر (منّت) ماننے سے واجب ہوجاتی ہے، یا مال دار آدمی قربانی کی نیت سے جانور خرید لے تو (وہ قربانی) واجب ہوجاتی ہے، تمام روایتیں اس پر متفق ہیں، اور اگر فقیر کوئی جانور خریدے تو اس میں اختلاف ہے، اور مختار قول یہ ہے کہ اگر (فقیر) قربانی کے دنوں میں قربانی کی نیت سے جانور خریدے تو اس جانور کی قربانی واجب ہوجائے گی، چاہے زبان سے کچھ نہ کہا ہو اور اسی پر فتوی ہے، اور اگر خریدتے وقت کچھ نیت نہ ہو تو بالاجماع اس جانور کی قربانی واجب نہ ہوگی۔

مسئلہ: اگر چودہ آدمی مل کر مشترکہ طور پر دو اونٹ ذبح کردیں تو (سب کی طرف سے) قربانی

ہوجائے گی۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص اپنی بکری دوسرے کی طرف سے اس کی اجازت کے بغیر قربانی کرے تو غیر کی طرف سے قربانی کافی نہ ہوگی۔

مسئلہ: بہتر یہی ہے کہ آدمی اگر ذبح کرنا جانتا ہو تو اپنی قربانی خود ذبح کرے اور نہ جانتا ہو تو دوسرے سے مدد لے سکتا ہے؛ البتہ ذبح کی جگہ پر خود حاضر رہے۔

مسئلہ: عیسائی اور یہودی کا قربانی کا جانور ذبح کرنا مکروہ ہے[1] اور مجوسی (آتش پرست) اور بُت پرست (ہندو) اور اسلام سے پھر جانے والے (مُرتد) کا ذبیحہ حرام ہے۔

ذبح کرنے والے کے لیے شرطیں: ذبح کرنے والے کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو ایک مانتا ہو، اس کا عقیدہ مسلمانوں کے عقیدے جیسا ہو، یا اہلِ کتاب (یہودی یا عیسائی) کی طرح توحید کا دعویدار ہو اور بسم اللہ پڑھنا اور ذبح کرنا اچھی طرح جانتا ہو یعنی جانتا ہو کہ اللہ کا نام لینے ہی سے جانور حلال ہوتا ہے اور وہ (جن رگوں کو کاٹنا ضروری ہے، اُن) رگوں کو کاٹ سکتا ہو خواہ مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا پاگل، ختنہ شدہ ہو یا بے ختنہ، اور جو لوگ بسم اللہ پڑھنا اور ذبح کرنا نہ جانتے ہوں اُن کا ذبیحہ حلال نہیں۔

مسئلہ: اہلِ کتاب (یہودی یا عیسائی) ذمی ہو یا حربی[2] اگر وہ ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لے، اور ان کی زبان پر حضرت عُزیر اور عیسیٰ علیہما السلام کا نام نہ آئے تو ان کا ذبیحہ حلال ہے، ورنہ حلال نہیں۔

قربانی کی دعا کب پڑھے؟ قربانی کے جانور کو زمین پر لٹانے سے پہلے یا ذبح کرنے کے بعد: اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ: یا مِنْ فُلَانٍ: پڑھے تو جائز ہے، ذبح کرتے ہوئے پڑھنا مکروہ ہے؛ اس لیے کہ ذبح کے لیے شرط یہ ہے کہ صرف بسم اللہ پڑھے جو دعا کے معنی سے خالی ہو؛ چنانچہ اگر کوئی ذبح کرتے وقت:

---

(۱) عیسائی اور یہودی اگر بسم اللہ پڑھ کر ذبح کریں تب تو محض مکروہ ہے، اور اگر بسم اللہ نہ پڑھیں تو ان کا ذبیحہ حرام ہے (فتاوی رحیمیہ ۹/۳۲۶)

(۲) دارالاسلام میں معاہدہ کرکے مستقل طور پر رہنے والا غیر مسلم ذِمّی کہلاتا ہے اور دارالحرب (غیر اسلامی ملک) میں مستقل طور پر رہنے والا حربی کہلاتا ہے۔

بیس روپے میں اور تیسرے نے تیس روپے میں، پھر تینوں مینڈھے ایک ساتھ اس طرح رَل مل گئے کہ ان میں سے کوئی بھی اپنا جانور نہیں پہچان سکتا؛ چنانچہ آپس میں طے کر کے ہر ایک نے ایک مینڈھا اپنی طرف سے قربانی کر دیا تو تینوں کی قربانی درست ہوگئی، اور ضروری ہے کہ تیس روپے والا بیس روپے اور بیس روپے والا دس روپے صدقہ کرے اور دس روپے والے پر کچھ صدقہ نہیں، اور اگر تینوں ایک دوسرے کو (اپنا جانور قربان کرنے کی) اجازت دیں تو سب کی طرف سے قربانی کافی ہوگی اور کچھ صدقہ کرنا لازم نہیں ہوگا۔

ناخن، دانت اور سینگ سے ذبح کرنا: اگر کوئی شخص اپنی جگہ سے اکھڑے ہوئے ناخن، دانت اور سینگ سے ذبح کرے تو (یہ ذبح کرنا) مکروہ ہے؛ مگر اس جانور کا گوشت کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں، اور امام شافعیؒ کے نزدیک حرام ہے اور جو ناخن انگلی سے الگ کیا ہوا نہ ہو اس سے ذبح کرنا بالاتفاق حرام ہے؛ اس لیے کہ وہ (ذبیحہ) گلا گھونٹ کر مارے ہوئے جانور کے حکم میں ہے۔

چھری کے علاوہ چیزوں سے ذبح کرنا: بانس (یا نرکل) کی پچی سے، تیز پتھر سے اور ہر ایسی چیز سے ذبح کرنا جائز ہے جو دھاردار ہو اور رگوں کو کاٹ کر خون بہانے کی اس میں صلاحیت ہو۔

احکامِ ذبح: ذبح کرنے سے پہلے چھری تیز کر لینا مستحب ہے اور جانور کو لٹانے کے بعد چھری تیز کرنا مکروہ ہے؛ ذبح کرنے میں سر کو بالکل جدا کر دینا مکروہ ہے، اور چھری کو حرام مغز (گردن کی ہڈی کے اندر کی سفید رگ) تک پہنچا دینا بھی مکروہ ہے اور جانور کی ٹانگ پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے ذبح کی جگہ تک لے جانا مکروہ ہے۔ ذبح کے بعد جانور کی بے قراری ختم ہونے سے پہلے گردن توڑنا یا کھال کھینچنا مکروہ ہے، اور گُدی کی طرف سے ذبح کرنا بھی مکروہ ہے؛ بلکہ اس صورت میں اگر رگوں کے کٹنے سے پہلے جانور مر جائے تو (اس کا کھانا) حرام ہے۔

تنبیہ: مکروہ ہونے کا قاعدۂ کلیہ یہ ہے کہ ہر ایسا عمل جس میں اذیت اور تکلیف ہو اور ذبح میں اس کی کوئی ضرورت نہ ہو وہ مکروہ ہے۔

ذبحِ اختیاری و اضطراری: وہ جانور جو انسان سے مانوس ہے، اور بھاگتا نہیں ہے: اس کے ذبح کرنے کا طریقہ مذکورہ (چاروں) رگوں کو کاٹنا ہے (اور یہ ذبح اختیاری کہلاتا ہے) اور وہ جانور جو انسان سے ڈرتا ہے، ان سے بھاگتا اور بدکتا ہے: اس کے ذبح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو مسلسل

مارے اور (بدن کے کسی بھی حصہ کو دھار دار آلہ سے) زخمی کردے (اور اس کو ذبح اضطراری کہتے ہیں)

مسئلہ: حضرت امام محمدؒ سے مروی ہے کہ بکری اگر جنگل میں بھاگے تو اس کا ذبح اضطراری جائز ہے اور اگر شہر (آبادی) میں بھاگے تو ذبح اضطراری جائز نہیں، اور گائے اور اونٹ میں شہر اور جنگل دونوں برابر ہیں (یعنی دونوں میں ذبح اضطراری جائز ہے)

مسئلہ: قربانی کے اونٹ پر سوار ہونا، اس کو کرایہ پر دینا؛ اس کا دودھ دوہنا اور فائدہ اٹھانے کے لیے اس کے بال کاٹنا مکروہ ہے۔

قربانی کے گوشت کا حکم: قربانی کا گوشت قربانی کرنے والے کے لیے کھانا، جمع کر کے رکھنا اور جس کو چاہے دینا جائز ہے، چاہے وہ غنی (مال دار) ہو یا فقیر۔

اور اگر گھر میں زیادہ افراد نہ ہوں تو کم سے کم ایک تہائی گوشت صدقہ کرنا مستحب ہے، (اور اگر گھر میں زیادہ افراد ہوں اور کچھ صدقہ نہ کرے یا تہائی سے کم صدقہ کرے تو بھی کچھ حرج نہیں)

قربانی کے چمڑے کا حکم: قربانی کے چمڑے کا صدقہ کرنا جائز ہے، یا اس کا موزہ، چھلنی اور مشک وغیرہ ایسی چیزیں بنالے جو گھر میں استعمال ہوتی ہیں، یا چمڑے کو ایسی چیز سے بدل لے جس کی ذات سے اس کو ہلاک کیے بغیر فائدہ اٹھانا ممکن ہو، جیسے کپڑا اور موزہ وغیرہ، مگر سرکے، آٹے اور گوشت کے مسالے وغیرہ سے نہیں بدل سکتے؛ اس لیے کہ یہ چیزیں ہلاک (ختم) ہو جاتی ہیں، اور یہی حکم قربانی کے گوشت کا بھی ہے۔

قربانی کا گوشت اور چمڑا بیچنا: قربانی کے گوشت اور چمڑے کو پیسوں کے عوض بیچنا جائز نہیں؛ اس لیے کہ اس طرح کا تصرف (بیچنا) مال دار بننے کی غرض سے کیا جاتا ہے، اور یہ بات وقف کے مال (اللہ کے نام پر دی ہوئی چیز) میں جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص بچے کے نام سے اسی کے مال سے قربانی کرے تو اس کا گوشت بچہ کھائے اور اس کی ضرورت کے بہ قدر گوشت رکھ لیا جائے اور باقی گوشت سے کپڑا، موزہ وغیرہ بدل لیا جائے، اور ان چیزوں سے نہ بدلا جائے جو (استعمال کے ساتھ ہی) ختم ہو جاتی ہیں، مثلاً آٹا، سرکہ اور مٹھائی۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص قربانی کا گوشت یا چمڑا روپیوں میں بیچ دے، یا سرکہ وغیرہ سے بدل لے تو اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: قربانی کے جانور کا کوئی جزء (گوشت، چمڑا یا ہڈی) قصاب کو اجرت میں دینا جائز نہیں؛ جیسا کہ عام لوگوں میں رواج ہے کہ قربانی کا چمڑا قصاب کو اُجرت میں دیتے ہیں۔[1]

عقیقہ کے احکام

عقیقہ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک سنتِ مؤکدہ ہے، اور امام احمدؒ کی ایک روایت واجب ہونے کی بھی ہے، اور امام اعظمؒ کے نزدیک عقیقہ مستحب ہے، اور ان کی طرف عقیقہ کے بدعت ہونے کی نسبت اُن پر بہتان ہے، اَلْعَاجِلَةُ الدَّقِيقَة (کتاب کا نام) میں اسی طرح لکھا ہے۔

صحیح بخاری میں سلمان ضبی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَعَ الْغُلَامِ عَقِيقَةٌ فَاهْرِيقُوا عَنْهُ دَمًا وَّأَمِيطُوا عَنْهُ الْأَذٰى. [2]

ترجمہ: لڑکے کے ساتھ عقیقہ ہے؛ پس اس کی طرف سے خون بہاؤ یعنی جانور ذبح کرو اور اس سے باعثِ تکلیف چیز دور کرو (یعنی سر کے بال کٹواؤ اور ختنہ کرادو)

اور حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نبوت ملنے کے بعد اپنا عقیقہ کیا[3] اور ابوداؤد، ترمذی اور نسائی میں حضرت سَمُرَةُ بنُ جُنْدُب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

كُلُّ غُلَامٍ رَهِينَةٌ بِعَقِيقَتِهِ، تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ سَابِعِهِ، وَيُحْلَقُ وَيُسَمّٰى [4]

ترجمہ: ہر لڑکا اس کے عقیقہ کے بدل گروی رکھا ہوا ہے، اس کی طرف سے ساتویں دن جانور ذبح کیا جائے، اور اس کے سر کے بال کٹوا دیے جائیں، اور اس کا نام رکھا جائے۔

حضرت امام احمدؒ نے فرمایا کہ "گروی رکھا ہوا" کا مطلب یہ ہے کہ جب تک بچے کا عقیقہ نہیں کیا جائے گا، بچہ قیامت کے دن اپنے والدین کے لیے سفارش نہیں کرے گا، جس طرح گروی رکھی ہوئی چیز اپنے مالک کو فائدہ نہیں پہنچاتی۔

بچے کا عقیقہ کون کرے؟: جس آدمی پر بچے کا خرچہ واجب ہے اس کو بچے کا عقیقہ اپنے مال سے

(۱) رسالہ: قربانی کے احکام از: مولانا حسن بن حسین بن محمد علوی حنفی رحمہ اللہ۔ (۲) مشکوٰۃ (ص: ۳۶۲)
(۳) مصنف عبدالرزاق (۷۹۶۰) (۴) ابوداؤد (۲۸۴۰) مشکوٰۃ (ص: ۳۶۲)

کرنا چاہیے، بچے کے مال سے عقیقہ کرنا جائز نہیں، ورنہ ولی پر ضمان (جُرمانہ) واجب ہوگا، اور اگر بچے کا والد محتاج ہو تو اگر ہو سکے تو اس کی ماں عقیقہ کرے۔

مسئلہ: ابوداؤد شریف میں اُمِ کُرزؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ، لَايَضُرُّكُمْ أُذُكرانًا كُنَّ أَمْ إِنَاثًا (۱)

ترجمہ: لڑکے کی طرف سے دو بکری ذبح کی جائے اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری، اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ بکری ہو یا بکرا۔

لہٰذا اکثر علماء اور امام شافعیؒ کا اختیار کردہ مسلک یہی ہے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکرے ذبح کیے جائیں، اور بعض علماء کے نزدیک ایک بھی کافی ہے؛ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک بکری ذبح کی تھی اور ارشاد فرمایا تھا:

يَافَاطِمَةُ اَحْلِقِي رَأْسَهُ وَتَصَدَّقِي بِزِنَةِ شَعْرِهِ فِضَّةً. قَالَ: فَوَزَنَتْهُ فَكَانَ وَزْنُهُ دِرْهَمًا أَوْ بَعْضَ دِرْهَمٍ. (۲)

ترجمہ: اے فاطمہ! اس کے سر کے بال تراش کر اس کے برابر چاندی صدقہ کرو! ان کے بال کا وزن ایک درہم (۳) تھا یا اس سے کم۔

اس روایت کو امام ترمذیؒ نے بیان کیا ہے۔

مسئلہ: عقیقہ میں پورے ایک سال کا بکرا، بکری یا بھیڑ، بھیڑی، یا دُنبہ ذبح کرنا ہی جائز ہے، اور گائے اور اونٹ (وغیرہ) میں سات لوگوں کی شرکت ہو سکتی ہے بشرطے کہ سب کی نیت ثواب حاصل کرنے کی ہو۔

مقدمہ امام عبداللہ کی شرح وغیرہ میں ہے: وَهِيَ كَالْأُضْحِيَةِ: یعنی عقیقہ کے جانور کا حکم قربانی کے جانور کی طرح ہے، "فِي سِنِّهَا" اس کی عمر میں یعنی بکرا ایک سال سے کم کا نہ ہو۔ اور گائے دو سال سے

(۱) ابوداؤد، ترمذی، نسائی (مشکوٰۃ ص:۳۶۲)

(۱) ترمذی (مشکوٰۃ ص:۳۶۲) ایک بکری تو آپؐ نے ذبح فرمائی اور دوسری کے ذبح کا حکم آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ یا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیا تھا (حاشیہ:۱، مشکوٰۃ ص:۳۶۳) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپؐ نے جو بکری ذبح کی تھی وہ 'خوشی کی بکری' تھی، اور عقیقہ ساتویں دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔

(۳) ایک درہم کا وزن تین گرام، اکسٹھ ملی گرام اور آٹھ میکروگرام ہے۔

کم کی نہ ہو اور اونٹ پانچ سال سے کم کا نہ ہو، "وَفِیْ جِنْسِهَا" اور اس کی جنس میں، جیسے اونٹ، گائے، بکرا، بھیڑی، اور دنبہ، وَسَلَامَتِهَا اور اعضاء کی درستگی میں کہ اس کا کوئی عضو ایک تہائی سے زیادہ کٹا ہوا نہ ہو، "وَفِیْ اَفْضَلِهَا" اور اس کی فضیلت میں کہ موٹے اور قیمتی جانور کا عقیقہ کرنا افضل ہے۔ وَ الْاَكْلِ مِنْهَا: اور اس کو کھانے میں کہ عقیقہ کے گوشت کا کھانا قربانی کے گوشت کی طرح سب کے لیے جائز ہے؛ خواہ فقیر ہو یا غنی یا عقیقہ (کرنے) والا کھائے یا اس کے والدین، اسی طرح عقیقہ کے جانور کی ہڈی (ذبح کے بعد) توڑنا جائز ہے۔ وَ الْاِهْدَاءِ وَالْاِدِّخَارِ: یعنی ہدیہ دینے میں اور جمع کر کے رکھنے میں۔ وَبَيْعِهَا: اور اس کے بیچ کے جائز نہ ہونے میں۔ وَ التَّعْيِيْنِ بِالنِّيَّةِ: اور تعیین کی نیت سے متعین ہونے میں۔ وَ اِعْتِبَارِ النِّيَّةِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ: اور نیت کے معتبر ہونے وغیرہ میں (ان سب باتوں میں قربانی کی طرح ہے)

مَسْئَلَةٌ: مستحب یہ ہے کہ عقیقہ کے جانور کا سر حجام کو دیں اور ایک ران دائی (بچہ جنانے والی) کو؛ اور ایک تہائی گوشت فقراء کو، اور باقی خود کھائیں یا اپنے دوست احباب میں تقسیم کریں، اور چمڑا صدقہ کر دیں یا اپنے مصرف میں لائیں؛ لیکن زمین میں دفن نہ کریں؛ اس لیے کہ یہ مال ضائع کرنا ہے۔

مَسْئَلَةٌ: پیدا ہونے والے بچے کے سر کے بال تراش کر اس کے ہم وزن سونا یا چاندی خیرات کی جائے، اور اس کے بال اور ناخن دفن کر دیے جائیں۔

فائدہ: اس طرح بال، ناخن اور دانت وغیرہ جو کچھ انسان کے جسم سے جدا ہو اُسے دفن کر دینا چاہیے۔

مَسْئَلَةٌ: بچہ کے سر کے بال مونڈنے کے بعد اس کے سر پر زعفران یا صندل ملنا چاہیے۔

عقیقہ کے دن: پیدا ہونے کے ساتویں دن عقیقہ کیا جائے، یا چودھویں دن، یا اکیسویں دن، اور اسی حساب سے سات ماہ کے بعد یا سات سال کے بعد عقیقہ کیا جانا چاہیے؛ غرض یہ کہ سات کے عدد کی رعایت بہتر ہے۔

عقیقہ کی دعا: عقیقہ کا جانور ذبح کرتے وقت یہ دعا پڑھنی چاہیے:

اَللّٰهُمَّ هٰذِهٖ عَقِيْقَةُ ابْنِ فُلَانٍ، ترجمہ: اے اللہ! یہ میرے فلاں بیٹے (نام لیں) کا عقیقہ ہے، عقیقہ دَمُهَا بِدَمِهٖ، وَلَحْمُهَا بِلَحْمِهٖ، کے جانور کا خون اس کے خون کے بدلے ہے، اس کا گوشت اس

وَعَظْمُهَا بِعَظْمِهٖ، وَجِلْدُهَا بِجِلْدِهٖ، وَشَعْرُهَا بِشَعْرِهٖ، اللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا فِدَاءً لِابْنِیْ مِنَ النَّارِ.

کے گوشت کے بدلے ہے، اس کی ہڈی اس کی ہڈی کے بدلے ہے، اس کی کھال اس کی کھال کے بدلے ہے، اس کے بال اس کے بال کے بدلے ہے، اے اللہ! اس عقیقہ کو میرے بیٹے کے لیے جہنم سے نجات کا ذریعہ بنا!

اس کے بعد پڑھے:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ، اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، لَاشَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ، اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ.

ترجمہ: میں مکمل طور پر اس ذات پاک کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا، اس حال میں کہ میں ملتِ حنیفیہ پر ہوں اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں، یقیناً میری نماز، میری قربانی اور میرا مرنا اور جینا سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا پالن ہار ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، اور اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں، اے اللہ! یہ تیری طرف سے ہے اور تیرے لیے ہے۔

پھر بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر ذبح کرے۔

اور اگر بچے کے باپ کے علاوہ کوئی اور ذبح کرے تو ابْنِیْ کی جگہ بچے اور اس کے والد کا نام لے، اور اگر عقیقہ بچی کا ہو تو مذکر کی ضمیر کے بجائے مؤنث کی ضمیر استعمال کرے اور اس طرح پڑھے:

اَللّٰهُمَّ هٰذِهٖ عَقِیْقَةُ بِنْتِیْ فُلَانَةَ، دَمُهَا بِدَمِهَا، وَلَحْمُهَا بِلَحْمِهَا، وَعَظْمُهَا بِعَظْمِهَا، وَجِلْدُهَا بِجِلْدِهَا، وَشَعْرُهَا بِشَعْرِهَا، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا فِدَاءً لِبِنْتِیْ مِنَ النَّارِ.

منسلۃ: جہاں بھی بچہ پیدا ہو، اس کی ناف (آنول) کاٹی جائے، اس کو نہلایا جائے، کپڑا پہنایا جائے؛ لیکن پیلا کپڑا نہ پہنایا جائے اور مسنون یہ ہے کہ اس کے داہنے کان میں نماز والی اذان کہی جائے اور بائیں کان میں نماز کی تکبیر کہی جائے، اور حَیَّ عَلَی الصَّلَاۃ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کہتے وقت دونوں طرف چہرہ پھیرا جائے۔

اور اس کے بعد یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

ترجمہ: اے اللہ! میں اس بچے کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے آپ کی پناہ میں دیتا ہوں۔

اس کے بعد کھجور یا کوئی میٹھی چیز چبا کر اس کے تالوں میں لگائیں، اس کو تحنیک کہتے ہیں، تحنیک کے لیے سب سے عمدہ سوکھی کھجور ہے، پھر تر کھجور، پھر شہد۔

نام رکھنا: بچے کا اچھا نام رکھا جائے، حدیث شریف میں ہے کہ: سب سے عمدہ نام وہ ہے جو بندگی پر دلالت کرے، جیسے: عبداللہ، عبدالرحمٰن وغیرہ، یا حمد پر دلالت کرے جیسے: محمود، حامد، احمد وغیرہ، یا انبیائے کرام علیہم السلام کے نام ہوں، جیسے: محمد ابراہیم، محمد اسماعیل وغیرہ۔(۱)

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جس آدمی کے تین لڑکے پیدا ہوں، اور ایک کا نام بھی محمد نہ رکھے تو یقیناً اس نے بڑی نادانی کی(۲) یعنی اس نام کے ثواب اور اس کی برکت کو نہیں سمجھا۔

اور ابونعیم کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! میں ہرگز اس آدمی کو جہنم کا عذاب نہ دوں گا، جس کا نام آپ کے نام کی طرح ہوگا،(۳) یعنی رسول اللہ ﷺ کا نام ہونا چاہیے، محمد احمد، محمد علی۔ احمد حسن وغیرہ(۴) وَاللّٰهُ أَعْلَمُ وَعِلْمُهُ أَتَمُّ(۵)

(۱) (صحیح مسلم، الآداب/باب النهی عن التکنّی بأبی القاسم الخ (۲۱۳۲، ۲۱۳۳، ۲۱۳۵) وابوداؤد/ الأدب/ فی تفسیر الأسماء (۴۹۵۰)

(۲) یہ روایت ضعیف ہے، دیکھیے: تنزیهُ الشریعة المرفوعة ۱/ ۱۹۷۔

(۳) ابونعیم کا حوالہ دست یاب نہیں ہوا؛ البتہ جامع الأحادیث القدسیہ (۱/ ۱۵۲) حدیث نمبر ۹۶۴ میں اس طرح کی ایک روایت کو موضوع قرار دیا ہے، اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

یوقف عبدان بین یَدَی اللّٰهِ تعالی فیامر بها إلی الجنةِ فیقولان: ربنا بما استأهلنا الجنةَ ولَمْ نَعْمَلْ عملاً تُجَازِیْنَا بِهِ، یَقُوْلُ لهما: عَبْدَیَّ اُدْخُلا الجنةَ فإنی آلَیْتُ عَلٰی نَفْسی أن لَایَدْخُلَ النَّارَ مَنِ اسْمُهُ مُحَمَّدٌ وَلَا أحمدُ، رواه ابن بکیر فی جُزْءٍ اسْمُهُ محمدٌ واحمدُ من حدیث أنس (قال المصنف: موضوعٌ)

(۴) یعنی رسول اللہ ﷺ کا کوئی نام بچے کے نام کا جزء ہونا چاہیے!

(۵) رسالہ: عقیقہ کے احکام، از مولانا محمد عبدالغفار لکھنوی۔

کفریہ کلمات

از فتاوی برہانی

دستورُ القضاء میں خلاصۃُ الفتاوی سے نقل کیا ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں کفر کی چند جہتیں ہوں اور ایک جہت کفر نہ ہونے کی ہو تو کفر کا فتوی نہ دیا جائے اور فقیر (مصنفؒ) کہتا ہے: لیکن خود کو کفر کی ایک جہت کے اندیشہ سے بھی بچائے رکھنا چاہیے۔ (۱)

مسئلہ: اگر کوئی شخص حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو گالی دے تو کافر ہو جائے گا؛ البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخینؓ پر فضیلت دینے سے (گنہ گار ہوگا) کافر نہیں ہوگا؛ اس لیے کہ یہ (تفضیل) بدعت ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص (آخرت میں) اللہ تعالیٰ کے دیدار کو ناممکن سمجھے تو وہ کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ: اللہ تعالیٰ کے لیے جسم دار ہونے کی بات کہنا، اسی طرح (جسمانی)، ہاتھ اور پیر ہونے کی بات کہنا کفر ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص کفر کی بات اپنے اختیار سے کہے اور یہ نہ سمجھتا ہو کہ یہ کفر کی بات ہے تو اکثر علماء اس بات کے قائل ہیں کہ وہ کافر ہو جائے گا، معذور نہ سمجھا جائے گا، ہاں! اگر بلا ارادہ زبان پر کفر کی بات آجائے تو کافر نہ ہوگا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص کافر ہونے کا ارادہ کرے چاہے کافی مدت کے بعد تو وہ فوراً کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص قطعی حرام کو حلال کہے یا قطعی حلال کو حرام کہے تو وہ کافر ہو جائے گا؛ اسی طرح اگر فرض کو فرض نہ مانے تو بھی کافر ہو جائے گا۔

---

(۱) محض اسی غرض سے کفریہ کلمات کے مسائل لکھے گیے ہیں؛ تاکہ پڑھنے والے اس قسم کی چیزوں سے بچے اور دوسروں کو بچائے، یہ مطلب نہیں ہے کہ ان باتوں کی وجہ سے کفر کا فتوی دیا جائے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص مردار کا گوشت بیچتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ یہ مردار نہیں، حلال ہے تو وہ کافر نہیں ہوگا (لیکن جھوٹ اور دھوکا دینے کی وجہ سے سخت گنہ گار ہوگا)

مسئلہ: اگر کوئی شخص دوسرے سے کہے: کیا تو خدا سے نہیں ڈرتا! اس نے جواب دیا: نہیں! تو وہ کافر ہو جائے گا، اور محمد بن فضیلؒ کے نزدیک جواب دینے والا اگر گناہ میں مشغول ہے تو کافر ہو جائے گا؛ ورنہ نہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص کہے کہ وہ شخص اگر خدا بن جائے تو بھی میں اپنا حق اس سے وصول کروں گا تو کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص (دوسرے سے) کہے کہ جب اللہ تعالیٰ تجھ پر قابو نہیں پا سکتا تو میں کس طرح تجھ پر قابو پالوں گا؟ تو یہ کہنے والا کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص دوسرے سے کہے کہ آسمان پر میرا خدا ہے اور زمین پر تو (خدا) ہے تو وہ کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر کسی شخص کے بچے کا انتقال ہو جائے اور وہ کہے: اللہ تعالیٰ اس کے محتاج تھے؛ تو وہ کافر ہو جائے گا، اور اگر دوسرا کہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ظلم کیا؛ تو وہ کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر کسی شخص نے کسی پر ظلم کیا اور مظلوم نے کہا: ''اے اللہ! آپ اس کی (توبہ) قبول نہ فرمائیں! اگر آپ اس کی توبہ قبول کریں گے بھی تو میں قبول نہ کروں گا؛ تو وہ شخص کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص کہے کہ میں ثواب اور عذاب سے بیزار ہوں تو کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص بغیر گواہ کے نکاح کرے اور کہے کہ میں نے اللہ اور اس کے رسول کو گواہ بنایا، یا فرشتے کو گواہ بنایا؛ تو وہ کافر ہو جائے گا (اور نکاح بھی صحیح نہیں ہوگا)

مسئلہ: اور مجمع النوازل سے نقل کیا ہے کہ اگر اس نے کہا کہ دائیں ہاتھ والے فرشتہ کو اور بائیں ہاتھ والے فرشتہ کو گواہ بنایا تو وہ کافر نہ ہوگا؛ لیکن نکاح بھی صحیح نہیں ہوگا۔

مسئلہ: اگر کوئی جانور بولا، پس کسی نے کہا کہ بیمار مر جائے گا، یا کہا کہ غلہ مہنگا ہو جائے گا، یا جانور کے بولنے کے بعد کوئی شخص سفر سے واپس آجائے تو ان کے کفر میں اختلاف ہے (بعض فقہاء کے نزدیک کافر ہو جائے گا اور بعض کے نزدیک نہیں ہوگا)

مسئلہ: اگر کسی سے یہ کہا کہ اللہ جانتا ہے کہ میں ہمیشہ برابر تم کو یاد کرتا ہوں تو بعض نے کہا کہ وہ کافر ہو جائے گا، یا یہ کہا کہ اللہ جانتا ہے: میں تیری خوشی اور غمی میں ایسا ہوں جیسا اپنی خوشی اور غمی میں تو بعض علماء کہتے ہیں: وہ کافر ہو جائے گا؛ لیکن بعض دوسرے علماء فرماتے ہیں: اگر وہ اس شخص کی نیکی اور بدی میں اپنی جان اور اپنے مال سے اس طرح حاضر رہتا ہو جس طرح اپنی نیکی اور بدی میں تو کافر نہیں ہوگا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص (قسم کھاتے ہوئے) کہے: اللہ تعالیٰ کی اور تیرے پاؤں کی قسم؛ تو کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص کہے کہ رزق اللہ کی طرف سے ہے، لیکن بندے سے بھی ڈھونڈھنا چاہیے؛ تو کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی کہے کہ اگر فلاں آدمی نبی ہوگا تو میں اس پر ایمان نہ لاؤں گا یا کہا کہ: اگر اللہ تعالیٰ بھی نماز کا حکم دیں تو میں نماز نہیں پڑھوں گا، یا کہا کہ قبلہ اس طرف ہوگا تو میں نماز نہیں پڑھوں گا؛ تو کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی کسی نبی کی توہین کرے تو وہ کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر کسی نے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام کپڑا بنتے تھے، اس پر دوسرا بولا: پس ہم سب جولاہے ہیں؛ تو یہ دوسرا شخص کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی کہے کہ اگر آدم علیہ السلام گیہوں نہ کھاتے تو ہم بد بخت (بدنصیب) نہ ہوتے تو کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ: کسی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ایسا کرتے تھے اس پر دوسرے نے کہا: یہ تو بے ادبی ہے؛ تو وہ کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی کہے کہ ناخن کاٹنا سنت ہے، اس پر دوسرا کہے کہ اگر چہ سنت ہو میں نہیں کروں گا؛ تو کافر ہو جائے گا، اور اگر یہ کہے کہ سنت کیا کام آئے گی؟ تو (بھی) کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر کسی نے نیک کام کا حکم دیا، اس پر دوسرے نے کہا: یہ کیا شور مچا رکھا ہے؟ اگر یہ جملہ اس نے تردید کے طور پر کہا ہے؛ تو کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ: فتاوی سراجیہ میں لکھا ہے: قرض وصولی کرنے والا اگر یہ کہے کہ: اگر مقروض (جس پر قرض ہے) دنیا کا خدا ہے تب بھی میں اس سے (قرض) وصول کرلوں گا؛ تو وہ کافر ہو جائے گا، اور اگر یہ کہے کہ اگر وہ پیغمبر ہے (تب بھی وصول کرلوں گا) تو کافر نہ ہوگا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص کہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اس طرح ہے، اس پر دوسرا کہے: میں اللہ کے حکم کو کیا جانوں؟ تو وہ کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر کسی نے فتوی کی طرف دیکھا اور کہا: یہ کیا بوجھ نامہ لایا ہے؟ تو اگر اس نے شریعت کو حقیر جان کر کہا ہے؛ تو کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر کسی نے کہا کہ شریعت کا حکم اس طرح ہے، اس پر دوسرے نے زور سے ڈکار لی اور شریعت کے بارے میں کہا: یہ نکمی بات ہے؛ تو وہ کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر کسی سے کہا کہ فلاں کے ساتھ صلح کرلے اس شخص نے جواب دیا: میں مورتی کو سجدہ کروں گا؛ مگر اس کے ساتھ صلح نہیں کروں گا؛ تو کافر نہیں ہوگا؛ اس لیے کہ اس کا مقصد صلح کو ناممکن بتانا ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی فاسق (حرام کا مرتکب) نیک لوگوں سے کہے کہ آیئے! مسلمانوں کے کام دیکھیے! اور گناہ کی مجلس کی طرف اشارہ کیا؛ تو وہ کافر ہو جائے گا (کیوں کہ اس نے فسق کے کاموں کو اسلامی کام ٹھہرایا)

مسئلہ: اگر کوئی شرابی (باہوش ہوتے ہوئے) کہے کہ وہ شخص خوش ہے جو ہماری خوشی پر خوش ہے، ابوبکر طرخانؒ کہتے ہیں: وہ آدمی کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی عورت کہے: عقل مند شوہر پر لعنت ہے! تو وہ کافر ہو جائیگی۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص کہے کہ جب تک حرام روزی پاتا ہوں حلال کے پاس کیوں پھٹکوں! تو وہ کافر نہ ہوگا۔

مسئلہ: اگر کوئی بیمار آدمی کہے کہ (اے اللہ!) اگر آپ چاہیں تو مسلمان ہونے کی حالت میں جان لیں اور اگر چاہیں تو کافر ہونے کی حالت میں؛ تو وہ (کفر کی حالت میں موت پر راضی ہونے کی وجہ سے) کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ: فتاوی سراجیہ میں لکھا ہے: اگر کوئی کہے کہ (اے اللہ!) مجھ پر روزی کشادہ کرا یا مجھ پر ظلم مت کرا تو ابو نصرؒ نے اس کے کفر میں توقف کیا ہے؛ لیکن ظاہر بات یہ ہے کہ وہ کافر ہو جائے گا؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ظلم کا اعتقاد رکھنا کفر ہے۔

مسئلہ: کوئی شخص اذان دے رہا تھا، دوسرے نے کہا: تو نے جھوٹ کہا؛ تو وہ کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص رسول اللہ ﷺ پر عیب لگائے، یا آپؐ کے موئے مبارک کو مویک (حقیر بال) کہے؛ تو وہ کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص ظالم بادشاہ کو عادل (انصاف کرنے والا) کہے تو امام ابو منصور ماتریدیؒ فرماتے ہیں: وہ شخص کافر ہو جائے گا؛ اور امام ابو القاسمؒ فرماتے ہیں: وہ کافر نہ ہوگا؛ اس لیے کہ ہو سکتا ہے اس نے کبھی عدل وانصاف کیا ہو۔

مسئلہ: فتاوی حمادیہ اور سراجیہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ اعتقاد رکھے کہ خراج (زمینوں کا محصول، مال گزاری) اور خزانہ شاہی وغیرہ بادشاہ کی ملکیت ہے تو وہ کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ: فتاوی سراجیہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرے سے کہے کہ کیا تم غیب کا علم رکھتے ہو؟ اس پر وہ کہے کہ رکھتا ہوں؛ تو وہ کافر ہو جائے گا (اس لیے کہ غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے)

مسئلہ: اگر کوئی کہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے تیرے بغیر جنت میں بھیجا تو میں نہ جاؤں گا؛ تو صحیح تر قول یہ ہے کہ وہ آدمی کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی کہے کہ میں مسلمان ہوں، اس پر دوسرا کہے: تجھ پر اور تیری مسلمانی پر لعنت ہے! تو وہ آدمی کافر ہو جائے گا، اور جامع الفتاوی میں ہے کہ اظہر (ظاہر تر بات) یہ ہے کہ وہ کافر نہیں ہوگا۔

مسئلہ: فتاوی سراجیہ میں ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اگر فرشتے اور انبیاء گواہی دیں کہ تیرے پاس چاندی نہیں ہے تو بھی میں یقین نہیں کروں گا؛ تو وہ کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی آدمی دوسرے سے کہے: اے کافر! اس پر دوسرا کہے: اگر میں ایسا نہ ہوتا تو تیری صحبت اختیار نہ کرتا؛ تو بعض علما فرماتے ہیں: وہ کافر ہو جائے گا اور بعض فرماتے ہیں: کافر نہیں ہوگا۔

مسئلہ: اگر کوئی کہے کہ تیرے ساتھ ہونے سے کافر ہونا بہتر ہے تو کافر نہیں ہوگا؛ اس لیے

کہ اس کا مقصد دوری ڈھونڈھنا ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی دوسرے سے کہے: نماز پڑھو! اس پر دوسرا جواب دے کہ تو نے اتنی نمازیں پڑھیں تجھے کیا ملا؟ یا کہے کہ میں نے اتنی نمازیں پڑھیں مجھے کیا ملا؟ تو وہ آدمی کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی دوسرے سے کہے: تو کافر ہو گیا، دوسرے نے جواب دیا: کافر ہی سمجھا تو وہ کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص کہے کہ مجھے بیوی اللہ تعالیٰ سے زیادہ محبوب ہے؛ تو وہ کافر ہو جائے گا، اس کو توبہ کرنی چاہیے، اور جب توبہ کرے تو نئے سرے سے نکاح بھی کرنا چاہیے۔

مسئلہ: اگر کوئی غیر مسلم کسی مسلمان سے کہے: مجھے اسلام کا طریقہ سکھلا تا کہ میں آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوؤں، اس نے جواب دیا: رُک جا؛ تا کہ فلاں قاضی یا فلاں عالم کے پاس جائے، وہ تجھ کو سکھلائے گا، اس وقت اس کے ہاتھ پر مسلمان ہونا؛ اس صورت میں صحیح تر قول یہ ہے کہ وہ کافر نہ ہوگا۔ اور اگر وعظ کہنے والا کہے کہ رُک جا تا کہ فلاں دن مجلس میں اسلام قبول کرنا تو فتویٰ اس پر ہے کہ وہ کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی کہے: مجھے کھیل نے روزے نماز سے روک رکھا ہے؛ تو وہ کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی کسی سے کہے: تم تھوڑے دن نماز مت پڑھو؛ تا کہ بے نماز ہونے کی مٹھاس چکھو؛ تو وہ کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی کہے: علماء کا کام بھی وہی ہے اور کافروں کا کام بھی وہی ہے؛ تو کافر ہو جائے گا، ہاں! یہ بات اگر کسی معین عالم کے بارے میں کہے تو کافر نہ ہوگا۔

مسئلہ: اگر کوئی دعا میں یہ کہے کہ اے اللہ! اپنی رحمت کو مجھ سے دور مت رکھ! تو یہ کفریہ الفاظ میں سے ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص کسی عورت سے کہے: تو مرتد ہو جا، اس طرح تو اپنے شوہر سے جدا ہو جائے گی؛ تو ایسا مشورہ دینے والا کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ: اپنے لیے اور دوسروں کے لیے کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے؛ اور صحیح یہ ہے کہ اگر کفر کو بُرا سمجھتا ہو، اور چاہتا ہو کہ اس کا دشمن کافر ہو جائے؛ تو یہ شخص اس راضی ہونے سے کافر نہ ہوگا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص شراب نوشی کی مجلس میں واعظوں کی طرح اونچی جگہ پر بیٹھے اور ہنسی کی باتیں کرے، اور مجلس کے لوگ اس کی باتوں سے ہنسیں؛ تو سب کافر ہو جائیں گے (کیوں کہ اس فعل سے دین کی اہانت لازم آتی ہے، اور دین کی اہانت کفر ہے)

مسئلہ: اگر کوئی شخص (گناہ کی) آرزو کرے اور کہے کہ کاش زنا یا قتلِ ناحق جائز ہوتا! تو وہ کافر ہو جائے گا۔ اور اگر آرزو کرے اور کہے: کاش! شراب حلال ہوتی یا رمضان کا روزہ فرض نہ ہوتا تو کافر نہیں ہوگا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص کہے: خدا جانتا ہے کہ میں نے یہ کام نہیں کیا؛ حالانکہ اس نے وہ کام کیا ہے تو اس کے کفر میں دو قول ہیں، زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ کافر ہو جائے گا۔

اور امام سَرَخسیؒ سے منقول ہے کہ اگر قسم کھانے والا اعتقاد رکھتا ہو کہ یہ جھوٹی بات بولنا کفر ہے؛ تو اس صورت میں وہ کافر ہو جائے گا اور اگر ایسا اعتقاد نہ رکھتا ہو؛ تو کافر نہیں ہوگا، حُسام الدینؒ کا فتویٰ اِسی پر ہے۔

مسئلہ: امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ صرف اُن چیزوں کے انکار سے آدمی ایمان سے خارج ہوتا ہے جن پر ایمان لانا واجب ہے (جیسے توحید، نبوت، فرشتوں کا وجود، حشر ونشر وغیرہ)

مسئلہ: امام ناصر الدینؒ نے فرمایا ہے کہ جس چیز سے مرتد ہونا یقینی ہے اس کے ظاہر ہونے سے مرتد ہونے کا حکم لگایا جائے گا، اور جس چیز کے (سببِ) ردّت ہونے میں شک ہے اس کی وجہ سے مرتد ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا؛ اس لیے کہ ثابت چیز شک کی وجہ سے زائل نہیں ہوتی، حالاں کہ اسلام غالب رہتا ہے، مغلوب نہیں ہوتا اور مسلمانوں پر کفر کا حکم لگانے میں جلدی نہیں کرنی چاہیے، درانحالے کہ علماء نے مُکرَہ (جس سے زبردستی کفریہ بات کہلائی گئی ہو اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو) کے اسلام کے صحیح ہونے کا حکم لگایا ہے۔

مسئلہ: فتاویٰ تاتارخانیہ میں "ینابیع" سے نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے ارشاد فرمایا: کفر اس وقت تک کفر نہیں جب تک اس کا اعتقاد نہ ہو (یعنی دل سے اس کو مان نہ لے)

مسئلہ: محیط اور ذخیرہ (کتابوں کے نام) میں لکھا ہے کہ مسلمان اس وقت تک کافر نہیں ہوتا؛ جب تک جان بوجھ کر کفر اختیار نہ کرے۔

مسئلہ: مُضمَرات میں نِصاب اور جامعِ صغیر (کتاب کے نام) سے نقل کیا ہے کہ اگر کوئی آدمی کفر والی بات جان بوجھ کر کہے؛ لیکن کفر کا اعتقاد نہ ہو تو بعض علماء کہتے ہیں: وہ کافر نہیں ہوگا؛ اس لیے کہ کفر کا تعلق اعتقاد سے ہے اور بعض علماء کہتے ہیں: کافر ہو جائے گا؛ اس لیے کہ کفر پر رضامندی ہے (اور وہ کفر ہے)

مسئلہ: اگر جاہل کفریہ بات بولے اور نہ جانتا ہو کہ یہ کفریہ بات ہے، تو بعض علماء فرماتے ہیں: کافر نہ ہوگا؛ اس لیے کہ نہ جاننا عذر ہے، اور دوسرے بعض کہتے ہیں: کافر ہو جائے گا؛ اس لیے کہ نہ جاننا عذرِ (شرعی) نہیں ہے۔

مسئلہ: میاں بیوی میں سے کسی ایک کے مرتد ہونے سے نکاح باطل ہو جاتا ہے، قاضی کے فیصلہ پر موقوف نہیں رہتا، یہ مُنتقیٰ (نامی کتاب) کی روایت ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی مسلمان آگ پوجنے والوں (مجوسیوں) کی طرح کی ٹوپی پہنے یا ہندوؤں کی طرح کے کپڑے پہنے؛ تو بعض علماء کہتے ہیں: کافر ہو جائے گا اور بعض کہتے ہیں نہیں ہوگا، اور بعض متاخرین (علماء) کہتے ہیں: اگر کسی ضرورت کی وجہ سے پہنے تو کافر نہ ہوگا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص جنیو[1] باندھے، تو قاضی ابو حفصؒ کہتے ہیں: اگر کافروں سے جان بچانے کے لیے باندھی ہے؛ تو کافر نہ ہوگا، اور اگر تجارت میں فائدہ کی غرض سے باندھی ہے؛ تو کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ: مجوسی نَوروز (تہوار) کے دن جمع ہوتے ہیں، یا ہندو ہولی اور دیوالی کے دن خوشی مناتے ہیں؛ پس کوئی مسلمان کہے: کیا عمدہ طریقہ رائج کیا ہے؟! تو وہ کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ: مجمع النوازل سے نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے صغیرہ گناہ کا ارتکاب کیا، اس پر کسی نے اُسے کہا: توبہ کر! اس نے جواب میں کہا: میں نے کیا کیا ہے جو توبہ کروں؟ تو وہ کافر ہو جائے گا (جب کہ گناہ اس کو یاد ہو)

مسئلہ: اگر کوئی شخص حرام مال صدقہ کرے اور ثواب کی امید رکھے تو وہ کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر فقیر یہ جانتا ہو کہ حرام مال سے (صدقہ) دیا ہے، پھر بھی اس نے صدقہ دینے والے کے لیے دعا کی، اور صدقہ دینے والے نے اس پر آمین کہی تو وہ (صدقہ دینے والا) کافر

(۱) بٹا ہوا دھاگہ جیسے ہندو بڑی کی طرح گلے میں ڈالے رہتے ہیں۔

ہوجائے گا۔

مسئلہ: کسی فاسق (حرام کام کرنے والے) نے شراب پی، اسی حالت میں اس کے رشتہ دار آئے اور انھوں نے پیسے نچھاور کیے، یا مبارک باد دی تو دونوں صورتوں میں سب کافر ہوجائیں گے۔

مسئلہ: اپنی بیوی کے ساتھ لواطت (پیچھے کی راہ میں وطی کرنے) کو جائز سمجھنے سے کافر نہ ہوگا؛ اور اپنی بیوی کے علاوہ کے ساتھ جائز سمجھنے سے کافر ہوجائے گا۔

مسئلہ: حیض کی حالت میں وطی کو جائز سمجھنا کفر ہے، اور باندی خریدنے کے بعد ایک حیض کی مدت (استبراء) کے درمیان وطی کو جائز سمجھنا بدعت ہے، کفر نہیں۔

مسئلہ: خسروانی (کتاب کا نام) میں لکھا ہے: کوئی شخص اونچی جگہ بیٹھے اور لوگ اس سے ہنسی مذاق کے طور پر مسائل پوچھیں اور وہ ہنسی مذاق کے طور پر جواب دے؛ تو وہ کافر ہوجائے گا، اور اونچی جگہ بیٹھنا شرط نہیں، دینی علوم کا مذاق اڑانا (مطلقاً) کفر ہے۔

مسئلہ: اگر کسی نے کہا: مجھے علمی مجلس سے کیا کام؟ یا کہے: جو باتیں علماء کہتے ہیں اُن کو کون کرسکتا ہے؟ تو کافر ہوجائے گا۔ (اس لیے کہ اُس نے احکامِ شریعت کو ناقابلِ عمل قرار دیا)

مسئلہ: اگر کوئی کہے: روپے چاہئیں! علم (دین) کیا کام آئے گا! تو وہ کافر ہوجائے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی کہے: یہ لوگ جو علم سکھلاتے ہیں، وہ داستانیں (جھوٹے افسانے) ہیں یا فریب ہیں، یا کہے کہ میں علماء کی مکاریوں کو نہیں مانتا، تو کافر ہوجائے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی کسی سے کہے کہ میرے ساتھ شریعت پر آ، اس نے جواب دیا: سپاہی لا! تو وہ کافر ہوجائے گا (کیوں کہ اس نے شریعت پر خوشی سے عمل کرنے سے انکار کیا)

اور اگر کہا کہ قاضی کے پاس چل! اس نے جواب میں کہا: سپاہی لا! تو کافر نہیں ہوگا۔

مسئلہ: اگر کوئی کسی سے کہے: جماعت کے ساتھ نماز پڑھو اور وہ جواب دے: إِنَّ الصَّلَاةَ تُنْهَا: (نماز تنہا ہے، جماعت سے نہیں ہے) تو کافر ہوجائے گا (کیوں کہ اس نے قرآن کے ساتھ استہزاء کیا ہے)

مسئلہ: اگر کوئی شخص قرآن کی آیت کو پیالے میں رکھ کر اس کو پانی سے بھردے اور پڑھے: وَكَأْسًا دِهَاقًا: تو وہ کافر ہوجائے گا۔

مسئلہ: دیگ میں بچے کھچے کے بارے میں اگر کوئی شخص یہ آیت پڑھے: وَ الْبَاقِیَاتُ الصَّالِحَاتُ: تو وہ کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص بسم اللہ کہہ کر شراب پیے یا (بسم اللہ پڑھ کر) زنا کرے تو کافر ہو جائے گا؛ اسی طرح اگر بسم اللہ پڑھ کر حرام کھائے (تو بھی کافر ہو جائے گا)

مسئلہ: اگر رمضان کا مہینہ آئے اور کوئی کہے: رنج وغم سر پر آ گیا! تو کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر کسی سے کہے: چلو، فلاں آدمی کو اچھی باتوں کا حکم کریں، اور وہ جواب دے اس نے میرا کیا (کام) کیا ہے جو میں اس کو امر بالمعروف کروں؟ تو وہ کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص قرض دار سے کہے: میرا روپیہ دنیا ہی میں دے دے؛ اس لیے کہ آخرت میں روپے نہیں ہوں گے، اس پر قرض دار کہے: مزید دس روپے اور دے دے، آخرت میں مجھ سے لے لینا، وہاں ادا کر دوں گا تو وہ (قرض دار) کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص بادشاہ کو سجدۂ عبادت کرے تو بالاتفاق کافر ہو جائے گا، اور اگر سلام کی طرح اکرام کے ارادہ سے کرے تو اس میں علماء کا اختلاف ہے؛ فتاوی ظہیریہ میں ہے کہ کافر نہیں ہوگا، اور ہدایہ کی شرح مُؤَیَّدُ الدِّرَایہ میں ہے کہ بالاجماع سجدہ ناجائز ہے؛ البتہ کسی دوسری طرح سے خدمت کرنا جائز ہے؛ جیسے: سامنے کھڑے رہنا، ہاتھ چومنا (جب کہ سر نہ جھکے) یا (ذرا سا) پیٹھ جھکانا (وغیرہ)

مسئلہ: جو شخص بتوں کے نام پر جانور ذبح کرے؛ خواہ کنوؤں پر ہو، یا دریاؤں پر، یا نہروں پر، یا گھروں پر، یا چشمہ وغیرہ پر؛ تو ذبح کرنے والا مشرک ہو جائے گا، اس کی بیوی اس سے الگ ہو جائے گی اور ذبح کیا ہوا جانور مردار ہوگا۔

مسئلہ: دستور القضاء میں امام زاہد ابوبکرؒ سے نقل کیا ہے کہ جو آدمی کافروں کے تہوار میں شامل ہو، جیسے: مجوسیوں کے نَوروز، اسی طرح ہندوؤں کی دیوالی اور دسہرہ وغیرہ اور کھیل کود (مذہبی رسوم ادا کرنے) میں کافروں کی موافقت کرے، تو وہ کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ: جب زندگی سے مایوسی ہو جائے اس وقت کا ایمان مقبول نہیں؛ البتہ اس وقت کی توبہ کے سلسلے میں صحیح تر قول یہ ہے کہ مقبول ہے۔

مسئلہ: شرح مقاصد (کتاب کا نام) میں لکھا ہے کہ جو شخص ضروریات دین کا انکار کرے،

مثلاً: دنیا کے فنا ہونے کا، یا (محشر میں) جسموں کے جمع ہونے کا، یا اللہ تعالیٰ کے تمام جزئیات کو جاننے وغیرہ کا انکار کرے تو وہ بالاتفاق کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر عقائد کے ایسے مسائل میں اہل السنۃ والجماعۃ کے خلاف عقیدہ رکھے، جن میں روافض، خوارج اور معتزلہ وغیرہ کی طرح دوسرے اسلام کے دعویدار باطل فرقے اختلاف رکھتے ہیں تو ایسے شخص کے کافر قرار دینے کے سلسلے میں علماء کا اختلاف ہے۔ مُنْتَقٰی میں امام ابوحنیفہؒ سے مروی ہے کہ میں کسی اہلِ قبلہ کو کافر نہیں کہتا، اور ابو اسحاق اسفرائینیؒ فرماتے ہیں: ہر وہ شخص جو اہلِ سنت کو کافر قرار دیتا ہے میں بھی اس کو کافر قرار دیتا ہوں، اور جو کافر قرار نہیں دیتا میں بھی اس کو کافر قرار نہیں دیتا۔

مسئلہ: علامہ عَلَمُ الْھُدٰی نے اَلْبَحْرُ الْمُحِیْط (کتاب کا نام) میں لکھا ہے کہ: جو ملعون سرورِ کائنات جنابِ رسولِ اکرم ﷺ کو گالی دے، یا آپ ﷺ کی اہانت کرے یا (آپ ﷺ کی) دینی باتوں میں سے کسی بات میں عیب نکالے، یا آپ ﷺ کی صورتِ مبارکہ میں یا اوصافِ شریفہ میں (عیب نکالے) خواہ مسلمان ہو یا ذِمّی (معاہدہ کے ساتھ دارُالاسلام میں رہنے والا کافر) یا حربی (دارُالحرب میں مستقل طور پر رہنے والا کافر) چاہے ہزل (مذاق) کے طور پر ایسا کیا ہو؛ تو وہ کافر ہو جائے گا، اس کو قتل کرنا واجب ہے، اس کی توبہ قبول نہیں[1]، اور اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ کسی بھی نبی کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کرنا کفر ہے؛ خواہ جائز سمجھ کر کرے یا حرام سمجھ کر۔

مسئلہ: جو کچھ روافض کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دشمنوں کے ڈر سے اللہ تعالیٰ کے بعض احکام نہیں پہنچائے، تو ایسا کہنا کفر ہے۔

(اور اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہوں اس بات پر کہ اس نے مجھے اسلام کا راستہ دکھایا، اور ہم کبھی راہِ ہدایت نہیں پا سکتے تھے اگر اللہ تعالیٰ ہماری رہبری نہ فرماتے، واقعہ یہ ہے کہ ہمارے ربّ کے رسول دینِ حق لے کر آئے (تو ہمیں دین نصیب ہوا) اللہ تعالیٰ بے پایاں رحمتیں اور سلامتی نازل فرمائیں تمام نبیوں پر، خاص طور پر ہمارے آقا اور سب سے آخری پیغمبر جہانوں کے لیے سفارش کرنے والے، اور قیامت کے دن نبیوں کی نمائندگی کرنے والے پر اور ان کی آلؓ پر اور ان کے صحابہؓ پر اور ان کے بھی پیروکاروں پر)

کتاب پوری ہوئی

(۱) صحیح قول کے اعتبار سے اس کی توبہ قبول ہے (دیکھیے: ردالمحتار ۶/۳۸۱ دارالکتاب دیوبند)

فہرست مطبوعات مکتبہ دارالعلوم، شیخ الہند اکیڈمی وتحفظ ختم نبوت

دارالعلوم دیوبند

اجتماع گنگوہ
اجودھیا کے اسلامی آثار
احسن القری فی توضیح ام القری العربی
اردو کاملہ
اسلامی اور عقلیات
اشاعت الاسلام
افکار عالم مکمل دو جلد
ایضاح الادلہ
آب حیات
آئینہ حقیقت نما مع تحقیق وتخریج
ایمان وعمل
بریلویت طلسم فریب یا حقیقت
براہین قاسمیہ
تاریخ دارالعلوم دیوبند مکمل اردو ۲ جلدیں
تاریخ دارالعلوم دیوبند مکمل انگریزی
تدوین سیر ومغازی
تذکرۃ النعمان
تصفیۃ العقائد
تقریر دل پذیر
ثبوت حاضر ہیں
جماعت اسلامی کا دینی رخ مکمل
حجۃ الاسلام اردو
حکمت قاسمیہ
حیات اور کارنامے حضرت شیخ الہندؒ
ختم نبوت کامل
خواتین اسلام کی دینی وعلمی خدمات
چند اہم عصری مسائل
دارالعلوم دیوبند عربی
دارالعلوم دیوبند کا اتہاس (ہندی)
دارالعلوم دیوبند کے ابتدائی نقوش
دارالعلوم کا فتوی اور اس کی حقیقت
درر منثورہ اول دوم
دو ضروری مسئلے
رد مرزائیت کے ذریں اصول
سوانح انبیاء اربعہ
سوانح قاسمی مکمل
شوریٰ کی شرعی حیثیت
طائفہ منصورہ
علوم القرآن
عہد رسالت (غار حرا سے گنبد خضرا تک)
غلط فہمیوں کا ازالہ
مسلمانوں کے ہر طبقے وہر پیشہ میں علم وعلماء
فتاوی دارالعلوم دیوبند جلدیں ۱۸
قادیانی مسائل ہندی
قرآن محکم
فقہائے صحابہ
قبلہ نما
کثرت رائے کا فیصلہ
قرآنی پیشین گوئیاں
مجموعہ رسائل چاندپوریؒ
مجموعہ رسائل شاہجہاں پوریؒ
مبادئ الفلسفہ
مفتاح العربیہ اول
مفتاح العربیہ دوم
محاورات فی الدین
مودودی مذہب
مکتوبات ثلاثہ
مقالات حبیب ۳ جلد مکمل

کتوب ہدایت

مخطوطات اول ودوم

نماز کے چند اہم مسائل کی تحقیق

غیر مقلدیت اسباب وتدارک

حفظ الرحمٰن لمذہب النعمان

الحدیث الحسن

الفتنة الدجالیه

تفسیر النصوص

حیات اور کارنامے حضرت مولانا رشید احمدؒ

ردود علی الاعتراضات الفلسفیة الموجهة إلى السلام (عربی)

علماء دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج اردو

الکلام المفید فی اثبات التقلید

نماز جنازہ میں قراءۃ فاتحہ دلائل شرعیہ کی نظر میں

علماء دیوبند خدماتهم فی الحدیث

قادیانی مسائل اردو

گالیاں کون دیتا ہے مسلمان یا قادیانی

مجموعہ رسائل ومقالات

نظریہ وقرآن پر ایک نظر

نیک بیبیاں نماز کہاں پڑھیں

ذرا غور کریں

الإسلام والعقلانیه (عربی)

الرای النجیح فی رکعات التراویح

حسن غریب دو جلد

حیات اور کارنامے حضرت مولانا محمد قاسمؒ

الإمام محمد قاسم نانوتویؒ کما رأیته

خیر القرون کی درسگاہیں اور ان کا نظام تعلیم وتربیت

مقالات ابو المآثر

فتح المبین فی کشف مکائد غیر المقلدین

شموخ الإمام أبی داؤد السجستانی

قادیانی مغالطے

مرزا ظاہر کے جواب میں مرزائی اور تعمیر مسجد

مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت

نکاح وطلاق عقل وشرع کی روشنی میں

چند اہم فتوے

امام اعظم اور علم حدیث

الحالة التعلیمیة

باب الأدب من دیوان الحماسه

مسیح موعود کی پہچان

حسنؔ صحیحؔ مکمل تین جلد

تسهیل الأصول

فرقہ اہل حدیث پاک وہند کا تحقیقی جائزہ

علماء دیوبند الجاهم التی ومزاجهم المسلکی

هدایة المعتدی فی قراءت المقتدی

علماء دیوبند الجاهم فی الحدیث

قادیانی ذبیحہ

قادیانی فیصلے اردو

قادیانیوں کو دعوت اسلام

مسئلہ ختم نبوت اور قادیانی دسوسے

● ● ●

ملنے کا پتا: مکتبہ دارالعلوم دیوبند

Pentone
9897869314

MAKTABA DARUL-ULOOM

DEOBAND-247554 (U.P.)INDIA